إنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

طلباء، علماء، خطباء اور عامۃ الناس
کے لیے نادر تحفہ

خطباتِ عباسی 3

مجموعۂ خطبات

استاذ العلماء شیخ الحدیث

حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب مدظلہ

امام وخطیب جامع مسجد النجم، استاذ الحدیث جامعہ امام ابوحنیفہ

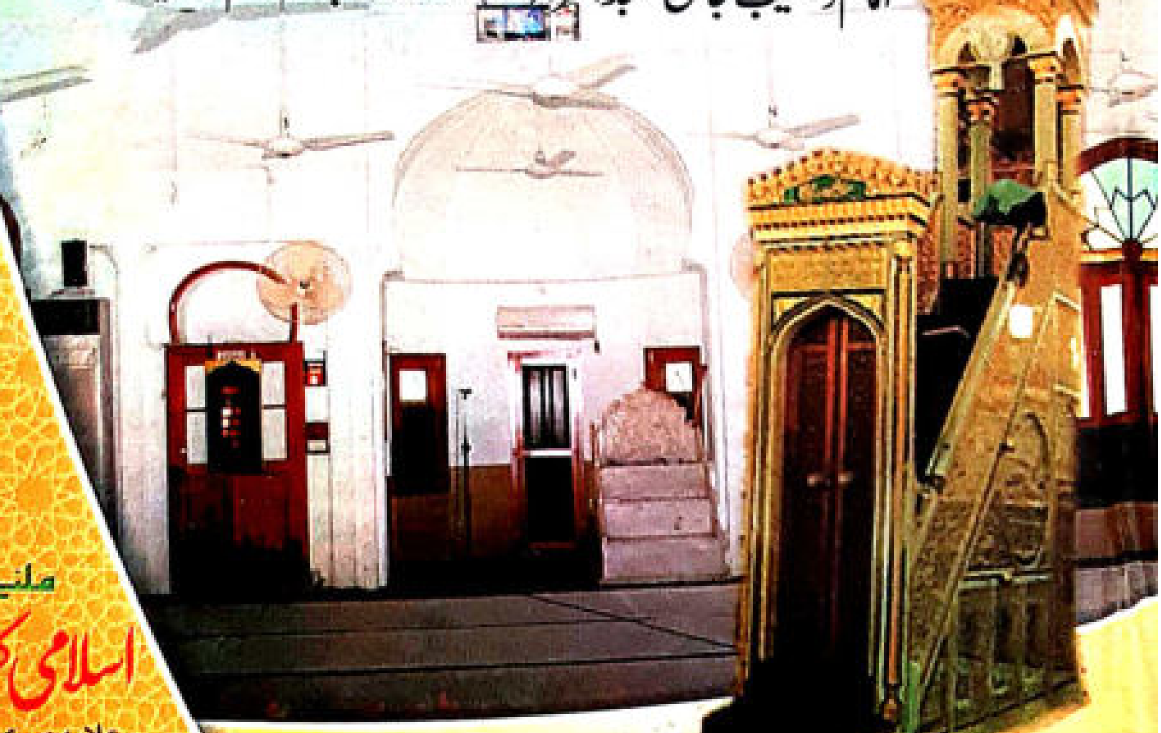

ملنے کا پتہ

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

خطباتِ عباسی

جلد سوم

مجموعۂ خطبات

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا

نجم اللہ عباسی صاحب مدظلہ

امام وخطیب جامع مسجد الحمراء

استاذ الحدیث جامعہ امام ابو حنیفہؒ

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم

مرتب

محمد سجاد کاشمیری

تفصیلی فہرست

۱	عرض مرتب	15
۲	پیش لفظ	17
☆	**ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا**	20
۱	اسلام میں صلہ رحمی کی تعلیم	21
۲	بدکار عورت کا جانوروں کے ساتھ صلہ رحمی کا انعام	23
۳	کنواں کھدوانا بہترین صدقہ ہے	24
۴	فکر انسانیت	24
۵	ہمارا مال وزر ہمیں تباہ نہ کردے	25
۶	اللہ کے محبوب تین افراد	26
۷	ایک حجام کا مثالی اخلاص	26
۸	اللہ صدقات کو پالتا ہے	27
۹	حضرت عثمان غنیؓ کو کنواں وقف کرنے پر جنت کی بشارت	28
۱۰	جنتی بننے کا سنہری موقع	29
☆	**مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا**	32
۱	خاندانی اختلافات اور اس کے اسباب	34
۲	سب سے پہلی چیز ملکیت کا واضح ہونا	34
۳	انسان مطلبی ہے	35
۴	ہم اپنی اولاد کیلئے باعث فتنہ نہ بنیں	36

۵	باپ کاروبار میں بیٹے کی حیثیت واضح کردے	38
۶	اجتماعی زندگی سے خودغرضی کا خاتمہ ضروری ہے	38
۷	قطع رحمی کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے	39
☆	**شکر**	42
۱	شکرگزار اور ناشکرے میں تقابل	43
۲	بندوں پر خدائی انعام محض اس کا فضل ہے	44
۳	انسان کو خدائی نعمت پر شکرادا کرنا چاہیے	46
☆	**نظام الاوقات کی ترتیب**	52
۱	صحت اور وقت نعمت ہیں	53
۲	نظام الاوقات بنانے کا طریقہ کار	54
۳	نظام الاوقات کا فائدہ	56
۴	نظام الاوقات بنانے کے چار اصول	56
۵	چاروں اصول کی تفصیلات	56
☆	**تواضع عاجزی انکساری**	64
۱	محسن انسانیت ﷺ کا تواضع	66
۲	کائنات کا سب سے پہلا گناہ کبیرہ	67
۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثالی تواضع	69
۴	تصوف کی حقیقت	70
۵	مفتی اعظم ہندوستان مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی مثالی تواضع	70

☆	**تواضع اور عاجزی**	74
۱	کامیابی کے لیے تکبر سے اجتناب ضروری ہے	75
۲	عاجزی کیلیے بلند دعوؤں سے اجتناب کریں	77
۳	زمین پر اپنے آپ کو مٹانے والا آسمان پر بلند ہوتا ہے	78
۴	اکابرین کا تواضع	79
☆	**صلح بین المسلمین**	84
۱	صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ایثار و محبت کی تاریخی مثال	86
۲	اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بھائی سے بغض رکھنے والے کی مغفرت نہیں فرماتا:	87
۳	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جذبۂ خیر سگالی	88
۴	آپس میں اصلاح کا بہترین فارمولہ	91
☆	**انسان کی عظمت ومنزلت**	94
۱	انسان بہت قیمتی ہے	97
۲	عبادت میں سچی لگن ضروری ہے:	98
۳	اپنی قدر و منزلت سے جہالت باعث خسران ہے	100
۴	حاصل بحث	101
☆	**بیٹی اللہ کی رحمت**	104
۱	بیٹیوں کا باپ قابل ملامت نہیں	106
۲	بچیاں باعث خیر و برکت ہوتی ہیں	108

۳	بچی کی پیدائش کو قابل نحوست سمجھنا مشرکوں کا عقیدہ ہے	109
۴	بیٹی اللہ کی دین ہے	110
☆	**بیٹی: اللہ کے قرب کا ذریعہ**	112
۱	شریعت محمدی میں بیٹی کا مقام	114
۲	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت	115
۳	دنیا میں اللہ کی رحمانیت کا مظہر	118
۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشہور واقعہ	118
☆	**خاندانی اختلافات کی وجوہات (۱)**	122
۱	انسان کے اندر برداشت کا نہ ہونا:	122
۲	انبیاء علیہم السلام کا صبر	123
۳	اللہ رب العزت کا بندوں کی بداعمالیوں پر صبر	123
۴	احساس ذمہ داری	127
۵	آخرت میں حق مارنے والا سب سے بڑا مفلس ہوگا	128
۶	حقوق العباد کی معافی نہیں ہوتی	129
☆	**خاندانی اختلافات کی وجوہات (۲)**	132
۱	منافق کی پہلی خصلت، خیانت کرنا	133
۲	منافق کی دوسری خصلت، جھوٹ بولنا	134
۳	بچے بڑوں کی اتباع کرتے ہیں	136
۴	اپنے اعمال کی اصلاح ضروری ہے	137

۵	جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو	138
۶	باہم اتفاق کیلئے بداخلاقی اور بدکلامی سے اجتناب ضروری ہے	139
☆	**لفظ رب کا معنی اور تحقیق**	142
۱	انسانی افزائش کے مراحل اور لفظ رب	144
۲	اللہ کی ربوبیت پر قرآنی دلائل	144
۳	غیر مسلم کی یلغار	146
۴	رب کی ربوبیت پر یقین ضروری ہے	146
۵	رب سے اپنی مانگ بھرنے کیلئے دل کی سختی دور کرنا ضروری ہے	148
۶	دنیا میں دو قسم کے انسان ہیں	150
۷	رب کی بندگی اور عقل کی بندگی کا تقابلی جائزہ	151
۸	ہر پریشانی کا حل توجہ الی اللہ ہے	153
۹	لفظ رب کی حقیقت	154
☆	**زبان کی حفاظت کریں**	158
۱	زبان باطن کی صفائی کا آلہ ہے	161
۲	زبان کو جھوٹ سے بچائیں	163
۳	ایمان اور جھوٹ کھلا تضاد ہے	164
۴	آپ کی زبان آپ کے خلاف قیامت والے دن گواہی دے گی	165
۵	چھوٹا سا ٹکڑا اور بڑا جرم	165
۶	ذکر خدا سے زبان تر رکھیں	166

۷	زبان کا استعمال سوچ سمجھ کر کریں	167
☆	**اخلاص نیت**	172
۱	اعمال صالحہ کا مقصد	173
۲	اخلاص کا مطلب	174
۳	اخلاص کی برکت	175
۴	اخلاص کے ساتھ والدین کی خدمت	175
۵	ترک گناہ اخلاص کے ساتھ	176
۶	محنت کش کے مختنانہ ادا کرنے میں اخلاص	176
۷	پرخلوص عمل کی تاثیر	177
۸	پرخلوص ایک دانے کا صدقہ احد کے برابر ہے	178
۹	اخلاص عمل کا ترازو ہے	179
۱۰	اکابرین کے اخلاص کی مثال	182
☆	**سچائی کی اہمیت**	186
۱	سچائی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے	186
۲	لین دین میں سچائی باعث خیر و برکت ہے	187
۳	مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا	188
۴	چار عظیم صفات	189
۵	حضور ﷺ کی چار اہم نصیحتیں	190
۶	شاہ روم کا ابوسفیان سے آپ ﷺ کے بارے میں سوالات	191

۷	کافروں کے ہاں بھی جھوٹ معیوب ہے	191
۸	فرشتے انسان کے جھوٹ کی بدبو سے دور بھاگتے ہیں	192
۹	سچ اور اخلاص کا فرق بزبان جنید بغدادی	193
۱۰	سچ بولنے والا عنداللہ صدیق ہوتا ہے	193
۱۱	شاہ عبدالقادر جیلانی کی سچائی اور ڈاکوؤں کی توبہ	194
۱۲	غزوہ تبوک سے رہ جانے والے صحابہ کی سچائی اور قبولیت توبہ	195
۱۳	سچائی زمین پر ذرخیری لاتی ہے	196
☆	**گانا بجانے کا حکم**	198
۱	موسیقی حرام ہے	199
۲	ذکر خداوند روح کی غذا ہے	200
۳	دین میں حلال اور حرام بالکل واضح ہیں	201
۴	گانا نفاق پیدا کرتا ہے	203
۵	گانا شیطانی منتر ہے	204
۶	گانوں سے بچیں	205
۷	آج کا مسلمان اور اس کا گھر	206
۸	خوشی کا موقع اللہ کو یاد کرنے کا ہے	207
۹	گانا سننا نفاق ہے	208
۱۰	گانا سننے والوں پر آسمانی عذاب	209
۱۱	قیامت کے دن گانا سننے والے کان میں سیسہ پگلا کر ڈالا جائیگا	210

۱۲	گانے سے پرہیز کرنے والے کا انعام	211
☆	**ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے**	214
۱	حضرت شعیب علیہ السلام کا اہل کو نصیحت	216
۲	زمین وآسمان کے ہر ذرے کا مالک اللہ ہے	216
۳	مال خدائی عطاء ہے اس کو خدائی قانون پر کمانا اور خرچ کرنا ضروری ہے	218
۴	دھوکہ دینے والا مسلمان نہیں	219
۵	حضرت امام اعظم کا تجارت میں کمال دیانت	220
۶	معاملات میں سچائی غیر مسلموں کی کامیابی کا راز ہے	221
۷	اکابر علماء دیوبند کا کمال دیانت	221
۸	تمام معاملات میں دھوکہ دھی ان آیات کا مصداق ہے	221
۹	قیامت کے روز خدا کی نگاہ رحمت سے محروم تین قسم کے لوگ	222
☆	**مساجد کی عظمت اور آداب**	226
۱	مسجد کا مقام	228
۲	شب معراج کی ابتداء اور اختتام مسجد پر ہوئی	229
۳	مسجد سے تعلق ایمان کی علامت ہے	231
۴	مسجد میں آنے والے کی اللہ پاک مہمان نوازی کرتا ہے	232
۵	مسجد آخرت کے سودہ گروں کی منڈی	234
۶	مسجد کا احترام ضروری ہے	236

☆	اسوۂ رسول اکرم ﷺ	240
۱	نبی کریم ﷺ کی زندگی کے چار مراحل ہیں	241
۲	اسوۂ رسول ﷺ کو اپنانا رسول ﷺ سے محبت ہے	242
۳	آپ ﷺ کی ولادت ایک مسلم امر ہے	244
۴	نبی کریم کا مقصد بعثت	246
۵	آپ ﷺ کی ولادت، بعثت، ہجرت، سفر آخرت چاروں ماہ ربیع الاول میں ہوئیں:	248
۶	نبی کی اتباع میں اللہ کی محبت ہے	252
☆	مومن کی آزمائش	256
۱	ہر کامیابی کے لئے محنت ضروری ہے	257
۲	اللہ تعالیٰ دنیاوی مصائب سے بندوں کو آزماتا ہے	261
۳	آپ ﷺ کی اتباع نے گدا کو شاہ بنا دیا	262
۴	محنت کامیابی کی ضمانت ہے	264
۵	نفسانی خواهشات سے بچیں	266
۶	ترک گناہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی	270
۷	نفس کو کچلنے سے دل میں جزبۂ اطاعت آئے گی	270
۸	ترک گناہ پر چار انعامات:	271
☆	قبر کی زندگی	276
۱	قبر سفر آخرت کی پہلی سیڑھی ہے	279

۲	حضرت عمر بن عبد العزیز کا قبر سے مکالمہ	280
۳	عذاب سے پناہ مانگو	281
۴	عذاب کی وجوہات	282
۵	قبر جنت کے باغ میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گھڑا ہے	283
۶	مردے کو دفنانے میں جلدی کرو	285
۷	مؤمن کے جنازے میں فرشتے آتے ہیں	286
☆	**شکر، صبر، استغفار، استعاذہ**	288
۱	رب کا شکر گزار رہئے	289
۲	شکر گزاری عظمت خداوندی کو پیدا کرتا ہے	291
۳	ہر حال میں صبر کرنے والا بنئے	292
۴	حضرات انبیاء کا صبر	294
۵	اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا ممکن نہیں	295
۶	کثرت استغفار کی عادت ڈالیں	295
۷	اللہ سے پناہ طلب کریں	297
۸	پریشانیوں کا حل رجوع الی اللہ ہے	297
۹	کامیاب زندگی گزارنے کیلئے چاروں نسخوں کو اپنا لیں	300
☆	**حقوق النکاح**	302
۱	نسل انسانی کا پھیلاؤ	303

۲	انبیاء علیہم السلام کی چار سنتیں	304
۳	نکاح کو خرافات سے پاک رکھیں	308
۴	بہترین عورت (ہمسفر) کے اوصاف	309
۵	مرد عورتوں سے دو وجہوں سے برتری رکھتے ہیں	311
۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت	312
۷	پہلا واقعہ	312
۸	دوسرا عظیم واقعہ	313
۹	زوجین کے درمیان الفت	313
☆	**باعمل زندگی کے عمدہ اعمال**	316
۱	باعمل بننے کے چار اہم نسخے	318
۲	پہلا نسخہ کثرت سلام	318
۳	دوسرا نسخہ عمل میں اللہ کا نام لینا	319
۴	تیسرا نسخہ: ہر کام داہنے ہاتھ سے شروع کیا جائے	321
۵	چوتھا نسخہ: پاکی کا اہتمام	324
۶	عبادت میں آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے	327
	تمت بالخیر	

عرض مرتب

مادیت پرستی کے اس پُر آشوب دور میں اخلاق رذیلہ نے انسانوں کو بالکل اجاڑ کر رکھ دیا ہے، حب جاہ اور حب مال نے انسان کے اندر جھوٹ، لالچ، غیبت، دھوکہ دہی، بغض، خودغرضی اور مطلب پرستی جیسے زہریلے جراثیم پیدا کر دیئے ہیں، علاوہ ازیں خواہشات نفسانی کے گھوڑے اس قدر بے لگام ہو چکے ہیں کہ ان کی نگاہیں اطاعت ربانی اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑنے کے لیے بہت زیادہ قوت ایمانی کی ضرورت ہے یہ قوت ایمانی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ واہل علم کا وجود بہت ضروری ہے۔

زیر نظر کتاب متبع سنت، ولی کامل، عالم باعمل، استاذ العلماء، محبوب العلماء والطلباء، شیخ الحدیث حضرت مولانا نجم اللہ العباسی حفظہ اللہ الباری کے بابرکات خطبات کے حسین مجموعے کی تیسری جلد ہے۔

حضرت استاذ محترم دامت برکاتہم اپنے جمعہ کے خطبات میں عمومی واجتماعی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انفرادی اور معاشرتی نقائص پر بھی ہمیشہ عوام الناس کو متوجہ کر کے ان خرابیوں کی اصلاح فرماتے آرہے ہیں نیز اعمال صالحہ کی ترغیب اور رجوع الی اللہ کی اہمیت آپ کے تمام مواعظ سے جھلکتی ہے، چنانچہ ان خطبات کے مطالعہ سے جہاں علماء، طلباء، خطباء، مبلغین، واعظین اور مقررین اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں وہیں عام قاری کے دل میں محبت الٰہی، اعمال صالحہ کی فکر اور دنیا کی رنگینیوں کی قدر ومنزلت اور اس سے بے رغبتی بھی ان شاء اللہ دل میں پیدا ہوگی۔

بندہ نے حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے ان خطبات کو درجنوں کیسٹوں

سے سن کر زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہٗ (استاذ جامعہ انوار العلوم) کو منتشر اوراق پر مشتمل تراشوں کو قابل استفادہ بنانے کیلئے اس کی ترتیب وتزئین کی ذمہ داری سونپی۔ تصحیح وترتیب کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ مسودہ تو کئی جلدوں تک جا پہنچے گا، چنانچہ اس سلسلے کی تیسری کڑی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں اگر کہیں کمی بیشی محسوس کریں تو وہ اسے اس عاجز کی طرف ہی منسوب کریں اور اس کمی بیشی سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، اس طرح آئندہ ایڈیشن میں غلطی درست کرنے میں آسانی رہیگی۔ نیز قارئین کرام سے جلد چہارم کیلئے بھی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

ان خطبات کی تصحیح وترتیب میں مولانا عطاء اللہ صاحب اور مفتی اسعد الحسینی صاحب زید مجدہما نے خصوصی تعاون فرمایا، ان کے علاوہ اور بھی کئی دوست واحباب وقتاً فوقتاً اپنی آراء اور مشوروں سے تعاون فرماتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ رب العزت مجھے بھی حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے زیر سایہ ''خطبات عباسی'' کی بقیہ جلدوں کی جمع وترتیب کو جلد از جلد بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اسے استاذ جی اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

مولوی محمد سجاد کاشمیری
مدرس جامعہ انوار العلوم
مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
0321-2977602

پیش لفظ

جس طرح ہر گھر میں ہر روز یہ سوال ہوتا ہے کہ آج کیا پکایا جائے؟ اسی طرح ہر خطیب کا ہر جمعہ کو اپنے دل سے سوال ہوتا ہے کہ آج کیا بیان کیا جائے؟ اسی سوال کے جواب کے لیے ایک محنتی اور باذوق خطیب جمعہ کے خطبہ کی تیاری کے لیے کئی کتب کی ورق گردانی کر کے کسی ایک عنوان کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کے مطابق جمعہ کی تیاری کی جاتی ہے اور اگر مضمون مرتب اور مربوط ہو جائے تو لازماً دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ تقریر کسی طرح محفوظ ہو جائے۔

الحمد للہ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سہولت اس طرح میسر آ گئی کہ میرے کچھ مخلص نمازی حضرات جمعہ کے بیانات کو کیسٹ میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کرتے تھے۔

عزیزم مولانا محمد سجاد کاشمیری زید مجدہٗ کو جب محفوظ شدہ کیسٹوں کا پتہ چلا تو انہوں نے کیسٹوں کے مواد کو از خود کاغذ پر منتقل کر لیا اور پھر انہیں چھپوانے کا مشورہ دیا۔ بندہ نے مولانا موصوف کی محنت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ابتدأً تو حامی بھر لی لیکن دلی طور پر اطمینان اور تشفی نہ ہوئی، چنانچہ یہ خطبات کتابت ہو جانے کے بعد بھی تقریباً پانچ سال تک التواء میں پڑے رہے۔ اسی دوران حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہ کی حوصلہ افزائی اور مولانا محمد سجاد صاحب کے ہمت دلانے پر بالآخر ''خطباتِ عباسی'' کو منظرِ عام پر لانے کا عزم کیا۔

بہر حال یہ حقیری کاوش خطباء، علماء، طلباء، مقررین، مبلغین اور واعظین کے لیے کی گئی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں لغزشیں اور غلطیاں ہو سکتی ہیں، اس لیے جو غلطی اور لغزش دیکھیں، مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

میری اس کوشش میں اللہ کا خصوصی فضل وکرم، والدین اور اساتذۂ کرام کی دعائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین واساتذہ کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

نجم اللہ العباسی

امام وخطیب جامع مسجد الحمراء

الحمراء سوسائٹی، ٹیپو سلطان روڈ کراچی

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما مومن اطعم مومنا علی جوع اطعمہ اللہ یوم القیامۃ من ثمار الجنۃ وایما مومن سقی مومنا علی ظمأ سقاہ اللہ یوم القیامۃ من الرحیق المختوم وایما مومن کسا مومنا علی عری کساہ اللہ من خضر الجنۃ ۔

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۷)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

آج ایک بہت ہی اہم چیز کی طرف توجہ کرنا مقصود ہے وہ بات یہ ہے کہ آج کل مسلمانوں کے بعض علاقوں میں جو تکلیف اور پریشانیاں آئی ہوئی ہیں مثلاً جیسا کہ موجودہ وقت میں تھر کے علاقے میں جو مسائل آئے ہوئے ہیں ان کو جو کھانے

اور پینے کی تکلیف ہے اس حوالہ سے ہماری ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیں کیا سبق دیتی ہیں آپ حضرات کے سامنے میں نے جو حدیث پڑھی ہے یہ ابوداؤد اور جامع ترمذی کی روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں بہت ہی پیاری حدیث ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کو جو کسی ضرورت کے لئے کپڑوں کے لئے پریشان تھا اور اس نے اس کو کپڑا پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کا ریشمی لباس پہنائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کو بھوک کے وقت میں کھانا کھلایا اللہ رب العزت اس کو جنّت کے پھل کھلائے گا اور جس نے کسی مسلمان کو پیاس کے وقت میں پانی پلایا اللہ رب العزت اس کو جنّت کی خالص شراب پلائیں گے۔

اسلام میں صلہ رحمی کی تعلیم:

اسلام نے عبادات عقائد اور معاملات کی درستگی کی جو تعلیمات دی ہیں اس کے ساتھ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ایک حصّہ حُسن معاشرت بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے خصوصا اس موقعہ پر جب انسان اس کا محتاج ہو آج پیٹ بھرے ہوئے مسلمانوں کو تو ہم کھانا کھلاتے ہیں لیکن جو کھانے کے اور لباس کے محتاج ہیں پانی کے ایک گھونٹ کے محتاج ہیں ان کو کوئی نہیں پوچھتا ہے ایک صحابی رسول نے فرمایا اے اللہ کے رسول میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لیے کوئی ایصال ثواب کوئی صدقہ جاریہ ہو تو بتا دیں جس سے ان کا اگلا سفر آسان ہو۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا بہترین صدقہ جاریہ پانی ہے تو انسانیت کی خدمت کرنا انسانیت کے کام آنا یہ تو اوصاف نبوت میں سے ہے چنانچہ بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے:

فقالت خديجة رضي الله عنها كلا والله مايخزيك الله ابدا

انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقری الضيف وتعين علی نوائب الحق. (بخاری باب کیف کان بدء الوحی ج۱ ص ۳)

جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی آئی تو آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں اپنے گھر تشریف لائے اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپکو تسلی دی اور آپ کی تعریف کی تو اس میں کیا فرمایا وَاللهِ لا يُخْزِيْكَ اللهُ اَبَدًا اللہ کی قسم آپ کبھی شرمندہ نہیں ہونگے۔ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ آپ تو صلح رحمی کرتے ہیں، آپ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور کمزور لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کے راستے میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں یعنی یہ حسن سلوک کرنا نبوت کے اوصاف میں سے ہے۔

یہ اس عظیم انسان کی صفات ہیں، جو آگے چل کر نبی بنے گا اور جو نبی ﷺ کا کامل تابعدار ہوگا اس میں یہ اوصاف موجود ہونگے اور کمال کی بات یہ ہے کہ یہ اوصاف جو صحیح بخاری شریف میں نبی علیہ السلام کے ذکر کئے گئے ہیں یہی اوصاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی بخاری میں ہیں کہ جب ایک دفعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مکّہ والوں نے کافی پریشان کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ میں بھی چلا جاتا ہوں تو وہ مکّہ سے نکل کر جارہے تھے تو ابن دغنہ ایک سردار تھا اس نے کہا ابو بکر کہاں جارہے ہو تو جواب دیا کہ بس میں مکّہ سے جارہا ہوں تو اس نے جواب دیا کہ آپ جیسے لوگوں کی اس معاشرے میں ضرورت ہے آپ جیسے لوگ اگر نکل گئے تو پھر پیچھے والوں کا کیا ہوگا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے مجھے تنگ کیا ہے، بہت پریشان کیا ہے تو ابن دغنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ کو لائے اور یہ اوصاف جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے بتلائے کہ اے مکّہ والو! تم اس شخص کو تنگ کرتے ہو جو ہمارے معاشرے کے گرے ہوئے لوگوں کو اٹھاتا ہے، اور کمزوروں اور محتاجوں کو کما کر کے دیتا ہے، ایسے لوگ تو معاشرے کی بنیادیں ہیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی وہی اوصاف

گنوائے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاں اسلام ہمیں عبادات اور معاملات کی درستگی کی تعلیم دیتا ہے، تو وہاں اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ انسانیت پر ترس کھاؤ انسانیت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ زمین والوں پر ترس کھاؤ تا کہ آسمان والا تم پہ ترس کھائے۔

بدکار عورت کا جانوروں کے ساتھ صلہ رحمی کا انعام:

عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ قال غفر لامرأة مومسة مرت بكلب على راس ركى يلهث، قال: كاد يقتله العطش فنزعت خفها فاوثقته بخمارها فنزعت له من الماء فغفرلها بذلك .

(بخاری ج۱ ص ٤٦٧)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے ایک گنہگار خاتون راستہ میں سے گزر رہی تھی اور اس نے دیکھا کہ کنوئیں کے کنارے ایک پیاسا کتا منہ مار رہا ہے اور زمین کو چاٹ رہا ہے اس عورت نے دیکھا کہ اس کتے کو پیاس لگی ہے تو اس نے اپنا موزہ اتارا اور اپنی اوڑھنی نکالی اور اس کے ساتھ موزہ باندھ کر کنوئیں سے نیچے کر کے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بخشش فرمادی۔

صحابہ کرام نے فرمایا کہ کیا ان گھوڑوں اور گدھوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ہمیں اجر ملتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر جانور کو کھلانے پہلانے سے اجر ملتا ہے اگر کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے اس گنہگار عورت کی بخشش اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں آج دنیا میں اور ہمارے قریب تھر میں پانی کے گھونٹ گھونٹ کو ترسنے والے مسلمانوں کے لئے کنوئیں کھودے جائیں پانی کا بندوبست کیا جائے تو اس پر کتنا اجر ملے گا؟ یہ

ہماری اورآپ کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان مجبوراور بے کس لوگوں کی مدد کریں جو ہماری توفیق ہو چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک عورت نے گھر میں بلی کو قید کیا اور وہ بھوک سے مرگئی اللہ تعالیٰ نے اس عورت کواس بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا۔ جانور تک کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہےاوراس پراجر ہےاوران کے ساتھ بدسلوکی اورزیادتی پر پکڑ ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول میں نے اپنے اونٹوں کے لیے پانی پینے کی جگہ بنائی ہے اس پر اورلوگوں کے بھی اونٹ آجاتے ہیں کیا میں ان کو چھوڑ دیا کرو نبی علیہ السلام نے فرمایاہاں ان کو چھوڑ دیا کروں اس پر تمہیں اجر بھی ملے گا۔

کنواں کھودوانا بہترین صدقہ ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا انها قالت يا رسول الله ماالشیء الذی لايحل منعه قال الماء والملح والنار.
(مشكوة ج١ ص ١٦٠، باب احياء الموات والشرب)

مشکوۃ شریف میں روایت ہے کہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جس کو ہم منع نہیں کرسکتے ہیں تو جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کسی مسلمان کو پانی سے منع نہیں کرسکتے ہو کسی مسلمان کو نمک سے منع نہیں کرسکتے ہو، تو میرے دوستو آج وہ بنیادی ضرورت پانی کی ہے وہ آج ہمارے مسلمان بھائیوں کو میسّر نہیں ہے مسلمان تو وہ ہے جو کسی بھی مسلمان کو دیکھے تو اپنے دل میں اس تکلیف کو محسوس کرے اس کو غم اور فکر ہو جائے کہ میں اس کے لیے اس وقت کیا کرسکتا ہوں، کون لوگ ہیں جو یہ خدمت کررہے ہیں اور وہاں پہنچ رہے ہیں اورلوگوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔

فکرانسانیت:

میرے دوستو یادرکھو! یہ ہمارے اوپر بہت بڑاامتحان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ وَاَحْسِنُوْا
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنا مال خروج اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو اگر مجھے پتہ ہے کہ کوئی ایک لقمہ کے لیے ترس رہا ہے کوئی ایک بوند پانی کے لیے ترس رہا ہے اور میں رنگ برنگے قسم قسم کے کھانوں سے انجوائے اور تفریح کر رہا ہوں مجھے کوئی فکر ہی نہیں کہ شاید کوئی مسلمان سسک سسک کر یہ کہتے ہوئے جان دے رہا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا

عجب رسم ہے چارہ گروں کی محفل میں
لگا کر زخم نمک سے مساج کرتے ہیں
غریب شہر ترستا ہے ایک نوالے کو
امیر شہر کے کتے بھی راج کرتے ہیں

ہمارا مال وزر ہمیں تباہ نہ کر دے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ
اے مسلمانوں تمہارا مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ خرچ کرو اپنے مال کو اس سے پہلے کہ موت تمہارے سر پر کھڑی ہو جائے فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اور پھر تم کہو کہ اے اللہ مجھے تھوڑی مہلت دے دیں۔ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ کہ میں صدقہ کروں اور میں اچھے لوگوں میں سے ہو جاؤں وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا اور اللہ تعالیٰ جب کسی کا وقت پورا ہو جائے تو مہلت نہیں دیتے۔ اس لئے میرے دوستو آج جو مسلمان پریشان ہیں پانی کے لئے روٹی کے لئے ان کا ہمارے اوپر یہ حق ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان تک پہنچنے آج ہم دنیا کی سیر اور تفریح کے لیے کتنا انتظام کرتے ہیں کتنے گروپ بنتے

ہیں چلو جی فلاں شہر جانا ہے فلاں ملک جانا ضرور جایئے مگر جہاں ہم اس سیر و تفریح کا انتظام کرتے ہیں وہاں اپنے دوستوں کو اپنے ساتھیوں کو اپنے رشتہ داروں کو اس طرف بھی متوجہ کریں ان بے کس اور بدحال لوگوں تک اپنے آپ کو ضرور پہنچائیں یہ مسلمان کے مال میں ان غرباء کا حق ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بڑی ہی محبت کرتے ہیں:

اللہ کے محبوب تین افراد:

۱......وہ شخص جو کسی مجلس میں اگر بیٹھا ہے اور وہاں کوئی شخص آتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگتا ہے اور مجلس والے اس کی مدد نہیں کرتے اور وہ شخص چلا جاتا ہے انہی میں سے ایک شخص خاموشی سے اٹھ جاتا ہے اور جا کر اس کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہے۔

فرمایا یہ بندہ اللہ تعالیٰ کو بڑا ہی پسند ہے کہ اس نے اس کی عزت کو بھی مجروح نہیں کیا اور اس کی ضرورت کو بھی پورا کر دیا۔

۲......دوسرا شخص جو کسی جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو وہ جماعت کسی جگہ پڑاؤ ڈالے یہ شخص ان کی خدمت کر کے جب سب لوگ سو جائیں یہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔

۳......مجاہدین کی جماعت پسپا ہو جائے اور ایک شخص آگے بڑھ کر جہاد کرتا رہے اور شہید ہو جائے یہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہیں۔

ایک حجام کا مثالی اخلاص:

حضرت جنید بغدادیؒ کے بارے میں لکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں مکۃ المکرمۃ میں تھا اور میں بہت کمزور حالت میں تھا میرے پاس پیسے اور کوئی چیز نہیں تھی میں حجام کی دوکان پہ گیا اور میں نے اس سے کہا بھائی اللہ کے واسطے میرے بال بنا دو، کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے شخص

کے بال بنا رہا تھا جو بظاہر بہت اچھا اور صاحب مال لگ رہا تھا اس حجام نے یک دم اس کو چھوڑا اور میرے پاس آیا تو اس شخص نے کہا کہ پہلے میرا کام کرو تو اس حجام نے جواب دیا کہ آپ نے سنا نہیں کہ اس شخص نے کیا کہا ہے اس نے اللہ کا واسطہ دیا ہے، جنید بغدادی کہتے ہیں کہ وہ حجام میرے پاس آیا اور سب سے پہلے اس نے میرے سر کو بوسہ دیا اور پھر میرے بال صاف کئے اور پھر ساتھ چھوٹا سا لفافہ بھی دیا اور کہا کہ یہ بھی اپنی ضرورت میں استعمال کرو اور جاؤ۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ بڑا ہی عجیب حجام ہے اور میں نے اسی وقت یہ نیت کی کہ اللہ جب بھی وسعت ہوگئی اور جو بھی میرے پاس پیسہ آئے گا وہ اس کو دونگا۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد جب میرے پاس پیسے آئے تو میں اس کی دوکان پر گیا اور میں نے سلام کیا اور کچھ رقم پیش کی اس نے کہا یہ کیا ہے میں نے کہا یہ رقم ہے اس نے کہا کس چیز کے بدلے میں، تو میں نے اس کو کہا کہ کچھ عرصہ پہلے میں آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے میرے بال صاف کئے تھے تو اس حجام نے جواب دیا کہ آپ کو شرم نہیں آتی کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے اور اس پر پھر معاوضہ بھی لیتا ہے۔آپ نے میرے سامنے اللہ کا نام لیا تھا میں نے اللہ کے لئے کام کیا تھا مجھے آپ کا معاوضہ نہیں چاہیے، آپ اس کو لے جاؤ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا اخلاص نصیب فرمائیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک کھجور کا دانہ جو اخلاص کے ساتھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اور پہاڑ کے برابر ثواب دیتا ہے اور فرمایا جب اللہ تعالیٰ کے نام پر انسان صدقہ کرتا ہے اسکی رضا کے لیئے۔

اللہ صدقات کو پالتا ہے:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مومن کے صدقہ کو پالتا ہے جیسے تم میں سے

کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے گھوڑا چونکہ عرب کے ہاں ایک قیمتی جانور سمجھا جاتا تھا جیسا کہ آج بھی قیمتی سمجھا جاتا ہے مگر عرب کے ہاں بڑا ہی محبوب ہوتا تھا اور وہ اس کا بڑا ہی خیال رکھتے تھے تو فرمایا کہ اس گھوڑے کے بچے کی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے صدقہ کو پالتا ہے۔

عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال ما من يوم يصبح العباد فيه الا سلكان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفا ويقول الأخر اللهم اعط ممسكا تلفا. (بخاری ج ۱ ص ۱۹۳، كتاب الزكاة)

کہ جب صبح ہوتی ہے تو دو فرشتے یہ دعا دیتے ہیں **اللھم اعط منفقا خلفا** اللہ جو تمہارے نام پر خرچ کرنے والے ہیں ان کو بدلہ عطا فرما اور جو روکنے والے ہیں اے اللہ ان کے مال کو ہلاک فرما پھر ایسا ہی ہوگا کوئی چور آئے گا کوئی ڈاکو آئے گا کوئی فراڈ کرنے والا آکر سارا مال لے کر چلا جائے گا پھر انسان روتے پھرتے ہیں کہ مال لٹ گیا جب اللہ تعالیٰ کے مجبور بندوں پر خرچ نہیں کرتے تو پھر دوسرا راستہ یہی ہے۔
نبی ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بری موت سے اور اپنے غضب سے بچاتے ہیں۔

میرے دوستو!! آج موقع ہے اس سے فائدہ اٹھالو اور ان غریبوں کے حق کو ادا کرو تاکہ وہ بھی آپ کی طرح زندگی گزار سکیں اور اس معاشرے میں اپنی ضرورتوں کو پورا کرسکیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کنواں وقف کرنے پر جنت کی بشارت:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ مدینہ منورہ آئے تو وہاں پر پانی نہیں تھا، ایک یہودی کے پاس پانی کا کنواں تھا جو کہ میٹھا تھا اور وہ مسلمانوں کو دیتا نہیں تھا،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو کسی طریقے سے راضی کیا کہ یہ کنواں مجھے فروخت کردو تو اس یہودی نے کہا کہ میں فروخت نہیں کرتا ہوں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو آدھا بیچ دو تو اس نے کہا کہ آدھا دیتا ہوں کہ ایک دن آپ پانی نکالو گے اور ایک دن میں نکالونگا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باری آتی تھی تو فرماتے تھے جاؤ مسلمانو پانی لے لو مفت میں تو اس بات پر یہودی غصہ میں آیا کہ سارے پانی مفت میں لے جاتے ہیں میرا کاروبار خراب کردیا تو اس یہودی نے حضرت سے فرمایا کہ یہ باقی بھی آپ لے لو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ بھی دے دو اور خرید کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گواہ رہیئے یہ کنواں میں نے مسلمانوں کے لیے وقف کردیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تو آج کے بعد جو کچھ بھی کرے جنتی ہے۔

جنتی بننے کا سنہری موقع:

میرے مسلمان بھائیو!! آج یہ جو مسلمان پانی سے محروم ہیں یہ ہمارے جنت میں جانے کا ذریعہ ہیں اپنی حیثیت کے مطابق ان کے ساتھ تعاون کریں جتنا ممکن ہوسکے کریں ضروری نہیں کہ آپ کے پاس لاکھ روپے ہوں تو آپ دیں۔

ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایک مزدور نے مسجد میں ایک سیمنٹ کی بوری لاکر دی میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کیسے لائے ہیں تو اس مزدور نے کہا کہ جب یہ مسجد تعمیر ہورہی تھی تو میں نے نیت کی تھی کہ تنخواہ ملے گی تو میں ایک بوری سیمنٹ لاکر دونگا۔ اب اس کی جتنی حیثیت تھی اس نے کردی اور یہی اخلاص والی تھوڑی تھوڑی چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی خلق خدا پر خرچ کرنے اور اس کے فضائل اس طرح دوسروں تک بات پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ تاکہ ہر مومن جو جذبہ ایمانی سے سرشار ہو وہ انفاق فی سبیل اللہ کو سمجھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا

مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

عَنْ اَبِيْ دَرْدَاءِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَبِصَدَقَةٍ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ (ابو داؤد ۲/۸۳)

محترم میرے عزیز دوستو اور میرے مسلمان بھائیو!!!

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ا میں نے تلاوت کی اور ابو داؤد شریف سے ایک

حدیث مبارکہ کتاب الادب باب اصلاح البین سے پڑھی ہے۔

آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے لوگو اپنے رب کی نافرمانی سے بچو وہ رب جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور انہی سے ان کا جوڑا پیدا کیا اور انہی دو حضرات سے بہت سارے مرد اور انسان پیدا کیے اور اس اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کا تم ایک دوسرے کو واسطہ دیتے ہو اور رشتہ داروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے وہ سب جانتا ہے۔

حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں خبر نہ دوں اس عمل کے بارے میں جو روزے اور نماز اور صدقہ سے زیادہ افضل ہے صحابہ کرام نے فرمایا کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور بتلائیں ایسا عمل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس کا جوڑ لوگوں میں صلح دلوں میں محبتیں الفتیں پیدا کرنا یہ اتنا پیارا عمل ہے کہ تم ساری رات عبادت کرتے رہو اور پورا دن روزہ رکھتے رہو اور نفلی صدقے تقسیم کرتے رہو، مگر اس کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص تھوڑی دیر لگا کر دو انسانوں کی ناراضگی ناچاقی کو ختم کر دے، ان کے دل ملا دے، ان میں محبت بانٹ دے، ان میں جوڑ پیدا کر دے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ساری رات اور سارا دن روزے اور نفلی صدقات سے زیادہ افضل ہے۔ یہ آپس کا جھگڑا مونڈھ دینے والا ہے جس طرح استرا سر کے بالوں کو۔ واضح رہے کہ نماز روزے اور صدقے سے نفلی عبادات مراد ہیں۔

اس طرح آپس کے جھگڑے انسان کے دین کا صفایا کر دیتے ہیں کثرت سے صدقات کرتے ہیں حج نفل روزہ اور بہت سارے نیک اعمال کرتے ہیں مگر خاندان میں جھگڑے، پڑوس میں جھگڑے، والدین سے جھگڑے، بھائی سے جھگڑے، اپنوں کے بارے میں دل میں حسد بغض اور اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ ساری باتیں آپ کے ان تمام اعمال صالحہ پر پانی پھیر دیتی ہیں، جس طرح استرا بالوں کو صاف کر دیتا ہے۔

جس طرح نمکین پانی زمین کو برباد کر دیتا ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں جوڑ پیدا کرو خاندان میں صلح اور جوڑ والے اسباب پیدا کرو۔

خاندانی اختلافات اور اس کے اسباب:

خاندانوں میں اختلافات اور جھگڑوں کے مختلف اسباب اور وجوہات کے نقل کئے گئے ہیں مگر عموماً خاندانی اختلافات اور جھگڑوں کے آٹھ وجوہات ہوتے ہیں:

۱......ملکیّت کا ممتاز نہ ہونا کہ کون کس چیز کا مالک ہے اس کی وضاحت نہیں کرتے۔

۲......صبر اور برداشت کا نہ ہونا،

۳......خودغرضی کا ہونا،

۴......اپنے فرائض ادا نہ کرنا

۵......وعدہ خلافی کرنا،

۶......جھوٹ بولنا،

۷......خیانت کرنا،

۸......گفتگو کے انداز کا صحیح نہ ہونا،

یہ وہ آٹھ مہلک بیماریاں اور خرابیاں ہیں جو خاندانوں کو توڑ دیتی ہیں اور اتفاق واتحاد کی جڑیں کھوکھلی کر دیتی ہیں۔

جو محبّت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے ہوتے ہیں وقت اور بدلتے موسم تمام دعوؤں کو ریت کے محلات کی مانند زمین پر ڈھیر کر دیتے ہیں۔ پھر وہ محبتیں سب ختم ہو جاتی ہیں۔

۱......سب سے پہلی چیز ملکیّت کا واضح ہونا:

ہوتا کیا ہے کہ والد بزرگوار ہوتے ہیں اور وہ کام شروع کر دیتے ہیں بڑے بیٹے

آتے ہیں کام میں شریک ہوجاتے ہیں مگر وضاحت نہیں ہوتی کہ بیٹا آپ میرے ساتھ تنخواہ پر کام کررہے ہو یا میں نے آپ کو اس میں کچھ حصے دیئے ہیں کچھ وضاحت نہیں اور اگر کوئی کہہ دے تو کہتے ہیں میرا تو سب کچھ بیٹے کا ہے، یہ سب کچھ بیٹے کے نام کر کے دیکھو اگلے دن اگر بیٹے نے باپ کو باہر نہ کیا تو آپ دیکھنا، یہ ساری زبانی باتیں اور جھوٹی تسلیاں ہیں۔

انسان مطلبی ہے:

انسان بڑا مطلب پرست ہے پھر اس کو باپ کے خرچ پر بھی بڑی تکلیف ہوگی کہ یہ ابا کیا چیز ہے پتہ نہیں کیوں پیسے لیتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہوا تو میرے پاس آئے کہ جی یہ جو وراثت ہے اس میں کیا بہنوں کو بھی حصہ دینا ہے میں کہا اس پر آپ کو کیا اشکال ہے کہنے لگا کہ اس کی شادی پر ابو نے بڑا خرچہ کیا تھا میں نے کہا کہ آپ کی شادی مفت میں ہوئی تھی کہا نہیں خرچہ تو ہوا تھا اب آپ دیکھیں کہ بہن کا خرچہ نظر آتا ہے مگر اپنے خرچے کا اس کو کوئی پتہ نہیں ہے۔

ایک آدمی نے اپنی زندگی میں سب کچھ تقسیم کردیا تاکہ بعد میں مسئلہ نہ بنے پھر اس شخص کی حالت یہ ہوئی کہ محلّہ کی مسجد سے اس کے لیے کھانا آتا تھا کوئی بیٹا کھانا دینے کو تیار نہیں تھا کیونکہ سب کچھ قبضہ میں آگیا اب باپ کی چھٹی ہوگئی، یہاں قبضہ ہوچکا ہے اب آپ میرے ماتحت آگئے ہیں پھر وہ ایسا کرتے ہیں کہ جیسے گنّے والا گنّے کی مشین میں گنا پیس کر رس نکالتا ہو، ملکیّت کا ممتاز نہ ہونا یہ خاندانوں میں اختلاف کی بنیادی وجہ بنتی ہے، جھگڑے کی بنیادی جڑ یہی ملکیّت کا ممتاز نہ ہونا ہے کہ آپ نے واضح نہیں کیا کہ کون کس چیز کا مالک ہے نماز روزے کو دین سمجھ لیا حج عمرے کو دین سمجھ لیا قرآن کی تلاوت کو ذکر اذکار کو دین سمجھ لیا۔

ہم اپنی اولاد کیلئے باعث فتنہ نہ بنیں:

مگر معاملات زندگی کو درست سمت پر چلانا ہے کہ والدین کے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد اختلاف نہ ہو ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کے انتقال کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال دینا خود تو چلے گئے مگر بعد والے اختلاف اور جھگڑے میں پڑ گئے پھر زندگی پوری عدالتوں میں کورٹ میں گزر جاتی ہے جس کا فیصلہ آتے آتے زندگی گزر جاتی ہے کیوں کہ اس حکم پر عمل نہیں ہوا'' کہ ہر چیز کی وضاحت ہونی چاہیے''۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ ہمارے والد محترم حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری عمر میں جب حضرت صاحب فراش ہو گئے تھے باہر آنا جانا ان کا کم ہو گیا تھا فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس کھانا لے کر جاتے تھے تو حضرت کو کھانا کھانے کے بعد بہت جلدی ہوتی تھی کہ برتن جلدی لے جاؤ اسی طرح جب کوئی کتاب کتب خانے یا مدرسہ سے منگوالی جیسے ہی وہ کام ہو جاتا تو فوراً کہتے تھے کہ جلدی کتاب وہاں پر پہنچاؤ تو ایک دن مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ حضرت آپ ایک دم اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں پانچ دس منٹ تاخیر ہو بھی جائے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں پتہ چلا کہ حضرت فرمانے لگے کہ بھائی میں اپنے وصیّت نامہ میں یہ بات لکھ چکا ہوں کہ جس کمرے کے اندر میں ہوں اس کمرے کے اندر جو کچھ ہے یہ میری ذاتی ملکیّت ہے اس کے علاوہ دوسری چیزیں میں لوگوں کو دے چکا ہوں یہی کمرے والی چیزیں میری میراث ہیں اور فرمایا کہ میں ڈر ہوتا ہے کہ میری طبیعت خراب ہے اور ایسی حالت میں اگر میرا انتقال ہو گیا تو میری وصیّت میں درج ہے کہ کمرے کے اندر میری میراث ہے اور وہ برتن میری وصیّت کے مطابق نہیں ہے اسی وجہ سے میں جلدی اٹھانے کا کہتا

ہوں۔

اندازہ کریں کتنی فکر اور ڈر ہے، یہ ہے دین داری کا کام پھر کہتے ہیں کہ جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو جنازے پر حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب نور اللہ مرقدہ تشریف لائے تو وہ بھی بہت کمزور اور بیمار تھے تو ہمارے والد صاحب کا کچھ خمیرا تھا تو ہم نے ان کو وہ دیا کہ حضرت اس کو کھائیں تاکہ آپ کی طبیعت کچھ بحال ہو جائے تو ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ بھائی یہ تو آپ کے والد صاحب کا تھا اب تو یہ ورثاء کا ہو گیا ہے میں کیسے لوں یہ تو سب کا حق ہے تو حضرت تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ ہم سب بھائی عاقل بالغ ہیں سب کی اجازت ہے آپ اس کو کھائیں اندازہ کریں ایک چمچہ خمیرا لینے کے لیے کتنا محتاط تھے کہ اب یہ ورثاء کی ملکیت میں چلا گیا ہے۔

اور آج یہاں کام والد کرتا ہے، ایک بیٹا آتا ہے، دوسرا آتا ہے پیسے اٹھا کر لے جا رہے ہیں، کہتے ہیں کہ کیا حساب کرنا ہے بیٹے سے، کیا حساب کرنا ہے بھائی سے، ایک طرف تو ہم اتنا تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور دوسری طرف ادھر انتقال ہونا ہے اور اگلے دن اختلافات اور جھگڑے شروع کر دیتے ہیں۔

ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایک صاحب کا انتقال ہوا تو ان کے جو ورثاء تھے ان میں سے ایک وارث کو انکا رکھا ہوا سونا معلوم تھا تو وہ اس کمرے سے ہی باہر ہی نہیں جا رہا تھا سب ورثاء ادھر ادھر جا رہے ہیں اور وہ اسی کمرے میں بیٹھا ہوا ہے کہ کوئی اٹھا کر نہ لے جائے یہ حالت ہے ہماری۔

میرے دوستو!! انسان بڑا ہی کمزور ہے اسلام نے جو احکام دیئے ہیں اس کا تعلق صرف اس سے نہیں ہے کہ انسان صرف اپنی آخرت سنوارے اور صرف آخرت کی تیاری کرے بلکہ اس دنیا میں بھی اچھی زندگی گزارے اس دنیا کے اندر بھی اسی زندگی ایک اسوہ اور نمونہ ہو جیسے کہ ایک مسلمان کی زندگی ہوتی ہے اسی لیے نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا تَعَاشَرُوْا کَالْاِخْوَانِ وَتَعَامَلُوْا کَالْاَجَانِبِ معاشرت بھائیوں کی طرح کرو، رہن سہن رشتہ داری پڑوس داری بھائیوں کی طرح کرو مگر جہاں معاملات کا مسئلہ ہے تو وہ اجنبی کی طرح کرو یعنی بالکل صاف اور شفاف واضح ہونا چاہیے اس لیے اختلاف کی وجہ ملکیّت کا ممتاز نہ ہونا ہے۔

باپ کاروبار میں بیٹے کی حیثیت واضح کردے:

والد کو چاہئے کہ وہ وضاحت کردے کہ بیٹا آپ میرے ساتھ تنخواہ پر ہوتا کہ کل مسئلہ نہ بنے اب جب والد کا انتقال ہوتا ہے تو وراثت تقسیم ہوتی ہے تو ایک بھائی نے ۱۰ سال کام کیا ہے ایک نے بیس سال کام کیا ہے ایک تیس سال کام کیا ہے تو وراثت تو برابر تقسیم ہوگی اب وہ تیس سال والا بھائی کہتا ہے کہ وہ ہی بیس سال والے کو بھی مل رہا ہے، دس سال والے کو بھی وہی مل رہا ہے، اب اگر آپ نے وضاحت کردی کہ آپ کی تنخواہ یہ ہے تو اتنے عرصہ کی اس نے تنخواہ وصول کرلی ہے۔ اگر ان میں سمجھداری ہوئی تو اختلاف نہیں کریں گے۔ میراث میں سب برابر ہیں محنت کا بدلہ آپ نے تنخواہ کی مد میں وصول کرلیا ہے اس لیے سب سے پہلا کام یہ کریں کہ ملکیّت واضح کریں کہ کون کس چیز کا مالک ہے ہاں حسن سلوک الگ ہے اسلام اس کی اجازت دیتا ہے اپنے والدین کے ساتھ بہن بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اچھی بات ہے۔

۲......اجتماعی زندگی سے خودغرضی کا خاتمہ ضروری ہے:

جب انسان خودغرضی دکھاتا ہے جس کو آج کی اصطلاح میں کہتے ہیں اپنا الو سیدھا کرو اور چلتا بنو، ابا سے کام بنا تو ابا کا احترام ہوگا، کام بیٹے سے ہوا تو اس کا احترام ہوگا اس طرح پڑوسی سے کام ہوا تو اس کا بھی احترام شروع ہوجائے گا اور اگر کام نہ ہوا تو سلام کرنے کے روادار بھی نہیں ہیں، خودغرضی انسانوں میں انسان کی

قیمت کو کم کر دیتی ہے کہ انسان خود غرض اور مفاد پرست نہ ہو بلکہ اس کے دل میں اپنے خاندان کے لیے اپنے رشتہ داروں کے لیے رشتہ داری اور صلہ رحمی کا وہ جذبہ ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول اللہ ﷺ نے بتایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اس اللہ کی نافرمانی سے بچو جس اللہ کے نام کا تم واسطہ دیتے ہو رشتہ داروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اب یہ رشتے اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان رشتوں میں انسان کو جوڑا ہے، اللہ اور اس کے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ان رشتوں کو جوڑو اور ان کو آگے بڑھاؤ ان رشتوں میں محبت اور الفت پیدا کرو۔

قطع رحمی کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے:

اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو جو رشتوں کو توڑنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جنّت میں نہیں جا سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: من احب ان یبسط لہ فی رزقه وان ینسأله فی اثره فلیصل رحمة (بخاری) کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں کشادگی پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت پیدا کریں تو وہ صلہ رحمی کرے، اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک ان کے ساتھ ہمدردی کرنا ان کے دکھ درد میں خیال کرنا یہ اگر انسان ہو سلیم الفطرت ہو تو پھر اس کا دل چاہے گا، کون سا انسان ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر اس کے والدین بیمار ہوں اور وہ یہ کہہ دے جاؤ میں تو سو رہا ہوں مجھے اس وقت نیند آ رہی ہے، اسی طرح ننھیال کے رشتے میں خالہ ہے ماموں ہیں ددھیال کے رشتے ہیں چچا ہیں پھوپی ہے اگر ایک سلیم الفطرت انسان ہوگا تو اس کو ان کی تکلیف پر دکھ اور تکلیف ہوگی انسان تو انسان ہے شریعت تو کسی جانور پر بھی ظلم و تعدی سے منع کرتی ہے۔ اگر کسی جانور پر بھی ظلم ہوتا ہے تو اسلام اس سے منع کرتا ہے ایسے شخص کو قابل ملامت کہتا ہے بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک عورت نے بلی کو قید کیا وہ بھوک سے مر گئی اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو جہنم

میں ڈال دیا۔

اگر یہ بچیاں ہمارے گھر آتی ہیں تو ان کا اکرام کریں ان کی خوشی کا سامان پیدا کریں بچی کی خوشی پر میرا اللہ خوش ہوتا ہے کیسی بہترین تعلیم شریعت محمدی ﷺ نے دی ہے۔ آج اسی تعلیم سے ہم دور ہو گئے خود غرض اور مفاد پرست ہو گئے بیٹی سے بیٹے سے باپ سے ماں سے غرض ہر رشتے میں ہم نے خود غرضی کو شامل کر دیا ہے اسی وجہ سے آپس میں جھگڑے ہوتے ہیں اور پھر رشتے دار آپس میں دور ہو گئے اور پھر یہی مفاد پرستی اور خود غرضی خاندانوں کی تباہی کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اس لیے کہ وہ انسان اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے جیتا اور مرتا ہے۔ وہ صلح رحمی اور رشتہ داری اور اس کے حقوق اور خاندان کے ساتھ جو اسلام کی تعلیم ہے وہ سب بھول جاتا ہے۔ صرف اس چکر میں ہوتا ہے کہ میری جیب بھر جائے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسکی جیب تو نہیں بھرتی مگر سارے خاندان کے اتفاق و اتحاد محبّت و الفت کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے ایسا شخص دنیا میں چہرا دکھانے کے قابل نہیں ہوتا اور آخرت کی جو ذلت اس کے مقدر میں ہے وہ تو ہو گی۔

میرے دوستو!!! اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ صرف اور صرف اس لیے کہ میرا اللہ صلہ رحمی سے خوش ہوتا ہے اور میرا خاندان آپس میں مضبوط ہوتا ہے اور پھر خاندان کو جوڑنے والے کی تو اپنے خاندان میں عزت ہوتی ہے غیر بھی اس کی عزت کرتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ

شکر

شکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ
وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ○ حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی
وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا
مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا
یَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا وَقَالَ رَبِّ
اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ
وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَدْخِلْنِیْ
بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ○

(پارہ ۱۹، سورۃ النمل: آیت ۱۷، ۱۸)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

آپ حضرات کے سامنے میں نے سورہ نمل کی تین آیتوں کی تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جنات، انسانوں اور پرندوں کی جماعتیں کھڑی کردی گئیں اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت صرف انسانوں پر نہ تھی بلکہ جنات اور پردوں پر بھی تھی اور ہوا پر بھی تھی۔

اب حضرت سلیمان علیہ السلام کسی جگہ کے لیے روانہ ہوئے اس دوران ان کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں چونٹیاں تھیں تو ان چونٹیوں کی سردار نے ان سے کہا کہ اے چونٹیو اپنی بلوں میں چلی جاؤ کہیں بے خیالی میں لشکر تم لوگوں کو روند نہ ڈالے، اور ان کو تمہارے روندے جانے کا پتہ بھی نہیں ہو۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی بات پر ہنس پڑے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا انعام اور فضل مجھ پر کیا کہ چیونٹی کی بات مجھے سمجھا دی اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ اے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں۔ جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ میں اچھے اعمال کرلوں جن کو آپ پسند کریں وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ اور مجھے اپنی رحمت سے صالحین بندوں میں داخل فرمادے۔

شکر گزار اور ناشکرے میں تقابل:

یہ سورت نمل کا دوسرا رکوع ہے اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کا ذکر کیا ہے حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ رب العزت نے ایک ناشکرے انسان اور ایک شکر گزار انسان کا تقابل کیا ہے کہ دیکھو بادشاہ فرعون بھی تھا حکومت اور دولت فرعون کے پاس بھی تھی، فوجیں اور طاقت حتیٰکہ دنیا کی ہر چیز فرعون کے پاس تھی۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس طاقت حکومت اور مال سب کچھ تھا۔مگر دونوں میں فرق تھا کہ فرعون ذلیل اور رسوا ہو گیا،اور حضرت سلیمان علیہ السلام عزت اور اعلیٰ مقام پا گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس تقابل سے ہمیں یہ سبق دیا کہ فرعون حاکم تھا مالدار تھا مگر ناشکرا تھا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا باغی تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام حاکم تھے مگر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے فرمانبردار تھے شکر گزاری کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کس اونچے مقام کو پا گئے اور ناشکری کی وجہ سے فرعون کا کیا حال ہوا۔

اس تقابل کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور گویا ہمیں یہ سبق دیا کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے گا تو وہ عزت پا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اور نعمتیں عطا فرمائے گا اور جو ناشکری کرے گا اس کی نعمتیں اس سے چھنتی چلی جائیں گی وہ کامیابیوں سے کوسوں دور ہوتا چلا جائے گا۔

اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول ذکر کیا ہے: لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيۡدَنَّكُمۡ شکر کرو گے تو نعمت بڑھے گی وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِيۡدٌ۝ اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر میری پکڑ بڑی سخت ہے عموماً جب انسان کو نعمت مل جاتی ہے تو وہ اس نعمت کی وجہ سے اپنے منعم کو بھول جاتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ نعمت میرا کمال ہے،میری قسمت بڑی اچھی ہے میرے اندر بڑا کمال ہے، میں اگر مٹی کو بھی ہاتھ لگاؤں تو وہ بھی سونا بن جائے،اور اگر کسی چیز سے میں پیچھے ہٹ جاؤں تو وہ خاک ہو جائے،وہ ہر فضل وکمال کو اپنی صلاحیتوں کا نتیجہ سمجھتا ہے اور اس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یہ فرعونی اور قارونی مزاج ہے۔

بندوں پر خدائی انعام محض اس کا فضل ہے:

جب قارون سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر دیا کرو تو اس نے کیا کہا؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللهُ اِلَيْكَ

اس کے ذریعہ سے اپنی آخرت کو سنوارو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اچھا کیا ہے تم بھی ایسا ہی اچھا برتاؤ کرو۔ تو اس نے اس کا جواب کیا دیا:

اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ

یہ جو نعمت اور مال میرے پاس ہے یہ میرے علم کی وجہ سے ہے یہ مال یہ دولت یہ میری دن رات کی محنت ہے آج بھی لوگ کہتے ہیں اس فیکٹری اور اس مل کو ترقی دینے میں میرا خون پسینہ شامل ہے میں نے اس پر بڑی محنت کی ہے یہ ساری باتیں قارونی ہیں محنت تو بہت سارے کرتے ہیں مگر ان کی محنت رنگ نہیں لا رہی۔ کیوں اس وجہ سے کہ اگر کسی کی محنت میں اللہ تعالیٰ ترقی دیتے ہیں اور اس کا نتیجہ اچھا آتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننا چاہیے نہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اپنا حق سمجھے کیونکہ اللہ پر کسی چیز کا عوض دینا واجب نہیں جس کو بھی دیتا ہے محض اپنے فضل واحسان سے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اپنا حق سمجھیں گے تو پھر اس کا استعمال بھی اپنی مرضی سے کریں گے جیسے کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ میرا مال ہے میں نے محنت کی ہے مرضی بھی میری ہی چلے گی تو پھر اس کا یہ مال اس کے لیے دنیا وآخرت میں وبال بن جاتا ہے، وہ مال اس کو رسوا کر دیتا ہے اس کو تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے تو پھر وہ شخص اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کو تلاش کریگا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے مال دیا ہے تو میں اس کو وہاں خرچ کروں جہاں اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہو۔

اور یہ گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ جو مجھے دے رہا ہے اگر مجھ سے ناراض ہو گیا تو وہ روزی کے تمام دروازے بند کر دے گا اس لیے کہ اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس

ہے اسی وجہ سے آپ نے سنا ہوگا جو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ناشکری کرتا ہے وہ فرعون ہو یا قارون، اللہ تعالیٰ ان کو تباہ برباد کر دیتا ہے اس کے برخلاف حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جنہوں نے اس حکومت اور مال کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا اور اس پر شکر گزاری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ترقی دی آگے تیسری رکوع میں آتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْ ءَ اَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ○

یہ میرے رب کا مجھ پر فضل ہے یہ کوئی میرا حق نہیں ہے اور وہ رب مجھے آزما رہا ہے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر ادا کرتا ہے اس کا فائدہ اس کی ذات کو ملتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز ذات ہے وہ رب کسی کی حمد وثناء اور تعریف کا محتاج نہیں ہے اس ذات کی تو آسمان وزمین میں عزت ہے جو بھی اس رب کی حمد وثنا کرے گا وہ خود عزت پالے گا۔

انسان کو خدائی نعمت پر شکر ادا کرنا چاہئے:

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے کان میں اس چیونٹی کی بات اللہ تعالیٰ نے پہنچائی حضرت نے اس کو سنا اور اس بات پر مسکرائے اور اس موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کی اور اپنے رب کا شکر ادا کیا تو معلوم ہوا کہ جب بھی انسان کو کوئی نعمت ملے تو سب سے پہلا کام یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ بھی انسان سے یہ تقاضہ کرتا ہے کہ میرا شکر ادا کرے جیسے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے گھرانے کے لوگوں سے کہا کہ اعملوا ال داؤد شکرا اے داؤد کے گھرانے والو شکر کیا کرو۔

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ○ اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر کا طریقہ کیا ہے فرمایا کہ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے

سے نیچے والوں کو دیکھا جائے اور اگر اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو گے تو پھر ناشکری ہوگی
۔

اگر آپ نے پاس ایک سواری ہے تو ان کو دیکھو جن کے پاس کوئی سواری نہیں ہے آپ اگر کسی جگہ کام کر رہے ہو آمدن کم ہے تو ان کو دیکھو جو قرضوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور جس کی آمدن آپ سے کم ہے، صحت ہے تو بیمار کو دیکھو، تمہارے پاس اگر مکان ہے تو ان کو دیکھو جو بغیر مکان کے جھگی میں رہتے ہیں، تب جا کر شکر ادا کرو گے اپنے اندر قناعت پیدا کرو۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء کیا اس پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاؤ تو آپ سب سے بڑے مالدار بن جاؤ گے۔

کسی نے کیا خوب کہا:

واستعن ما اغناك ربك بالغنا

واذا تصبك خصاصة فتحمل

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو تجھے استغناء کی دولت دی ہے اس سے مالا مال ہو جا اور اگر تجھے کوئی رنج پہنچے تو تحمل سے کام لے۔

میرے دوستو! اپنے نیچے والوں کو دیکھو گے تو شکر گزاری کی توفیق ہوگی اور سکون قلب حاصل ہوگا۔

ایک نمازی نے مجھے کہا کہ میں گاڑی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ جا رہا تھا تو موٹر سائیکل پر ایک مرد اور عورت جا رہے تھے اور وہ مسکراتے ہوئے جا رہے تھے اور مجھے میرے گھر والوں نے کہا کہ کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہنس رہے ہیں اچھی سواری پر بیٹھ کر جانے والا اس کو دیکھ کر حسرت کر رہا ہے یہ طریقہ ہے ناشکری کا ہم آج دیکھتے ہیں کہ فلاں مجھ سے بہت آگے نکل گیا ہے میں بھی وہاں تک پہنچ جاؤں ان ہی حسرتوں میں اس کی زندگی کٹ جاتی ہے کہ صبح شام حسرت کرتا رہتا ہے اور جو اللہ

تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اس کی صبح شام اللہ تعالیٰ کی فکر اور اس کے شکر میں گزرتی ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرِ کَالصَّائِمِ الصَّابِرُ کھانا کھا کر شکر کرنے والا ایسا ہے جیسا روزہ رکھ کر صبر کرنے والا۔ اللہ رب العزت بندے سے شکر گزاری پر خوش ہوتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا اور ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی جہاں وہ چاہتے تھے وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ اور سرکش قسم کے جنات ہم نے ان کے تابع کر دیئے تھے هَٰذَا عَطَاؤُنَا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہماری عطا تھی وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ اور ان کا ہمارے ہاں بڑا ہی مرتبہ تھا کیوں اس وجہ سے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ تمام تعریفیں اور حمد وثناء اس اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے ہمیں بہت سارے بندوں پر فضیلت عطا کی آج مجھے اور آپ کو بلکہ ہر انسان کو کتنی نعمتیں عطاء کی ہیں جن کو ہم گن بھی نہیں سکتے ہیں وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا اتنی نعمتیں ہیں کہ ان کا گننا مشکل ہے مگر ہماری زبان پر شکر کے الفاظ نہیں آتے ہیں کمی اگر ہے تو وہ صرف اور صرف شکر ادا کرنے کی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دین تو نام ہی صبر اور شکر کا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نعمت ہے تو شکر ادا کرتا ہے خوشی ہے صحت ہے راحت ہے، ان سب حالتوں میں شکر ادا کرتا ہے اور اگر یہ ساری نعمتیں نہیں ہیں یا کوئی تکلیف یا کوئی پریشانی ہے، تو پھر اس پر صبر کرتا ہے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ نے تقابل فرما کر یہ سبق ہمیں دے دیا کہ فرعون ناشکرا

تھا فاسق فاجر تھا ظالم تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ○ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا فرمائیں۔

اور فرمایا ہمارے پاس ان کا بڑا مرتبہ ہے دنیا میں بھی عزت پا گئے اور آخرت میں بھی ان کو اعلیٰ مقام اور عزت عطا فرمائیں گے امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جنّت میں سب سے پہلے وہ انسان جائے گا جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا ہو فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں تو پتہ چلا کہ خوشی اور غمی دونوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں تب پتہ چلتا ہے کہ کامل ایمان اور کامل مومن کس کو کہتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ خوشی ہو تو خرچ کریں اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں اور اگر غم آئے یا کوئی اور مسئلہ آئے تو اس میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیں۔ ہر حال میں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں ایک ایک نعمت کا نام لے کر شکر ادا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری نعمتوں میں اور اضافہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

نظام الاوقات کی ترتیب

نظام الاوقات کی ترتیب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالیٰ: وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْہِ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفُرْصَۃُ.

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

ہر انسان کے لئے اپنا ایک نظام الاوقات ہونا چاہیے کہ اس کا وقت کیسے خرچ ہو۔ کس طرح وقت کا نظام بنانا چاہیے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اور بالخصوص مسلمان کو بڑا ہی قیمتی بنایا ہے۔ بہت ہی مختصر وقت کے لیے بھیجا ہے مگر بڑے بڑے کام لئے اور

اس مختصر وقت میں عظیم کارنامے انہی لوگوں نے انجام دیئے، جنہوں نے اپنی زندگی میں وقت اور نظام کو ترتیب سے بنایا ہے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کو دیکھیے کہ انہوں نے کتنا کام کیا ہے جب وہ شہید ہوئے تو جو کام وہ اکیلے کرتے تھے بعد بہت سارے علماء پر تقسیم کیا گیا۔ اسی طرح حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شفیع رحمۃ اللہ علیہ یہ وہ لوگ تھے جن کے علمی اور سماجی کارناموں کو موجودہ زمانے کے لوگوں نے دیکھا ہے اور اگر پہلے لوگوں کی بات کی جائے تو فورا ذہن میں آتا ہے کہ وہ تو صحابہ کرام تھے محدثین تھے ہم تو 2014 کے لوگ ہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے نظام الاوقات بناتے ہیں۔

صحت اور وقت نعمت ہیں:

میں نے جو سورۂ عصر کی تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں کہ قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے زمانے کی قسم کھا کر اس کو گواہ بنایا ہے کہ تم لوگ کیوں وقت کو ضائع کر رہے ہو اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتیں انسان کو ایسی حاصل ہیں جن میں وہ بہت نقصان کر رہا ہے۔ ایک صحت دوسرا وقت صحت ہے تو آپ کتنے سارے کام کر سکتے ہیں، اگر صحت ہے تو عبادات کر سکتے ہیں، صحت ہے تو معاملات کر سکتے ہیں، صحت ہے تو لوگوں کی خدمت کر سکتے ہیں اسی لیے تو اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دو نعمتیں انسان کے ساتھ ہیں مگر انسان اس کی قدر نہیں کرتا ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ ہر نعمت کے انسان پر تین حق ہیں:

۱...... نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے اس کی قدر کرو۔

۲...... نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس نعمت کو پہچانو اس کی قدر دانی کرو۔

۳...... اس نعمت کو صحیح مصرف میں استعمال کرو۔ اس لیے زندگی اور وقت بہت

بڑی نعمت ہے جو آج مجھے اور آپ کو ملی ہوئی ہے، تو اس زندگی کو مرتب انداز میں نظام الاوقات بنائیں۔ نظام الاوقات کا مقصد کیا ہے؟ کیوں نظام الاوقات بنایا جائے۔ نظام الاوقات کا مقصد یہ ہے کہ میرا کوئی بھی وقت ضائع نہ ہو ورنہ پھر کیا ہوتا ہے کہ کوئی نظام الاوقات نہیں ہوتا تو کوئی چائے کے لیے لے جاتا ہے کوئی کھانے کے لیے لے جاتا ہے اور کوئی باہر سڑک میں کھڑا ہو جائے گا اور اسی طرح باتوں میں وقت ضائع کر دے گا؟ اور اگر کچھ بھی نہیں ہوا تو موبائل سے کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ مطلب بے تکی اور بے اصول زندگی گزار رہے ہیں۔

دفتر میں گئے بیٹھے تو بیٹھ ہی گئے کہتے ہیں کہ جی آج ہی تو آئے ہو بیٹھ جاؤ، کام کی کوئی بات نہیں گھنٹوں وقت ضائع کر دیں گے اور کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک حد رکھی ہے، روزہ فرض کیا ہے سال میں ایک ہی مہینہ اس کی حد ہے۔ یہاں سے آغاز اور یہاں پر اختتام آغاز کے لیے وقت مقرر کیا ہے کہ یہاں شروع یہاں اختتام، یہ جو افراط اور تفریط ہے کہ ہم چلے تو چلتے ہی گئے اور جہاں ہم رکے تو رک ہی گئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کا کوئی نظام الاوقات نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے زندگی مختصر اور کام بڑا دیا ہے میدان بڑا ہے مگر زندگی اور وقت مختصر ہے اگر یہ انسان اپنی زندگی کو مرتب کر لے گا تو یہ بہت کام کر لے گا اور ایسے ہی لوگ کام کرتے ہیں۔

نظام الاوقات بنانے کا طریقہ کار:

اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ انسان روزانہ رات کو صبح ہونے سے پہلے دن کے کاموں کو مرتب کر لے، اس کو لکھ لے کہ سب سے پہلے تہجد کی نماز پڑھنی ہے یا نماز فجر پڑھنی ہے پھر اس کے بعد اپنے نظام الاوقات بنائے چوبیس گھنٹوں کو تقسیم کر لے چھ گھنٹے سے آٹھ گھنٹے انسان کی نیند کے ہیں باقی سولہ گھنٹے رہ گئے۔ اب ان کو تقسیم کریں

کہ اس میں دفتر کے کتنے گھنٹے ہیں اس میں عبادات کے کتنے گھنٹے ہیں اس میں گھر والوں کے لیے کتنا وقت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے علم کے لیے کتنا وقت ہے، پانچ وقت کی نماز ہمیں اس چیز کا درس دیتی ہے، کہ وقت کی پابندی کریں۔ ہر کام اس کے وقت پر کرنا کامیاب لوگوں کا اصول ہے اور یہی کامیاب لوگوں کی کامیابی کا راز ہے کہ وہ وقت پر سارے کام کرتے ہیں بیماریاں کیوں ہو رہی ہیں یہ شوگر اور بلڈ پریشر کی بیماریاں کیوں ہو رہی ہیں کھانے کے نظام الاوقات میں ساری گڑبڑ ہوگئی ہے گیارہ بجے ناشتہ ہوتا ہے دن کا کھانا تین بجے ہوتا ہے، اور رات کا کھانا گیارہ بجے اور پھر کھا کر سو جاتے ہیں اب کولسٹرول بھی بڑھ رہا ہے شوگر بھی بڑھ رہی ہے حتی کہ ہر قسم کی بیماریاں بڑھ رہی ہیں کیوں اس وجہ سے کہ نظام الاوقات سارا خراب ہو گیا ہے اور اگر کہا جائے کہ اس کو ترتیب سے کرو تو کہتے ہیں کہ کیسے ہوگا یعنی نیت ہی نہیں کرتے ہیں۔

ایک طبقہ تو وہ ہے جو نظام الاوقات بناتا ہی نہیں ہے، بہت بڑا طبقہ ہے اور کہتے ہیں یہ سارے فضول کام ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی کا کوئی مقصد ان کے سامنے نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کو اچھی سیلری مل جائے اچھا کھانا مل جائے، اور اچھے کپڑے اور سواری مل جائے بس ختم زندگی گزر رہی ہے سارے کام وقت پر مل رہے ہیں پھر نظام الاوقات کی کیا ضرورت ہے ان لوگوں کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے لیکن اس کے برعکس جو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی زندگی کو با مقصد بناوے اور میں دنیا میں رہتے ہوئے کوئی کام کر کے جاؤ جو میرے لیے صدقہ جاریہ بنے اور میرے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قرب کا ذریعہ بنے تو وہ ضرور نظام الاوقات بنائیں۔

اس لیے روزانہ رات کو آدھا گھنٹہ اس پر صرف کریں مگر جو نہیں بناتے وہ کہتے ہیں آدھا گھنٹہ ایک گھنٹہ اس پر خرچ کریں اس طرح بات کرتے ہیں جیسے کہ بہت بڑا

وقت صرف ہو رہا ہے۔ مگر دن میں جو وقت آپ ضائع کرتے ہیں اس کی طرف بھی کبھی دیکھا ہے۔ یہ آدھا اور ایک گھنٹہ آپ کے باقی گھنٹوں کو ایسا مرتب کرے گا کہ آپ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہوگا۔

نظام الاوقات کا فائدہ:

نیند کا وقت کھانے کا وقت عبادات کا وقت غرض ساری چیزوں کا جب وقت مقرر ہوگا تو آپ کی ایک کامیاب زندگی گزرے گی، یہ اسلام کی تعلیمات ہے یہ دین کا ایک حصّہ ہے۔

نظام الاوقات بنانے کے چار اصول:

۱......اصول پر پابندی کرنا، حضرات فرماتے ہیں کہ جب ایک کام کے لیے وقت مقرر کردیا ہے اب اگر دل پر آرے چلیں تب بھی اسی کام کو کرنا ہے جس کے لیے وقت مقرر کیا ہے، اس کو چھوڑنا نہیں ہے۔

۲......اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی ہے کہ یااللہ مجھے اس پر ثابت قدم فرما

۳...... نظام الاوقات کا جائزہ لینا، اور جانچ پڑتال کرنا

۴......شرعی عذر میں آپ اس کو ترک کرسکتے ہیں۔

چاروں اصول کی تفصیلات:

۱......وقت کی پابندی: اگر آپ نے وقت مقرر کردیا کہ یہ میرا وقت ہے قرآن کی تلاوت کا، ذکر کا، اب اس وقت میں تلاوت کرنی ہے ذکر کرنا ہے اب ایسا نہیں ہے کہ ایک دن کی، دوسرے دن اس کی چھٹی کردی یا یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ چلو بھائی کل کرلیں گے۔ فرض تو نہیں ہے لیکن اس صورت میں گاڑی نہیں چلے گی، ہمیں سستی نے مار دیا بیٹھے ہوئے ہیں تو اٹھنے کا نام نہیں لیتے بس پورا دن اسی طرح گزار دیں گے مگر

سستی کو ختم نہیں کریں گے۔ مومن سست نہیں بلکہ چست ہوتا ہے، پھسپھسا مسلمان خدا کو پسند نہیں، اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا کہ جب نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں پھر اذان ہوگئی۔ پھر وقت ہوگیا تو اس سے پتہ چلا کہ سست منافق ہوتا ہے مؤمن مرد مجاہد ہوتا ہے جب نماز کے لیے اٹھتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا وقت ہوگیا اور آج کے زمانے میں تھوڑی سی نماز لمبی کردیں یا تھوڑی تاخیر ہوجائے تو بس امام صاحب کی خیر نہیں ہوتی ہے۔

بندہ پوچھے کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے یا منٹ گن رہے تھے دو منٹ اوپر ہوگئے اور اگر ہم بولیں کہ آپ کے کھانے میں دس منٹ تاخیر ہوگئی ہے اس طرف کوئی بات نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سستی اور کاہلی نے ہمیں ناکام بنادیا ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ چستی علاج ہے تمام بیماریوں کا، سستی گناہ کا تقاضہ ہے، تو اب اس سستی کا جس سے علاج ہوگا وہ ہے چستی،

اب اگر آپ نے نیت کرلی ہے کہ آج کے بعد نماز نہیں چھوڑنی تو اب اس میں پختگی اسی وقت آئے گی جب ہمارے اندر سے سستی ختم ہوگی اور چستی آئے گی۔

طاعت کی پابندی اور گناہوں سے بچنا دونوں کا علاج چستی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہی سارے تصوف کا خلاصہ ہے سارے بزرگان دین کی محنت کا خلاصہ یہی ہے کہ مومن چاق وچوبند ہوجائے، نظام الاوقات کی پابندی کرنا اور اس پر جم جانا اسی سے کامیاب زندگی ملتی ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ٥ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کہیں گے کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے۔

یہاں تو چار سال کے بچے کو اگر اسکول میں داخلہ کے لیے لے کر جاؤ تو کہتے

ہیں امتحان ہوگا۔ اگر اس چار سال کے بچے کا داخلہ کے لیے امتحان لازمی ہے تو وہ مومن جو اللہ تعالیٰ پر، رسول اللہ ﷺ پر، آخرت پر حساب کتاب اور جزاء وسزاء پر ایمان رکھنے والا ہو تو اس کی زندگی میں کوئی امتحان نہیں آئے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ کوئی گلاب جامن چم چم تو نہیں ہے کہ کھاتے جاؤ اور مزہ لیتے جاؤ کہ چلو بڑا مزا آرہا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس پر امتحان آئیں گے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول ﷺ کی فرمانبرداری پر جمنے پر ایک زبردست ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ اور یہ ہمت اور حوصلہ انسان کو دین کی برکت سے حاصل ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، جب آپ نے نظام الاوقات بنا دیا اب اس پر پابندی لازمی کرو تب جا کر اس کے فوائد حاصل ہونگے۔

۲...... ہر صبح اللہ کی مدد و نصرت کے طالب رہیں: روزانہ دن کے آغاز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ یہ جو دن کی میری ترتیب ہے آپ ہی اس کو میرے لیے آسان فرمادیں اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول پاک روزانہ جب صبح فجر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج طلوع ہو جاتا تھا تو یہ دعا فرماتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا هٰذَا وَلَمْ یُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں آج کا دن عطا فرمایا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا ہے۔

کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں آج نماز پڑھنے کا موقع ملا ذکر کرنے کا موقع ملا تلاوت کرنے کا موقعہ ملا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ وَخَیْرَ مَافِیْهِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْیَوْمِ وَشَرِّ مَافِیْهِ وَشَرِّ مَابَعْدَهٗ اے اللہ میں آپ سے آج کے دن کی بھلائی چاہتا ہوں اس دن میں جتنی خیریں ہیں وہ آپ سے چاہتا ہوں اور اس دن کے بعد جو خیر ہیں وہ بھی آپ سے چاہتا ہوں اور

آج کے دن کی برائیوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور اس دن میں جو برائیاں ہیں اور اس دن کے بعد جو برائیاں آئیں گی ان سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَفَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَاتَہٗ وَھُدٰی اے اللہ آج کے دن کی خیر چاہتا ہوں، آج کے دن کی کامیابی چاہتا ہوں آج کے دن کی آپ سے مدد، روشنی، برکت اور ہدایت چاہتا ہوں یہ وہ دعائیں ہیں جو رسول ﷺ دن کے آغاز میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے اسی طرح شام کو بھی دعائیں کیا کرتے تھے صبح وشام کی جتنی دعائیں ہیں ساری کتابوں میں موجود ہیں ان کو پڑھنے کی ترتیب ہونی چاہیے تاکہ ان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل ہوسکے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں اس لیے نہیں بھیجا کہ صرف کھانا سونا اور پینا ہے بلکہ ایک مقصد کے لیے بھیجا ہے جس کے بارے میں بعد میں پوچھا جائے گا تو نظام الاوقات کا دوسرا اصول ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مدد حاصل کرنے کہ یہ جو ترتیب میری ہے اس میں مجھے کامیابی عطا فرما۔

۳...... ہر شام کو دن بھر کا احتساب: روزانہ شام کو جب اپنے دن کی ترتیب بنائیں تو گزشتہ چوبیس گھنٹوں کا جائزہ لینا خبر گیری کرنا کہ فلاں فلاں کام میں نے کرنے تھے وہ کرلئے اگر نہیں کیے تو کیوں نہیں کئے تو گزشتہ چوبیس گھنٹوں کی کوتاہیوں کی تلافی کرنے کے لئے اپنے اوپر خود ہی جرمانہ لگایا جائے، ایک نمازی نے مجھے کہا کہ فجر کی نماز میں میری آنکھ نہیں کھلتی ہے میں نے کہا کہ میرے پاس اس کا علاج ہے۔ جس دن آپ کی آنکھ نہ کھلے اس دن آپ ایک ہزار روپے اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ کرو تو وہ آگے سے ہنس پڑے تو میں نے کہا کہ علاج بتا رہا ہوں اس پر عمل کرو اس کے بعد اگر آپ تہجد کے لیے نہ اٹھے تو مجھے پھر آکر کہنا۔

جب آپ ایک ہزار روپے خرچ کرو گے تو آپ کو پتہ چلے گا مگر ہم اس مقصد کو

حاصل نہیں کرنا چاہتے اصل بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہم نے خود بنانا ہے جب خود اس کے لیے تیار نہیں ہیں تو دوسرا کتنا ہی زور کیوں نہ لگا لے وہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔

ایک محاورہ ہے کہ علم اگر سمجھ نہیں آتا تو جہالت دیکھ لیں جنّت اگر اچھی نہیں لگتی تو جہنّم دیکھ لیں، اچھائی آپ کو سمجھ نہیں آتی برائی کو دیکھ لیں، پھر دیکھنا آپ کے ساتھ کیا ہوتا ہے ذرا قرآن کریم میں سابقہ امم کے احوال پڑھیے جنھوں نے حکم خداوندی کو نہیں مانا ان کے ساتھ پھر کیا ہوا جنھوں نے اپنی فکر نہیں کی ان کے ساتھ پھر کیا ہوا ہے۔

میرے دوستو!! کامیابی اور نظام الاوقات کا تیسرا کامیاب اصول یہ ہے کہ رات کو گزرے ہوئے دن کا جائزہ اور احتساب کرنا۔

۴......کوئی اہم ترین کام درپیش ہو تو نظام الاوقات میں ترمیم کرنا: یہ جو نظام ہوگا یہ ہمارا بنایا ہوا ہوگا لہٰذا ہمارے نظام الاوقات کو متاثر کرنے والی کوئی بات پیش آسکتی ہے۔ مگر ہمیں اپنے نظام کی پابندی کرنی ہے، بعض اوقات کوئی ایسا مسئلہ بھی پیش آسکتا ہے جو نظام الاوقات کے مرتب چارٹ میں موجود کام سے اہم ہو تو آپ کو اس مسئلہ کی وجہ سے اپنے اس نظام الاوقات کو آگے پیچھے کرنا ہوگا۔ مثلاً عصر کے بعد میں تلاوت کرتا ہوں اور والد صاحب بیمار ہیں ان کو ہسپتال لے کر جانا ہے، اب آپ ان کو یہ نہ کہیں کہ میں نظام الاوقات خراب نہیں کرسکتا، میں تو عصر کے بعد تلاوت کرتا ہوں بعد میں آپ کو دوائی وغیرہ لا کر دوں گا یا بعد میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا نہیں بلکہ پہلے والد صاحب کی خدمت کریں یہ فرض ہے اور لازمی ہے یا یہ وقت میرا دفتر جانے کا ہے اور خاندان میں کوئی فوتگی ہوگئی آپ نے کہا کہ میں تو دفتر جا رہا ہوں یہ شرعی عذر آگیا ہے اور یہ شرعی عذر نظام الاوقات سے افضل ہے اس کے لئے مرحوم کے جنازے میں جانا ہے پڑوسی کو کوئی تکلیف ہے رشتہ دار کو کوئی تکلیف ہے اس میں ضرور جائیں ان کی خبر گیری کریں یہ ان کا حق ہے اس کو ادا کریں۔

یہ چار اصول علماء نے لکھے ہیں ان کو اپنے شب روز کا بلک۔ساری زندگی کا نظام الاوقات بنائیں، اس کا مقصد یہی ہو کہ میری یہ زندگی صحیح استعمال ہو جائے کام میں لگ جائے، میری یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جب چاہے گا میری روح کو لے لیگا میری یہ زندگی اس عظیم مقصد میں لگ جائے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہوں تو اس زندگی کے لیے نظام الاوقات ہونا چاہیے ۔اس نظام الاوقات کے مطابق ہم زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تواضع عاجزی انکساری

تواضع، عاجزی، انکساری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ○ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ○

محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورہ فاطر کی آیتیں تلاوت کی ہیں ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے:

اے لوگو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اور تعریفوں والا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو لے جائے اور نئی مخلوق اللہ تعالیٰ پیدا کریں اور یہ کام اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو یہ بات بتائی ہے کہ اے انسان ہر عمل میں ہر قول اور فعل میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں ہے وہ تو بے نیاز ذات ہے ساری کائنات کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اللہ الصمد سب اس کی طرف جھکتے ہیں وہ کسی کی طرف نہیں جھکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عقل نہ دیتا تو لوگ ہمیں پاگل کہتے اگر ہمیں صحت نہ دیتا تو ہم بیمار ہوتے ہمیں مال نہ دیتا تو ہم مفلس اور نادار ہوتے ہمیں اولاد نہ دیتا تو ہم لاولد ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ صحت مال ھدایت اولاد سب کے حصول میں ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں دنیا اور آخرت کی جتنی نعمتیں ہیں ان میں سے ایک ایک نعمت میں ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر تم میری نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو تم گن نہیں سکو گے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہاتھ اور پاؤں نہ دیتا تو آج ہم لولے لنگڑے معذور اور اپاہج ہوتے آنکھ سے محروم رکھتا تو ہم اندھے ہوتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥ تم اپنی ذات میں نہیں دیکھتے ہو، کہتے ہیں کہ جی ہمارے پاس کیا ہے بڑا برا حال ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی ذات میں دیکھو اپنے نفس میں دیکھو اپنی آنکھ اپنی عقل اپنے ہاتھ پاؤں کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے بغیر مطالبہ کے صحیح سالم طریقہ سے آپ کو بنا کر بھیجا ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور جو محتاج ہوتا ہے تو اس میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے اس میں جھکاؤ ہوتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا مانگنے والے کو کہ وہ محتاج ہوتا ہے تب ہی مانگتا ہے۔ کس عاجزی سے وہ مانگتا ہے جب ہم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو پھر ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور

انکساری دکھانی ہوگی۔ اپنے آپ کو عاجز بنا کر پیش کرنا ہے، اس کو کہتے ہیں شریعت میں تواضع اپنی انا کو مٹانا۔ اپنی "میں" کو ختم کرنا ہے۔ تو عاجزی اور تواضع آئے گی۔

محسن انسانیت ﷺ کا تواضع:

ہمارے بڑے بزرگوں کو لفظ "میں" سے بہت ہی نفرت تھی اگر ان سے کوئی پوچھتا تو کہتے تھے بندہ کو فلاں کہتے ہیں، یہ نہیں کہتے تھے میں فلاں ہوں وہ کہتے تھے کہ یہ لفظ میں خطرناک لفظ ہے۔ رسول پاک علیہ السلام سید الانبیاء ﷺ ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ کا مرتبہ ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول پاک علیہ السلام کسی سے مصافحہ فرماتے تھے تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ اس سے نہیں چھڑاتے تھے تاوقتیکہ دوسرا خود چھڑالے۔ اور آپ کسی کے سامنے بیٹھ کر اپنا چہرہ اس شخص کی طرف کردیتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی تواضع تھی اور فرمایا کہ کبھی آپ ﷺ نے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

فرماتے ہیں کہ میں ایسا کھاتا ہوں جیسا کہ ایک غلام کھاتا ہے۔ اور جب صحابہ کرام میں بیٹھتے تھے تو پتہ نہیں چلتا تھا کہ رسول پاک علیہ السلام کون سے ہیں۔ اپنے زانو آگے نہیں نکالتے تھے، امتیازی شان نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وفود آتے ہیں مدینہ منورہ میں اور ہر ایک کی تمنا ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو دیکھے آنے والے کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ یہ ہیں تو ہم آپ کے لیے ایک چوکی بناتے ہیں تاکہ آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوں تو اس وقت آپ ﷺ نے اس کی اجازت دیدی اور جب آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ کہیں جاتے تھے تو آگے نہیں چلتے تھے۔ صحابہ کرام کے ساتھ بیچ میں چلتے تھے اسی وجہ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو بتایا تھا کہ اگر میں راستہ میں کہیں جارہا ہوں تو میرے پیچھے دوڑ نہ لگایا کرو اور میرے پیچھے نہ آیا کرو۔

کائنات کا سب سے پہلا گناہ کبیرہ:

سب سے پہلی نافرمانی اور گناہ جو کائنات میں ہوا ہے وہ کیا تھا وہ تکبّر ہی تو تھا جو شیطان نے کیا تھا اس نے عاجزی اختیار نہیں کی کہ میں بڑا ہوں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ملائکہ کو حکم ملا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو اس وقت شیطان کا نام عزازیل تھا جس طرح حضرت جبرائیل حضرت عزرائیل وغیرہ نام ہیں اس کا نام عزازیل ہے اور ملائکہ میں رہتا تھا سب نے سجدہ کیا مگر اس نے کہا انـا خیر منه میں آدم سے خلقتا بہت بہتر اور افضل ہوں اس پر دلیل کیا دی؟ دلیل یہ دی کہ آدم مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ مٹی پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے اس میں پستی ہے، میں آگ سے پیدا ہوا ہوں، اور آگ کا خاصہ بلندی ہے اور اسکے شعلے آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ میں مٹی کے سامنے جھکوں یہ نہیں ہوسکتا۔

یہ مردود فرشتوں میں رہنے والا آسمان میں رہنے والا، اللہ کی عبادت کرنے والا ۔توسل ملائک کا لقب اس کو دیا جاتا تھا، آسمانوں میں مختلف القاب تھے۔ کہاں وہ القابات وہ مجلس مبارک جگہ، لیکن اس کی اپنی سرکشی تکبّر اور نافرمانی کے سبب اللہ رب العزت نے اسے کہا فَـاخْـرُجْ مِـنْـهَـا فَـاِنَّكَ رَجِـيْـمٌ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے تم دھتکارے ہوئے ہو۔

کہاں فرشتوں کی مجلس، اور کہاں اللہ تعالیٰ کی دشمنی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان میرا دشمن ہے۔اِنَّ الشَّـيْـطٰـنَ لَـكُـمْ عَـدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اے انسان شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھ کر رہنا۔ لیکن یاد رکھنا اس شیطان سے بھی ایک بڑا دشمن ہے۔اس لیے کہ جب شیطان دشمن بنا تو اس وقت تو یہ شیطان نہیں تھا شیطان کو جس چیز نے بھڑکایا وہ ہے نفس تو شیطان کو نفس نے برباد کیا تو آج ہمارا دشمن نفس بھی ہمیں بربادی کی طرف لے کر جاتا ہے یہ نفس انسان کے اندر ''میں'' خود غرضی

سرکشی خود نفسی خودسری پیدا کرتا ہے اور اس ''میں'' نے شیطان کو آسمانوں کی بلندیوں سے زمین کی پستی میں لا کھڑا کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ اور رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا ہوگا جس کو جنّت کا ہر دروازہ بلائے گا کہ آیئے آیئے فرمایا کہ وہ ابوبکر صدیق ہوگا۔ اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کو دنیا میں رسول پاک علیہ السلام نے جنّت کی بشارت دی ہے جن کی صحابیت قرآن سے ثابت ہے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب کے احسانات کا بدلہ میں دنیا میں ادا کر چکا ہوں مگر حضرت ابوبکر صدیق کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن میرا اللہ ادا کرے گا۔

لیکن اس سب کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا کاش کہ میں ایک پرندہ ہوتا، کاش کہ میں گھانس کا ایک تنکہ ہوتا کہ مجھے جانور کھا جاتے کاش کہ میں مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ اسی لیے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تعریف کی، اسی لیے تو حضرت جرائیل علیہ السلام نے ٹاٹ کا لباس پہنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون سا لباس ہے جرائیل امین نے فرمایا آج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ لباس پہنا ہے اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا ہے کہ تمام فرشتوں کو فرمایا کہ یہ لباس پہنو، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام بھیجا ہے کہ جاؤ ابوبکر کو میرا اسلام دو یہ باتیں ایسے نہیں ملتی ہیں۔ اپنے آپکو مٹانے اور اپنی ''میں'' کو ختم کرنے سے ملتی ہیں۔

اسی ''میں'' نے تو فرعون کو تباہ کیا وہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا دعوی کرتا تھا، اسی ''میں'' نے ابوجہل کو برباد کیا، میں سردار ہوں۔ اسی ''میں'' نے قارون کو تباہ کیا جو کہتا تھا یہ مال میں نے قابلیت پر کمایا ہے، اسی ''میں'' نے قوم عاد و ثمود کو تباہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثالی تواضع:

مدینہ منورہ میں تابعین میں سے ایک شخص آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہوئی تو ان سے پوچھا من انت آپ کون ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں،

آپ نے تعارف کیسے کروایا یہ نہیں فرمایا کہ مجھے علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ مجھے فاتح خیبر کہتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یہ نہیں فرمایا کہ میں حسن حسین جنت کے سرداروں کا والد ہوں۔ بلکہ کتنا مختصر جملہ فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں، ایسی تواضع اور ایسی عاجزی صحابہ کرام میں پائی جاتی تھی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندیاں عطا کی تھیں۔

اور ہماری مثال ہر ایک سمجھتا ہے کہ یہ سامنے والا کیا ہے، بڑا ہی کمزور ہے وہ کہتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے کہتے ہیں متکبّر کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی پہاڑ کے اوپر جا رہا ہے اور ایک نیچے کی طرف آ رہا ہے۔ نیچے والا جب اوپر والے کو دیکھتا ہے کہتا ہے کہ یہ چھوٹا سا کون جا رہا ہے اور اوپر والا کہتا ہے کہ یہ نیچے کون چھوٹا سا جا رہا ہے تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ چھوٹا ہے حالانکہ سب چھوٹے ہیں کوئی بڑا نہیں ہے۔ بڑا بننے کے لیے اپنے کو مٹانا پڑتا ہے۔ جس کے لیے خوب ریاضتیں اور مجاہدے کرنے پڑتے ہیں جو بغیر شیخ اور مربی کے ممکن نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تہجد کی نماز پڑھ کر یہ دعا کر رہے ہیں: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً وَفِیْ اَعْیُنَ النَّاسِ کَبِیْراً اے اللہ مجھے اپنی آنکھوں میں چھوٹا کر دیں اور دوسروں کی آنکھوں میں بڑا کر دے۔

یہ صحابہ کرام کے حالات تھے جو نبی پاک علیہ السلام سے انہوں نے حاصل کیے تھے کہ عاجزی جو اختیار کرے گا اس کو دین کی سمجھ آئے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا۔

تصوف کی حقیقت:

حضرت سلیمان ندوی ؒ بڑے مشہور عالم گزرے ہیں جنہوں نے سیرت النبی ﷺ پر چھ جلدوں پر مشتمل کتاب تحریر فرمائی ہے، کتاب لکھنے کے بعد ان کے دل میں یہ بات آئی کہ کتاب تو میں نے چھ جلدوں میں لکھ دی ہے سیرت کے متعلق مگر کیا سیرت کی جو باتیں ہیں وہ میرے اندر بھی پائی جاتی ہیں یا نہیں تو دل میں آیا کہ حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا ہوں ان کی کوئی خدمت کروں گا کوئی میری اصلاح ہو جائے گی اس زمانہ میں حضرت تھانوی زندہ تھے۔ آکر کچھ دن قیام کیا اور جب روانہ ہونے لگے تو حضرت تھانوی سے فرمایا کہ حضرت مجھے کوئی نصیحت کیجیے حضرت تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجیے تو میں سوچ میں پڑ گیا کہ اتنا بڑا عالم اس امت کے اتنے بڑے، عالم کو میں کیا نصیحت کروں۔ تو میں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری زبان سے وہ بات کہلوا دے، جس کی وجہ سے ان کی بھی بہتری ہو اور میری بھی بہتری ہو، تو فرماتے ہیں کہ میرے دل میں فوراً یہ بات آئی، تو میں نے ان سے کہا کہ مولانا یہ جو تصوف کا سلسلہ ہوتا ہے یعنی پیری مریدی کا سلسلہ اس کی ابتداء اور انتہاء اپنے آپ کو مٹانا ہے۔

اس کا پہلا اور آخری سبق یہی ہے کہ اپنے آپ کو مٹاؤ یہ تصوف کی حقیقت ہے فرمایا کہ مولانا کا یہ حال تھا کہ ایک زمانہ میں کسی نے دیکھا کہ تھانہ بھون میں خانقاہ کے باہر لوگوں کی جوتیاں سیدھی کر رہے تھے۔

مفتی اعظم ہندوستان مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی مثالی تواضع:

ہندوستان کے مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جن کے فتاوی دار العلوم دیوبند پاکستان کے ہر دار الافتاء میں آپ کو ملے گا یہ جس محلے میں رہتے تھے اس محلہ

میں کچھ بیوا خواتین رہتی تھیں، جب صبح دارالعلوم جاتے تھے تو وہاں جانے سے پہلے ان کے گھر جاتے اوران سے کہتے تھے کہ بازار سے کچھ منگوانا ہے تو میں لا کر دیتا ہوں تو کوئی کہتی میرے لیے پیاز لانا ہے تو کوئی آلو منگواتی۔ مولانا ان سب کو ان کا مطلوبہ سامان لا کر دیتے۔ بسا اوقات مولانا فرماتے ہیں کہ خواتین فرماتی تھیں کہ بابا جی ہم نے آپ کو دوسری چیز کا کہا ہے آپ وہ تو نہیں لائے حضرت فرماتے تھے کہ کوئی بات نہیں لاؤ میں تبدیل کر کے لے آتا ہوں۔ یہ ہندوستان کے مفتی اعظم کہلاتے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں کتنی برکت دی۔ دنیا کے کونے کونے میں ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ موجود ہیں۔

محترم دوستو!!

انسان سے لوگ فیض اٹھائیں انسان سے لوگوں کو نیکی ملے اس کے لیے اپنے کو مٹانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے مقام کو بلند اور نمایاں کرے جو اپنے کو مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عاجزی انکساری اور تواضع والی زندگی عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہماری اور پوری امت مسلمہ سے تکبر جیسی بیماری دور کرے اور اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ

تواضع اور عاجزی بلندی کا ذریعہ

تواضع اور عاجزی بلندی کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ، فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ ، وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ، فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ ،وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ ، وَحَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ .

محترم دوستو اور بزرگو!!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک حدیث مبارکہ بیان کی جس کا ترجمہ ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے درانحالیکہ وہ منبر پر تشریف فرما تھے، اور فرمایا

کہ اے لوگو تواضع اختیار کرو عاجزی اختیار کرو بے شک میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے گا مگر لوگوں کی نگاہوں میں وہ بڑا سمجھا جائے گا۔ اور جو تکبّر اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو گرا دے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا مگر لوگوں کی نگاہوں میں وہ گرا ہوا ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے ہاں کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

اسلام نے ہمیں جن اخلاق کی تعلیم دی ہے انہی میں سے ایک حکم تواضع کے اختیار کرنے کا ہے یہ وہ حکم ہے کہ قرآن کریم میں اور حدیث مبارکہ میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور حقیقتاً انسان بندہ کہلاتا ہے اور بندے کے مناسب بندگی ہی ہے۔ اور بندگی کا اظہار تواضع اور عاجزی سے ہوتا ہے تواضع اور عاجزی یہ عبدیت کا مظہر ہے، جب کہ تکبّر بڑائی یہ خدائیت کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کے مالک کے لیے بڑائی ہے اس کی شان یہی ہے وَلَـهُ الْكِبْرِيَـاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور انسان تو عبد ہے اور عبدیت کے لیے تواضع ہی ہے اور پھر یہ انسان خاکی نسل کا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا ہے اور مٹی کا کام یہ ہے کہ زمین پر پڑی رہتی ہے اور بچھی رہتی ہے۔ اور اگر یہ مٹی اڑنا شروع کر دے اور اوپر کی طرف آنا شروع کر دے تو پھر اس مٹی کو صاف کر دیا جاتا ہے پھر اس سے نفرت کی جاتی ہے اس لیے کہ مٹی کے مناسب ہے بچھنا اور پڑنا، اڑنا اور اوپر آنا اس کی شان ہی نہیں ہے۔

کامیابی کے لیے تکبّر سے اجتناب ضروری ہے:

اسی طرح خاک سے بننے والا یہ انسان اس کا کمال اور عزت شان تواضع ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے

لیے عاجزی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلند مرتبے پر لے جائے گا۔ اور جو تکبّر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو گرا دے گا۔

اس لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو اپنے کو بھلا سمجھے وہ خدا تعالیٰ کے ہاں برا ہے اور جو اپنے کو برا سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلا ہے فرمایا بتاؤ بہتر کون سا ہے۔ ہم خود اپنے کو بھلا سمجھیں یہ بہتر ہے یا اللہ تعالیٰ ہمیں بھلا بنا دیں یہ بہتر ہے۔ صاف بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھلا بنائیں وہی بہتر ہے۔ تو اس کے لیے اپنے آپ کو مٹانا ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ تکبّر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔ جب محبت نہیں کرتا تو پتہ چلا کہ یہ ناپسندیدہ لوگ ہیں جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں۔ اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔ خدا کے ہاں ایسا شخص ذلیل سمجھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو عاجزی کرنے والا عاجز شخص بہت محبوب ہے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے احد پہاڑ کو سونا بنا دیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ایک دن کھاؤں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں۔ اور دوسرے دن کھانے کو نہ ملے تو اس پر صبر کروں ہر عمل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاجزی کو اختیار کرتے تھے کہ جب ایک دن نہیں ہوگا تو دوسرے دن ملے گا تو شکر کی صفت پیدا ہوگی اور جس بندے میں شکر کی عادت پیدا ہوگئی اس میں تکبّر کبھی پیدا نہیں ہوگا اور اس میں ہمیشہ عاجزی کی صفت پیدا ہوگی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا زمین میں اکڑ کر مت چلا کرو اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ہماری زمین کو پھاڑ نہیں سکتے ہو اور اونچائی میں ہمارے پہاڑوں کو نہیں پہنچ سکتے ہو۔ تو پھر

کیوں زمین پر اکڑ کر چلتے ہو۔

کیا زمین کو پھاڑنا چاہتے ہو یقیناً ایسا نہیں کر سکتے، اور کیا اپنی گردن کو اونچائی میں پہاڑوں کے برابر کرنا چاہتے ہو یہ کام بھی تم سے ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ تکبّر کرنا خود کو ذلیل کرنا ہے اور عاجزی کرنا اپنے آپ کو بلند کرنا ہے۔

عاجزی کیلئے بلند دعووں سے اجتناب کریں:

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ جو ہمارے ہی زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے بڑی عجیب مثالیں دیتے ہیں ایک مثال انہوں نے دی کہ جب پلاؤ پکتا ہے ابتدائی وقت میں اس کے اندر بڑا ہی جوش ہوتا ہے۔ اس میں آواز اور حرکت ہوتی ہے تو جب یہ حرکت اور آواز نکال رہا ہو تو کہتے ہیں ابھی چاول کچا ہے اور جب یہ کہتے ہیں کہ اب اس کا دم نکل گیا ہے تو اس وقت نہ اس میں آواز ہوتی ہے اور نہ شور، تو اس وقت اس سے خوشبو نکلتی ہے ذائقہ آتا ہے، تو اب وہ کھانے کے قابل ہو جاتا ہے اس طرح جب انسان جوش دکھاتا ہے آوازیں نکالتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں ہمارے ہاں جب الیکشن ہوتے ہیں تو ہر ممبر آتا ہے جلسہ وغیرہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں یہ کام کرونگا میں ایسا کرونگا آپ کیا کر سکتے ہو تمہیں خود اگر کوئی بیماری لگ جائے تو کچھ نہیں کر سکتے اور کیا کرو گے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے ہیں بس صبح شام ان کی زبان پر یہی ہوتا ہے میں یہ کام کرونگا میں فلاں کام کرونگا۔ صرف اپنی بڑائی اور دوسروں کی برائی کرتے ہیں جب اس سے بڑائی اور انا کا بت نکل جاتا ہے تب جا کر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی آیت ہے جب حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے ملکہ سباء کو خط لکھا تھا کہ مسلمان ہو کر آجاؤ ورنہ مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ تو اس ملکہ سباء نے اپنے مشیروں اور وزیروں سے مشورہ کیا اور پھر اس خاتون نے کہا کہ دیکھو اِنَّ الْمُلُوْكَ

اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً دنیا کے بادشاہوں کا یہ قانون ہے جب وہ کسی ملک کو قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں ان کو گرادیتے ہیں۔ اوران کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ ہماری حکومت مضبوط رہے ان کو اپنے عہدہ پر نہیں رکھتے فرمایا اس طرح جب اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کسی کے دل میں آتی ہے تو اس دل سے تکبر وغرور کے بت کو نکالا جاتا ہے تب جاکر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت آتی ہے۔ اگر وہ خود بڑا بنا ہوا ہے کہ میں کوئی بڑا افلاطون ہوں یہ ساری دنیا میں چلانے والا ہوں تو اس سے دل میں خدا کی بڑائی کیسے آئے گی۔ جب اپنے کو عظمت والا سمجھے گا تو خدا کی عظمت دل میں کیسے آئے گی جب دل سے اپنی بڑائی اپنی عظمت اور انا کا بت نکلے گا تب جا کر اللہ کی عظمت بڑائی سمجھ میں آئے گی۔

زمین پر اپنے آپ کو مٹانے والا آسمان پر بلند ہوتا ہے:

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر آکر کہا لوگو عاجزی اختیار کرو اگر تم نے عاجزی اختیار کرلی تو اللہ تعالیٰ تم سے کام لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے نیکیاں پھیلائے گا، اچھے کام کروائے گا دین کی خدمت کروائے گا لوگوں کے دل میں تمہاری عزت اور عظمت کو بٹھائے گا۔

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضرت جبرائیل امین تشریف لائے حضرت جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور سامنے سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں تو حضرت جبرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ھذا ابو ذر یہ ابوذر ہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا او تعرفونہ کیا آپ ابوذر کو پہچانتے ہیں یہ تو زمین پر رہنے والا مدینہ منورہ کا ایک شہری ہے آپ تو آسمان پر رہتے ہو، تمہارا کیا واسطہ ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمانے لگے ابوذر کو آسمان

کے فرشتے زمین والوں سے زیادہ جانتے ہیں ابوذر کا تذکرہ تو ہمارے ہاں بہت زیادہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا عمل ہے اس کا؟ جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا تذکرہ کریں گے جب محبت نہ ہو تو خود کیا اگر کوئی دوسرا بھی اس کا تذکرہ کرتا ہو تو اس کو مزا نہیں آئے گا۔ تو خیر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عمل ہے تو حضرت جبرائیل امین نے فرمایا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے دو عمل ہیں ایک اس کے دل کا عمل ہے اور ایک اس کے بدن کا عمل ہے فرمایا کہ اس کے دل کا عمل یہ ہے کہ اپنے آپ کو بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو مٹا کر رکھا ہے۔ اور جو زمین میں خود کو مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان کی بلندیوں تک اس کو پہنچاتا ہے، اور دوسرا عمل کہ ان کو سورت اخلاص سے بہت زیادہ محبت ہے اور یہ اس کو کثرت سے پڑھتے رہتے ہیں ان دو عملوں کی وجہ سے یہ آسمان پر جتنے مشہور ہیں اتنے زمیں پر مشہور نہیں ہونگے۔ اس کو کہتے ہیں تواضع۔

اکابرین کا تواضع:

لاہور میں ایک مشہور دینی ادارہ ہے جامعہ اشرفیہ اس کے جو بانی ہیں ان کا نام تھا حضرت مفتی حسن صاحبؒ ان کے بیٹے کا بیان ہے کہ ایک دن ہمارے والد صاحب اور والدہ صاحبہ گرمی کے زمانے میں گھر کے صحن میں سوئے ہوئے تھے۔ تو رات کو بونداباندی ہوگئی تو ان کی والدہ انھیں اپنی چارپائی برآمدے میں کی اور اپنے بیٹے کو اٹھایا کہ والد صاحب کو اٹھاؤ کیونکہ وہ ایک پاؤں سے معذور تھے چل نہیں سکتے تھے، چارپائی میں اٹھالونگی اور آپ ان کو پکڑ کر چارپائی پر لٹادیں، کہتے ہیں کہ میں اٹھا میں نے والد صاحب کو پکڑا اور والدہ نے چارپائی برآمدے میں لگائی تو والد صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگے کہ بیٹا مجھے معاف کرنا میری وجہ سے آپ کی نیند

خراب ہوگئی، ایک والد اپنے بیٹے سے کہہ رہا ہے جبکہ بیٹے کا والد پر یہ حق ہے، مگر خود کو اتنا مٹایا تھا کہ خود کو اس لائق بھی نہ سمجھا۔

تو ایسے لوگوں سے اللہ رب العزت کام لیتا ہے، آج بھی ان کا ادارہ قائم ہے اور دین کا کام ہو رہا ہے۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جب انگریز کے خلاف تحریک چلائی تو ہندوستان ،افغانستان ترکی ہر جگہ حضرت کا نام تھا تو ہندوستان کے علاقہ اجمیر کے مولانا معین الدین اجمیری کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہو کہ میں جا کر اس شخص سے ملاقات کروں کہ یہ کون شخص ہے۔ اتنی عظیم شخصیت کہ جس نے انگریز کے خلاف تحریک چلائی ہے۔ یہ اجمیر سے روانہ ہوئے اور دیوبند پہنچے اور دیوبند پہنچ کر وہاں تانگہ والے سے کہا کہ مجھے شیخ الہند کے گھر جانا ہے، دنیا میں وہ شیخ الہند کے نام سے مشہور تھے اور دیوبند میں ان کو بڑے مولوی صاحب کہا جاتا تھا تو اس تانگہ والے نے کہا کہ بڑے مولوی صاحب کے گھر فرمایا ہاں وہیں جانا ہے یہ وہاں گئے دروازے پر دستک دی اندر سے ایک شخص لنگی اور ایک بنیان پہنے ہوئے باہر آ گیا انہوں نے کہا کہ مولانا محمود الحسن شیخ الہند سے ملنا ہے، انہوں نے کہا کہ آیئے تشریف رکھیے اور پھر ان کو پنکھا چلانا شروع کیا تو انہوں نے کہا کہ میرا نام معین الدین ہے میں اجمیر سے آیا ہوں شیخ الہند سے ملنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کو گرمی لگی ہوئی ہے پانی پیجئے ملاقات ہو جائے گی، پھر ان کو کھانا لا کر دیا تو معین الدین اجمیری نے فرمایا آپ کبھی کھانا لا رہے ہیں کبھی پانی لاتے ہیں مجھے ان سے ملاقات کرنی ہے میں یہاں کھانے پینے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ جب دیکھا کہ وہ بہت غصہ ہو رہے ہیں تو فرمایا کہ بھائی شیخ الہند تو یہاں کوئی نہیں ہے البتہ بندہ کو محمود الحسن کہتے ہیں۔

پھر وہ حیران ہوئے کہ جس کو دنیا شیخ الہند کہتی ہے وہ کبھی مجھے پنکھا جھل رہے

ہیں کبھی کھانا لا رہے ہیں، یہ عاجزی اور انکساری تھی جس نے ان کو بلندیوں تک پہنچایا تھا رمضان کے مہینے میں ایک حافظ صاحب ان کے ہاں تراویح پڑھاتے تھے ہر تین دن میں قرآن ختم ہوتا تھا تو وہ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ایک رات میں سو رہا تھا کہ میرے پاؤں کوئی دبا رہا ہے میں نے سمجھا کہ کوئی شاگرد ہوگا اور آنکھیں بند کر دیں جب زیادہ دبانے لگے تو میں نے دیکھا کہ وہ شیخ الہند ہیں میں نے کہا کہ حضرت یہ کیا غضب کر دیا ہے کہا غضب کس بات کا تم قرآن سناتے ہو تمہاری خدمت بہت ضروری ہے۔

یہ تواضع تھی ان میں اسی تواضع کی وجہ سے شیخ الہند کا ترجمہ پوری دنیا میں پہنچ چکا ہے جو انہوں نے قرآن پاک کا کیا تھا ان کے فیض کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں اسی وجہ سے پھیلا دیا کہ انہوں نے خود کو مٹا رکھا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو ایسا بلند کیا جس کا ہم صرف تصور کر سکتے ہیں بس ایک زمانہ تھا لوگ عمل کرتے تھے کسی کو بتاتے نہیں تھے بلکہ چھپا کر رکھتے تھے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا کہ لوگ عمل کرتے تھے اور بتاتے تھے، اب تو عمل کرنے سے پہلے اشتہار لگا دیتے ہیں کہ میرا ارادہ ہے میں حج کرونگا میں فلاں مسجد بنانے والا ہوں میں فلاں کام کرنے والا ہوں ابھی تک کیا کچھ بھی نہیں ہے صرف اور صرف اپنے نفس کو پال رہے ہیں تا کہ لوگ کہیں کہ وہ جی وہ ان کا یہ پروگرام ہے۔ بس صرف لوگ تعریف کرنا شروع کر دیں عجیب حالت ہے ہماری وہ کتا جو سڑک پر سوتا ہے، مگر صبح اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے ہم نرم بستر پر سوتے ہیں مگر صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ فجر کی نماز نہیں پڑھتے۔

ہم اس کتے سے بھی بدتر ہیں کہ صبح اٹھتے ہیں تو زبان پر پھر بھی شکوے ہوتے ہیں شکر نہیں ہے جو شکر کرے گا اس میں عاجزی آئے گی خدا تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکر ادا کرنا شکر کا مطلب کیا ہے یا اللہ میں تو اس کا اہل نہیں تھا مگر یہ آپ کی مہربانی ہے۔

آپ کا فضل ہے اگر آپ نہ دیتے تو مجھے کون دیتا۔ اس کو شکر کہتے ہیں اور فرمایا جو انسان جتنا شکر گزار ہوگا اتنی ہی اس میں عاجزی آئے گی۔ شکر کے ساتھ تکبّر جمع نہیں ہوسکتا۔

میرے محترم دوستو!!

اسی وجہ سے قرآن پاک اور احادیث میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اپنے اندر تواضع اور عاجزی کو پیدا کریں، جتنی عاجزی تواضع اختیار کریں گے اتنا ہی ہم اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہونگے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے تکبّر اور بڑائیوں والی بری صفات کو صاف کر کے عاجزی، انکساری اور تواضع والی صفات کو پیدا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

صلح بین المسلمین

صلح بین المسلمین اور انسان کی عظمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ
وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ
قَالَ اللّٰہ تعالٰی: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا
بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (سورۃ
الحجرات)
عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْ
مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

محترم دوستو اور میرے مسلمان بھائیو!

آپ حضرات کے سامنے میں نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۰ تلاوت کی ہے، آیت مبارکہ کا ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: پکی بات ہے کہ مسلمان آپس

میں بھائی بھائی ہیں بس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروالیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

جناب نبی ﷺ کی دو احادیث شریف صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف سے میں نے پڑھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نَفْسِی بِیَدِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ کوئی بندہ مومن نہیں بن سکتا حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْ یہاں تک کہ وہ پسند کرے اپنے مسلمان بھائی کے لیے مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ جو کچھ وہ پسند کرتا ہے اپنی ذات کے لیے۔

دوسری روایت حضرت جریر ابن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے بیعت کی نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ نماز کے قائم کرنے پر اور زکوٰۃ کے ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی چاہنے پر یہ آیت مبارکہ اور یہ جو احادیث مبارکہ آپ کے سامنے پڑھی ہیں ان میں جو ایک بات مشترک ہے وہ ہے مسلمانوں کی خیر خواہی کو چاہنا اور مسلمانوں میں صلح کروانا آپس میں جوڑ پیدا کرنا یہ اہل ایمان کا کام ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اس ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام میں ایسی محبتیں پیدا فرمائیں، ایسا جوڑ پیدا فرمایا اور ایسا اتفاق واتحاد ان میں آیا کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردی تو تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ تم تو جہنم کی آگ کے گڑھے کے کنارے پڑے تھے فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا بس اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس گڑھے سے بچالیا اور اس جہنم کے گڑھے کے

کنارے پر کیوں تھے۔اس وجہ سے کہ کفر تھا ایمان نہیں تھا اور توحید کی جگہ شرک تھا اور کفر اور شرک نے دلوں میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں عربوں کی جنگیں دنیا میں ہورہی تھیں وہ ہروقت کسی نہ کسی وجہ سے لڑتے رہتے تھے۔تریسٹھ سال،ننانوے سال ایک سوبیس سال تک ان میں چھوٹی چھوٹی بات پر جنگیں ہوتی رہیں۔

لیکن وہی صحابہ کرام جب مسلمان ہوگئے ایمان لے آئے تو دلوں میں اتنی محبت پیدا ہوئی جب کوئی مسلمان کوئی ہدیہ کسی گھر میں بھیجتا تھا تو وہ دوسرے گھر بھیج دیتا تھا کہ یہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔اسی طرح وہ کسی اور کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھتا تھا وہ اس کو بھیج دیتا تھا یہاں تک روایت میں آتا ہے کہ وہ چیز اسی گھر میں واپس آجاتی جہاں سے گئی تھی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ایثار ومحبّت کی تاریخی مثال:

میدان شہادت میں صحابہ کرام زخمی ہیں تیر اور تلوار کا زخم ہے پیاس لگی ہوئی ہے۔ اور اس حال میں ایک شخص پانی مانگتا ہے،آپ سوچئے جب گرمی میں ہمیں پیاس لگتی ہے تو اس وقت ہماری کیا حالت ہوتی ہے ایسے میں عرب کے تپتے صحراء کی گرمی میں تیر اور تلوار کے زخم کھائے ہوئے کٹے پھٹے وجود زندگی اور موت کی کشمکش میں پانی کو طلب کرتا اور جب اس کو پانی پیش کیا جاتا ہے تو برابر سے اس کو آواز آتی ہے کہ مجھے بھی پانی چاہیے تو وہ صحابی اس حال اور اس کیفیت میں اتنی محبت اور اتنی الفت کہ فرمایا مجھے چھوڑو اس کو پلاؤ آگے گئے تو اس کے برابر سے آواز آئی کہ مجھے پانی چاہیے اس نے آگے والے کو پانی دے دیا حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ تاریخ اس دوسرے صحابی پر رک جاتی تو بھی بہت بڑی بات تھی موت کے وقت پانی کی پینے کی اپنی خواہش کو بھائی کی خواہش پر قربان کردینا، یہ ایمان کے بغیر نہیں ہوسکتا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی محبت اور تعلق کے بغیر اتنی بڑی قربانی کوئی انسان نہیں دے

سکتا لیکن فرمایا یہ تاریخ وہاں رکی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی آگے گئی ہے۔ یہ ہمارے مسلمانوں کی تاریخ ہے یہ ہمارے ہی بڑے تھے جنہوں نے کہا تھا کہ دوسرے کو پانی دو اور پھر دوسرے نے تیسرے کو دینے کا کہا مگر جب پانی تیسرے کے پاس گیا تو وہ شہید ہو گیا تھا جب واپس دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو گیا اور جب پہلے کے پاس آیا وہ بھی شہید ہو گیا اور وپانی وہیں کا وہیں رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بھائی سے بغض رکھنے والے کی مغفرت نہیں فرماتا:

یہ تھی محبت، یہ تھی الفت یہ تھی دلوں کو جوڑنے والی چیز صحیح مسلم میں روایت آتی ہے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے اعمال فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کرتے ہیں یہ نظام ہے اللہ تعالیٰ کا ہے ورنہ ہمارے اعمال تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتے ہیں جب یہ فرشتے اعمال لے کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حکم صادر فرماتے ہیں، ایمان والوں کے لیے مگر فرمایا جو لوگ آپس میں ناراض ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کا معاملہ ابھی روک دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کرلیں اس مومن کے جنت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نہیں فرمائیں گے جس مومن کے دل میں اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں بغض ہو یا عداوت ہو دشمنی ہو اس کا فیصلہ باقی رہتا ہے۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں مسلمانوں کا اختلاف مونڈھ دینے والی ہے، یعنی دین کو مٹانا مراد ہے نہ کہ بالوں کا مونڈھنا۔ یعنی گویا نماز پڑھ رہے ہیں تسبیحات پڑھ رہے ہیں ذکر اذکار کر رہے ہیں لیکن آپ کے دل میں ایک مسلمان کے ساتھ بغض ہے۔

جان لیجئے ایک بغض اور دوسرا ہے حسد، حسد کا معنی پہلے ہے کیونکہ پہلے حسد پیدا ہوتا ہے پھر بغض پیدا ہوتا ہے۔

حسد کا معنی ہے کسی کی کامیابی پر نہ خوش ہونا، ایک تاجر ہے اس کی بڑی تجارت

ہے اب کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ اس کی تجارت اتنی کیوں ہے اب اس کو حسد شروع ہوگیا ہے کسی کو اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ اس کو کیوں اللہ تعالیٰ نے اولاد دی ہے اس کی اولاد فرمانبردار کیوں ہے، اس کی اولاد لائق اور کامیاب ہے اس کو حسد کہتے ہیں کسی دوسرے کی کوئی بھی اچھی چیز دیکھ کر آپ کو دکھ ہو آپ کو تکلیف ہو تو یہ حسد ہے۔

اور جب یہ چیز دل میں ہوتی ہے اور بندہ اس کا علاج نہ کرے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حسد کا علاج کرو تا کہ بغض پیدا نہ ہو، فرمایا جب آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی کا بہت اچھا کاروبار ہے اور آپ کو تکلیف ہو رہی ہے تو آپ کہو اے اللہ اس کے کاروبار میں مزید ترقی عطا فرما اب یہ مشکل کام ہے، اس لیے کہ اندر سے دل کہہ رہا ہے کہ اس کا کاروبار برباد ہو اور زبان سے آپ اس کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ یہ دل پر آرا چلانے والی بات ہے اس لیے کہ کسی کے بیٹے تو بڑے ہی فرمانبردار ہوں اور آپ دعا کریں کہ یا اللہ آپ ان کو اور اور نیک وصالح بنا۔ جب یہ آرا چلاؤ گے تو پھر بات ہوگی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے، اور لکڑی راکھ بن جاتی ہے یہ ہے حسد اور اس کے بعد بغض پیدا ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کسی کی بدخواہی چاہنا دوسرے کا نقصان چاہنا، اس کے لیے تدبیریں بنانا یہ ہے بغض تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بغض دوسرے کو نقصان پہنچانا اس کے لیے تدبیریں کرنا یہ موںڈنے والی ہے یعنی تمہارے دین اور نیکیوں کو موںڈھ کر رکھ دیتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جذبۂ خیر سگالی:

چنانچہ صحیح بخاری شریف کی روایت ہے

قال جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بایعت النبی ﷺ علی

اقام الصلاۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم .

(بخاری: کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۸۸، باب البیعۃ علی ایتاء الزکا)

حضرت جریر بن عبداللہؓ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی نماز قائم کرنے پر اور زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی جاننے پر تو اب اس میں خاص طور پر تین باتیں نقل کی ہیں:

پہلی یہ کہ میں نماز کی پابندی کرونگا، اور دوسری بات کہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرونگا، اور تیسری بات یہ ہے کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کو چاہونگا۔ اب جو یہ تیسری بات ہے اس کا آپ کو ذکر کرنا ہے۔

یعنی حضرت جریر ابن عبداللہؓ نے حضور ﷺ سے معاہدہ کیا کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہونگا۔ چنانچہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو بھیجا اور کہا کہ جاؤ بازار سے میرے لیے گھوڑا خرید کر لاؤ چنانچہ وہ غلام گیا بازار میں اور اس نے ایک مناسب قسم کا گھوڑا دیکھا اور اس گھوڑے کی قیمت تین سو درہم طے کر لی گھوڑا قیمتی تھا اور حضرت جریر ابن عبداللہ کا غلام ہوشیار تھا اس نے اس کی قیمت کم طے کر لی بہر حال وہ آدمی وہ گھوڑا فروخت کرنے پر تیار ہو گیا۔ وہ غلام اس گھوڑے کو اور اس کے مالک کو اپنے گھر مالک کے پاس لے آیا اور حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس غلام نے کہا کہ یہ گھوڑا ہے اور آپ اس کو دیکھ لیں اور اس کی قیمت بھی ہم نے طے کر لی ہے۔ حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب گھوڑے کو دیکھا اور اس کی قیمت کو دیکھا تو حضرت جریر ابن عبداللہؓ نے اس گھوڑے کے مالک کو کہا اے بیچنے والے کیا آپ مجھے یہ گھوڑا چار سو درہم پر فروخت کرو گے۔ اور وہ تین سو درہم کی بات کر رہا تھا اس نے کہا کہ حضرت میں تو تین سو درہم میں دونگا۔ پھر حضرت جریر ابن عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا تم مجھے یہ گھوڑا پانچ سو درہم میں دو گے۔ اس نے کہا کہ میں تین سو کی

بات کررہاہوں آپ پہلے چارسو کی اوراب پانچ سو کی بات کررہے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت جریرابن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کی قیمت کو بڑھاتے گئے اوراس کی قیمت کو آٹھ سو درہم تک لے گئے اوراس کے بعد مالک کو آٹھ سو درہم دیئے اوراس سے وہ گھوڑا خریدلیا۔ پھران سے پوچھا گیا کہ حضرت تین سو درہم میں جب طے ہوگیا تھا تو آپ نے آٹھ سو درہم میں گھوڑا کیوں خریدا ہے فرمانے لگے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہونگا۔ میں کسی بھی مسلمان کونقصان نہیں دونگا یہ گھوڑا قیمتی تھا اس کی قیمت تین سو درہم نہیں تھی۔ اسی وجہ سے میں نے اس کی قیمت کو آگے بڑھایا ہے اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہی سچّے اور پکے مسلمان ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جب بیعت کرلی کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہونگا تو پھراس پرڈٹے رہے۔

آج ہمارا مزاج اور ہماری طبیعت اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں بچھو جیسی بن گئی ہے جیسے بچھو ڈنگ مارتا رہتا ہے اس طرح ہم بھی اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ کس کونقصان پہنچایا جائے، کس کو پریشان کیا جائے کس کو تکلیف دی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے خیر خواہ بن جاؤ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں کوئی کامل مسلمان نہیں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یہاں تک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح کروادیں کہ ادھر کی بات ادھر اوراس طرح ادھر کی بات ادھر پہنچادیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اگر دو مسلمانوں میں صلح

کرانے کے لیے ظاہر کوئی جھوٹ بول بھی دیا تو اس کے لیے معافی ہے۔ حالانکہ حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول مومن بخیل ہوسکتا ہے فرمایا کہ ہاں ہوسکتا ہے۔ فرمایا مومن بزدل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا نہیں مومن کبھی بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ کبھی بھی جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہوسکتا مگر دو مسلمانوں کے درمیان صلح کی نیت سے اگر کسی نے تھوڑی بہت کوئی بات کردی تو اس کو معاف ہے۔ کیونکہ یہ دو مسلمانوں کو جوڑ رہا ہے۔ بلکہ دو خاندانوں کو جوڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

آپس میں اصلاح کا بہترین فارمولہ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ سچ جس سے فتنہ برپا ہوتا ہو اس سے وہ جھوٹ بہتر ہے جس سے صلح پیدا ہوتی ہو۔ اگر ایک آدمی نے کسی کو گالیاں دیں تو دوسرے کو آکر یہ مت کہو کہ وہ آپ کو گالیاں دے رہا ہے۔ بلکہ کہہ دو کہ وہ آپ کو دعا دے رہا ہے۔ تاکہ دونوں کے درمیان صلح ہو جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لیے اپنے بھائیوں میں صلح کرواؤ یہ مسلمانوں کی اور ایمان والوں کی نشانی ہے کہ مسلمانوں میں محبت اور جوڑ پیدا کرنا۔ مسلمانوں میں الفتیں پیدا کرنا یہ نبی علیہ السلام کی صحیح نیابت ہے آپ ﷺ نے یہی کیا کہ محبت الفت اور صلح کو مسلمانوں میں پیدا کیا ہے۔ واتقوا اللہ لعلکم ترحمون اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔۔

میرے محترم دوستو!!

ہم آپس میں پیار محبت رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن جائیں گے اور اگر آپس میں حسد بغض رکھیں گے تو گندے برتن میں آپ بھی پانی نہیں ڈالتے،

گلاس میں گند ہو تو آپ اس میں پانی نہیں پیتے اس میں پانی ڈالنے کے لیے آپ کا دل تیار نہیں ہوتا، تو پھر اس گندے دل میں اللہ تعالیٰ کیسے آئے گا آپ کا دل صاف ہوگا تو اللہ تعالیٰ رحم کریں گے۔ جس دل میں مخلوق کے بارے میں حسد بغض کینہ نفرت ہو تو اس میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ نہیں آسکتا، کبھی بھی اس دل میں اللہ تعالیٰ کا تعلق نہیں آئے گا۔

میرے مسلمان بھائیو!!

ہر مسلمان کے بارے میں اپنے دل کو صاف رکھو تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہمارے اوپر نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

انسان کی عظمت

انسان کی عظمت ومنزلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کی ایک سورت کی تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے تین کی اور تین عربی میں انجیر کو کہتے ہیں اور قسم ہے زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور قسم ہے اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی تحقیق ہم نے انسان کو

بہترین سانچے میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس انسان کو لوٹایا پستیوں میں سب سے نیچے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کیے ان کے لیے اجر ہے نہ ختم ہونے والا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام مخلوقات میں سے انسان بنایا ہے مجھے اور آپ کو انسان کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی بہت ساری مخلوقات ہیں یہ چاند یہ سورج اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ یہ درخت زمین جن پرندے درندے تمام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ مگر ان تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے جو عظمت حضرت انسان کو عطا فرمائی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۞ میں نے انسان اور جن کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن اس کے باوجود دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا مقدس سلسلہ جاری کیا اس میں کوئی جن پیغمبر نہیں تھا، حالانکہ یہ جنات بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں کہ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو اپنی تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے بزرگی اور عظمت انسان کو عطا فرمائی ہے۔ اور سورت بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ہم نے عزت دی حضرت آدمؑ کی اولاد کو۔ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا اور ہم نے ان انسانوں کو فضیلت عطا کی ہے ان کو مرتبہ عطا کیا ہے ان بہت ساری مخلوقات پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ انسان زمین اور اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محترم اور قابل عظمت وہ انسان ہے۔

اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آسمان اور زمین کی کل مخلوق اگر ایک انسان کے خون میں شریک ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ یعنی یہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا قیمتی اور عظمت والا ہے، اور پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو

ذکر کیا ہے کہ یہ انسان کتنا قیمتی ہے السن بالسن اگر اس انسان کا کسی نے دانت توڑ دیا تو توڑنے والے کا دانت قصاصا توڑا جائے گا۔ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاص ، اگر کسی کے دانت کو نقصان ہوا یا ناک کو نقصان ہوا آنکھ کو نقصان ہوا تو ان سب کے مقابلہ میں اس کو بھی اسی طرح نقصان دیا جائے گا جیسا کہ اس نے دیا ہے تو یہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا ہی محترم ہے۔ اس کا ایک ایک عضو اتنا قابل احترام ہے کہ حکم دے دیا تاکہ اس کی جان کی حفاظت تو رہے گی ہی مگر اس کے ایک ایک عضو کی بھی حفاظت فرمادی ہے۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاءُهُ جَهَنَّم خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّلَهُ عَذَاباً عَظِيماً ٥ قتل مومن پر اللہ تعالیٰ نے اتنی سخت سزائیں سنائی ہیں جو سخت سزائیں قرآن کریم میں کسی مجرم کے لیے بیان نہیں کی گئی ہیں ، فرمایا کہ جس نے کسی مومن کو مارا جان بوجھ کر تو پہلی بات سن لیں کہ اس کی سزا جہنّم ہے یعنی اس کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ یہ بات کافی تھی کہ جہنّم سے بڑھ کر اور کیا سزا ہوسکتی ہے۔ مگر تاکید کے لیے اور اپنے بندے کی عظمت کو بتانے کے لیے انسانیت اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی محترم ہے فرمایا خالدا فیھا کہ وہ قاتل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنّم میں جائے گا اب یہاں پر بھی بات ختم نہیں ہوئی ہے فرمایا وغضب اللہ علیہ اس پر خدا کا غضب ہے۔ ولعنہ اور اس پر خدا کی لعنت ہے۔ وَاَعَدَّلَهُ عَذَاباً عَظِيماً اور خدا نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہوا ہے ، پانچ سزائیں اللہ تعالیٰ ان کو سناتے ہیں جو انسانیت کا احترام نہیں کرتا ، آخر میں میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ خود بڑا کہے تو اس کی کیا حالت ہوگی اس لیے کہ ہر بڑے کی اپنی شان ہوتی ہے۔

ابا اپنے بیٹے سے کہے کہ بڑی سزا دونگا تو بیٹا سنبھل جاتا ہے ، علاقہ کا ڈی سی

صاحب کسی آدمی سے کہے کہ سخت سزادونگا تو وہ بندہ بھی ہل جاتا ہے اس طرح آپ چلتے جائیں۔اگر بادشاہ وقت کہہ دے کہ میں بڑی سخت سزادونگا تو پھر سارا ملک ہی ہل جاتا ہے اور اگر پوری کائنات کا مالک کہے کہ ایک انسان کو قتل کرنے والے کو میں بڑی سخت سزادونگا تو وہ کیسی سزا ہوگی۔

انسان بہت قیمتی ہے:

میرے محترم دوستو!! ان آیات کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العزت مجھے اور آپ کو بہت ہی قیمتی بنایا ہے کیونکہ قیمتی نہ ہوں، جب اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو بنایا تو ملائکہ سے فرمایا کہ اس کو سجدہ کرو۔یعنی انسان کی عظمت کو مان لو کہ یہ میری مخلوق بڑی ہی عظمت والی ہے،لیکن کیا یہ عظمت صرف اس بنیاد پر ہے کہ میں اور آپ انسان ہیں نہیں بلکہ کوئی اور وجہ ہے اگر یہی وجہ ہوتی تو وہ جو قتل کر رہا ہے اس کو جو سزا مل رہی ہے وہ بھی تو انسان ہی ہے۔معلوم ہوا ہم بہت قیمتی ہیں،مگر ہماری قیمت وہ ایمان کے ساتھ ہے نیک اعمال کے ساتھ ہے اگر ایمان اور نیک اعمال کو ختم کر دیا جائے تو پھر انسان بھی بقیہ حیوانات کی طرح ایک کھانے پینے والا حیوان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایسے انسان کے بارے میں فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

وہ انسان جو اپنے رب کو نہ پہچانے اپنے مالک کو نہ پہچانے تو وہ کیا انسان ہے فرمایا جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔اب بندے جتنی توجہ اور اخلاص کے ساتھ اس نماز کو ادا کریں گے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔اتنا ہی اس پر اللہ کا نور برسے گا،جب ہم مسجد میں آتے ہیں تو اس نور کو حاصل کرتے ہیں ہم اس ایمانی کیفیت کو حاصل کرتے ہیں،جب ہم قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ہمیں وہ کیفیات اور نور حاصل ہوتا ہے۔لیکن اگر ایک آدمی بادشاہ کے

پاس چلا جائے اس سے ملنے کے لیے بادشاہ بیٹھ گیا اور اس بندے سے ہم کلام ہوتا ہے کہ آپ کیسے آئے ہیں اور کس غرض سے آئے ہیں۔ وہ آدمی محل کی دیوار کو دیکھتا ہے کہ اس کی دیوار بڑی ہی اچھی ہے پھر بادشاہ اس کو متوجہ کرتا ہے اور وہ پھر محل کے دروازے کو دیکھتا ہے کہ کتنا قیمتی دروازہ ہے، مگر بادشاہ پھر اس کو متوجہ کرتا ہے، مگر اس بندے کی توجہ بادشاہ کی طرف نہیں جاتی آخر میں وہ بادشاہ اپنے کارندے سے کہتا ہے اس کو باہر نکالو اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے گھر میں آگئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھائے تو گویا سب کچھ پھینک کر اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح ایک اقراری مجرم کھڑا ہوتا ہے۔ مگر آج حالت یہ ہے کہ ادھر نماز شروع ہوتی ہے ادھر ہم نے یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ نماز کے بعد ہم نے کہاں جانا ہے اور کس سے ملنا ہے دفتر میں کتنا کام ہوا اور کتنا باقی ہے کارخانہ میں کتنا مال ہے کتنا چلا گیا ہے۔ چونکہ نماز کے الفاظ ہماری زبان پر چڑھے ہوئے ہیں اس وجہ سے ہم بولتے نہیں ہیں بس اس کو پڑھتے رہتے ہیں دماغ دل کہیں اور ہوتا ہے۔ اگر ہماری نماز ایسی ہوگی تو پھر فیصلہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

عبادت میں سچی لگن ضروری ہے:

نبی علیہ السلام نے طریقہ بتلایا ان تعبد الله كانك تراه نماز ایسے پڑھو جیسے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، ایسا قیام ایسا رکوع سجدہ تلاوت کریں گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے فان لم تكن تراه فانه يرك اگر تو اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہا تو اس درجہ تک تو نہیں پہنچ سکتا تو اس کے نیچے ایک درجہ ہے پھر اس میں چلا جا کہ یہ یقین کر لیں کہ میرا اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب ملازم کو یہ پتہ ہو کہ میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے تو وہ گاڑی بھی احتیاط سے چلاتا ہے۔ دفتر کا کام بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے تو اس طرح یہ یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے قیام بھی اچھے طریقہ سے کرو رکوع سجدہ

تسبیحات سب اچھے طریقہ سے کروگے تو پھر دیکھو یہ نماز کیا کمال دکھاتی ہے تمہارے اندر میں اوراس نماز سے تمہارے اور تمہارے گھر میں کس طرح انقلاب آتا ہے پھر یہی نماز تمہیں برائیوں سے کیسے روکتی ہے: اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ بے شک نماز برائی سے روکتی ہے، مگر وہ نماز بھی ہو ہم کھڑے نماز میں ہیں، دل ودماغ دوکان فیکٹری کاروبار میں ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت تھوڑی ہی برستی ہے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں توجہ میری طرف تو ہے نہیں نیت اللہ کی طرف ہے مگر دل ودماغ دکان کاروبار کی طرف ہے۔ پھر رحمت بھی وہیں سے حاصل کرلو، اس لیے بندوں کو چاہئے کہ مکمل طور پر حاضر رہیں دل ودماغ فکروخیال سے تاکہ خشوع خضوع پیدا ہو

میرے محترم دوستو!!

اصل چیز ہے دل اور دماغ کا حاضر رہنا ہے، جب وہ حاضر ہوئے تو یہ بدن خود ہی حاضر ہوجائے گا، فارسی کا ایک مقولہ ہے دست بکار دل بیار، مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے کام میں لگا ہوتا ہے اور اندر سے کہتا ہے اللہ اللہ وہ اپنے کام میں مصروف ہوتا ہے، مگر دل سے یہ صدائیں لگ رہی ہوتی ہیں۔ اس لیے فرمایا مومن کی نشانی یہ ہے کہ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو بیٹھے دفتر میں ہیں، مگر بار بار کہتے ہیں دیکھو بھائی نماز کا ٹائم ہوگیا۔ اس کو کہتے ہیں دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہوتا ہے اپنے ملازم سے کہتے ہیں نماز کا وقت ہوجائے تو بتلا دینا راستہ میں چلتے ہوئے بار بار پوچھتے ہیں کہ نماز کا وقت ہوگیا اس کی ترتیب بنانا ہے، مسجد سے دل کا لگا ہوا ہونا اور ہمارا دل اللہ تعالیٰ معاف کریں، مسجد میں آکر بھی باہر کارخانہ دفتر سے اٹکا ہوا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا وہ دل قیمتی ہے جو مسجد سے اٹکا ہوا ہو تو میرے دوستو اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو بہت قیمتی بنایا ہے انسان اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ

کی تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہے۔فرشتے کتنی پاکیزہ مخلوق ہیں مگر کیا فرشتوں میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔انسانوں کی طرح وہ گناہ نہیں کرتے ،اللہ تعالیٰ ان کی تعریف خود کرتے ہیں: لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ ○ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہی کرتے ہیں لیکن کیا ملائکہ میں سے کوئی نبی آیا ہے انسانوں میں جنات کو اللہ تعالیٰ نے مکلّف بنایا مگر کیا جنات میں کوئی نبی آیا ہے۔

اپنی قدرومنزلت سے جہالت باعث خسران ہے:

مگر یہ انسان اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ انسان پر جاری کیا، وحی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور یہ علم انسان تک اللہ تعالیٰ نے منتقل کیا ہے۔ایک چیز کو ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں یہ پنکھا ہے یہ دیوار ہے ایک چیز ہم عقل سے دیکھتے ہیں پیچھے سے آواز آتی ہے میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے مگر میری عقل کہے گی یہاں کوئی ہے جو آواز دے رہا ہے۔مگر تیسری چیز وہ ہے جہاں نہ میری عقل کام کرتی ہے نہ میری آنکھ کی رسائی ہے، نہ کان کی شنوائی ہے اس چیز کے لئے پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کو جاری کیا کہ اس چیز کا استعمال کس طریقے پر درست ہے۔اور کس طریقے پر غلط ہے یہ ہے وحی جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اتاری ہے حضرات انبیاء کرام وہ انسان تھے اور ان کی برکت سے تمام انسانوں کو برتری عطا کی ہے۔جیسے والد سے دوستی ہوتی ہے تو اس کے بیٹے سے بھی دوستی ہوتی ہے کہ یہ میرے دوست کا بیٹا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی برکت سے انسانوں کو برتری دی ہے مگر فضیلت ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے، اگر اس نے ایمان اور اعمال صالحہ والا راستہ چھوڑ دیا تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ یہ انسان پھر پستیوں میں سب سے نیچے چلا جاتا ہے۔

حاصل بحث:

میرے محترم دوستو!!

ہمیں اپنی قیمت اور اپنی عظمت کو پہچاننا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام مخلوقات میں ممتاز کیا اور قرآن کریم میں فرمادیا ولقد کرمنا بنی آدم میں نے حضرت آدم کی اولاد کو بڑی عظمت دی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عظمت دے رہا ہے، ہماری فضیلت بیان فرما رہا ہے تو پھر ہمیں اس اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنا چاہیے یا نافرمانی کرنی چاہیے؟ اس اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں ہمیں سراپا مجسمۂ اطاعت بن جانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بیٹی اللہ کی رحمت

بیٹی اللہ کی رحمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ - صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّکُوْرَ ٥ اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَاءُ عَقِیْمًا اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ٥

محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۴۹، اور ۵۰ تلاوت کی ہے ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا ایک مظہر ذکر فرما رہے ہیں ۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جب چاہیں جس طرح چاہیں اور جو

چاہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کوکوئی روک نہیں سکتا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اسی طرح اِذَآ اَرَادَ شَيْـئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مظاہر میں سے ایک مظہر ان آیات میں ذکر کیا وہ ہے انسان کا صاحب اولاد ہونا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اولاد کی نعمت عطا فرماتے ہیں یہ اولاد کی جونعمت انسان کو حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی ہمارے قبضہ قدرت میں ہے چونکہ فطرتاً انسان کو اولاد سے بہت محبّت ہوتی ہے وہ ان کی خوشی پر اپنی خوشی سے زیادہ خوش ہوتا ہے اور ان کی تکلیف پر ان سے زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔

یعنی اتنا قرب ہوتا ہے اولاد اور والدین میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان اس دنیا کی تیسری سب سے زیادہ محبوب ترین چیز اور سب سے زیادہ قریب ترین چیز اولاد ہے فرمایا یہ اولاد کا عطا کرنا یہ ہمارے حکم ہماری مرضی اور امر کے ساتھ ہے يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِنَاثًا جن کو اللہ تعالیٰ چاہیں بیٹیاں عطا فرماتے ہیں۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اور جن کو چاہیں بیٹے عطا فرماتے ہیں۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا اور جس کو چاہتے ہیں تو لڑکے اور لڑکیاں ملے جلے عطا فرمادیتے ہیں۔ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اور جس کو چاہتے ہیں بانجھ بنادیتے ہیں، اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وہ اللہ جاننے والا بھی ہے اور قدرت والا بھی ہے۔ اب انسانی فطرت ہے کہ اگر کسی کی لڑکیاں ہیں تو وہ لڑکے کی تمنا کرتے ہیں اور اگر کسی کے لڑکے ہی لڑکے ہیں تو وہ لڑکی کی تمنا کرتے ہیں یہ انسان کی فطرت ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تاکہ ملا جلا ماحول ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہمارے قبضہ قدرت میں ہے پھر یہاں پر جب اولاد کی تخلیق کا مسئلہ ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹیوں کو ذکر کیا حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں اس آیت کے ذیل میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس عورت سے پہلے

بچی پیدا ہو وہ زیادہ مبارک ہے اور زیادہ خیر والی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کو لڑکوں پر مقدم فرمایا ہے۔ جس طرح بیٹا اولاد ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے انسان اس میں کچھ بھی نہیں کرسکتا ہے اسی طرح بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس میں بھی انسان کا کوئی بس نہیں چلتا۔

بیٹیوں کا باپ قابل ملامت نہیں:

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹیوں کے باپ کو برامت کہو اس لیے کہ میں بھی چار بیٹیوں کا باپ ہوں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وہ جاہلانہ طریقہ نقل فرمایا ہے جو بعض لوگوں اور بعض علاقوں میں آج بھی پایا جاتا ہے۔ فرمایا: **وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝** جب ان میں سے کسی کو خوشخبری دی جاتی ہے بیٹی کے ساتھ تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہوتا ہے کہ ہائے یہ کیا ہو گیا میرے ہاں بیٹی ہوگئی۔ **يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝** وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی وجہ سے جو وہ بری سمجھتا ہے کیا میں اس بچی کو ذلت کے ساتھ برداشت کروں یا اس کو مٹی میں دفن کردوں۔ خبردار کتنا برا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

بیٹیوں کے بارے میں ان کا کتنا غلط فیصلہ ہے کتنا ظالمانہ رواج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹی عطا کی اور اس پر وہ ناشکری کرتے ہیں اس کو اپنے لیے منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظالمانہ رسم کو ختم فرمایا اور کہا کہ خبردار بہت برا عمل ہے جو تم کرتے ہو۔

بیٹا اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے تو بیٹی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے یہ دونوں اللہ تعالیٰ

کے فضل سے حاصل ہوتے ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک سورت اتاری ہے اس کا نام سورۃ النساء رکھا ہے اور پھر اس سورۃ النساء کے اندر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق کو ذکر کیا ہے، عورت ہمارے اس معاشرے کا ایک اہم رکن ہے۔ مرد اور عورت مل کر یہ معاشرہ بنتا ہے اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک باکمال عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مرد باہر کے میدان میں کامیاب ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور آپ فرمارہے تھے کہ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ تو اس وقت آپ ﷺ کو تسلّی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے دی تھی اور ان الفاظ سے دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساری دنیا اگر مجھے تسلّی دیتی تو اس سے مجھے تسلّی نہ ہوتی، مگر جو الفاظ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے کہے ان سے مجھے زیادہ تسلّی ہوئی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے جو فضیلت ارشاد فرمائی ہے صحیح بخاری اور مسلم کی روایت ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک خاتون آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں مسکین خاتون تھی میرے پاس اس کی مدد کے لئے سوائے کھجور کے ایک دانہ کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس خاتون کو کھجور کا ایک دانہ دیا۔ اس خاتون نے اس ایک دانہ کو بیچ میں سے دو ٹکڑے کیا، ایک ٹکڑا ایک بچی کو دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری بچی کو دیا اور خود اس میں سے کچھ بھی نہیں کھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعے سے اتنی متاثر ہوئیں، جناب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ واقعہ آپ ﷺ کے سامنے بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو ان بچیوں کے ساتھ مبتلا کردیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا یہ بچیاں اس کے لیے جہنّم سے آڑ ہیں۔ اور قرآن کریم میں جہاں سورۃ النساء کا ذکر ہے وہاں سورۃ مریم بھی ذکر فرمائی ہے۔ اور

اسی طرح سورۃ ال عمران میں حضرت مریم علیہا السلام کا پورا واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ دیکھو بعض خواتین کو اللہ تعالیٰ کتنا کامل بنا دیتے ہیں۔ بعض بچیاں کتنی خیر و برکت والی ہوتی ہیں فرمایا کہ اِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی نے منت مانی کہ اے اللہ جو میرا بچہ ہوگا وہ دین کے لیے وقف ہے۔ اب جب وہ پیدا ہوئی تو وہ بچی تھی فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی بس پھر اللہ تعالیٰ نے اس بچی کو قبول کیا بلکہ بڑے ہی اچھے طریقے سے قبول کیا حضرت زکریا علیہ السلام کی تربیت میں تھیں اور ایسی کرامت والی بچی تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب اندر جاتے تو دروازے سارے بند ہوتے مگر اندر پھل موجود ہوتے، اور وہ بھی بغیر موسم کے پھل ہوتے تو حضرت زکریا علیہ السلام کہتے قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا اے مریم یہ کہاں سے آیا ہے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہتی کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے تو جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بچی کی اس کرامت کو دیکھا اور کہا کہ یہ بچی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ اگر تو اس بچی کو بے موسم پھل دے سکتا ہے تو مجھے اس بڑھاپے میں اولاد عطا فرمادے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو خوشخبری سنائی کہ آپ کو ہم بیٹا دیں گے اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی اسکا بیٹا ہوگا اور بعد میں وہ بھی نبی بنے گا تو بعض بچیاں اور بعض خواتین اتنی خیر و برکت والی ہوتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی نے دعا کی اور اس ایک خاتون کی دعا میں اتنی تاثیر اور اتنی جان اتنی قوت کہ اس کی دعا کی برکت سے اس کی بیٹی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا جو صاحب شریعت اور صاحب کتاب بنے جن کی کتاب پر ہمارا ایمان ہے۔ یہ ایک خاتون کی دعا کا اثر ہے۔

بچیاں باعث خیر و برکت ہوتی ہیں:

میرے دوستو!! اللہ تعالیٰ نے خواتین کو بھی خیر و برکت کا وافر حصہ عطا کیا ہے اور

معلوم ہوا کہ بچیاں بھی خیر و برکت کا ذریعہ ہوتی ہیں اور ایک اور واقعہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کی مثال ذکر فرماتے ہیں۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ جب اس نے کہا کہ اے رب میرے لیے بنا دے گھر جنّت میں، وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فرمایا کہ مجھے فرعون اور اس کی ظالم قوم سے نجات عطا فرما دے، وہ ایک خاتون تھی حضرت آسیہؓ جس نے فرعون جیسے ظالم اور اس کی ظالم قوم کے سامنے بھی اپنے سر کو نہیں جھکایا بلکہ اپنے ایمان کی حالت میں برقرار رہی۔ کیسا ایمان تھا کیسا توکل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم قیامت تک اس کا ذکر مثال کے طور پر ذکر کریں گے۔

بچی کی پیدائش کو قابل نحوست سمجھنا مشرکوں کا عقیدہ ہے:

میرے محترم دوستو!! آج ہمارے معاشرے میں بھی یہی صورتحال ہے کہ اگر کسی کے ہاں بچی پیدا ہوتی ہے تو اسکے ماتھے پر بل آجاتے ہیں، اور وہ غمزدہ اور پریشان ہوجاتا ہے کہ یہ کیا ہوگیا ہے میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے، یہ اختیار تو صرف اور صرف میرا ہے۔ اور بچیوں کی تخلیق کو برا سمجھنا یا منحوس سمجھنا یہ مشرکوں کا طریقہ تھا چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوحمزہ نامی ایک شخص تھا وہ مجلس میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مزاق اور گپ شپ کر رہا تھا تو اس کی لونڈی نے اسکے کان میں آکر کچھ کہا تو اس وجہ سے اس کا رنگ بدل گیا اور تیزی سے وہ اٹھ کر چلا گیا اور وہ ایسا گیا کہ گھر واپس نہیں آیا بعد میں پتہ چلا کہ اس کے گھر میں بچی ہوئی ہے تو تاریخ کی کتابوں میں اس کی بہنوئی کا وہ دردناک قصیدہ بھی موجود ہے:

ما لابی حمزة لایاتینا غضبان   الا نلد البنین
تالله ما زاد فی ایدینا   نحن کزرع لزارعینا

ابوحمزہ کو کیا ہو گیا وہ ہمارے پاس کیوں نہیں آتا ہے وہ ناراض ہے کہ ہم بیٹے نہیں جنتیں، اللہ کی قسم یہ ہمارے قبضہ میں نہیں ہے ہماری مثال تو اس کھیتی کی ہے جو اس میں بویا جائے ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

بیٹی اللہ کی دین ہے:

بعض خاندانوں میں یہ بھی جاہلانہ رسم ہے کہ اس خاتون کو کوسا جاتا ہے۔ اس خاتون کو جملے کسے جاتے ہیں کہ یہ تیری نحوست ہے یہ تیری بدقسمتی ہے۔ حالانکہ اس میں نہ اس خاتون کا اختیار ہے اور نہ کسی اور کا اختیار ہے۔ یہ اختیار تو اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنے پاس رکھا ہے اس لیے تو سورۃ الشوریٰ میں ذکر فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کر دیتا ہے۔ یا دونوں میں سے کچھ بھی نہ دیں اس کی مرضی ہے، نکاح کا مقصد اولاد کو طلب کرنا ہے۔ اور یہ اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کسی حکیم کسی ڈاکٹر کے پاس یا کسی پیر ولی زندہ یا مردہ کے پاس اس کا اختیار نہیں ہے یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لہٰذا بچی کے پیدا ہونے پر غمزدہ ہونا یا پریشان ہونا یا اس کی ماں کو طعنے دینا اس کو جملے کسنا یہ سارے جاہلانہ رسمیں ہیں ان کا اسلام سے یا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے جس کو وہ دیں جو دیں اس پر اس کا شکر ادا کریں۔

بیٹی اور بیٹا دونوں اللہ کی امانت ہیں دونوں کی تربیت کرنی ہے دونوں کو اللہ تعالیٰ کا دین سمجھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند بنانا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان قیمتی نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

بیٹی اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ

بیٹی اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ (رواه مسلم)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يُؤْذِهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُوثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِى الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ (رواه ابو داؤد)

محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے دو حدیثیں پڑھی ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان

احادیث کے مقصد کو درست انداز میں کماحقہ آپ حضرات کے گوش گزار کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

محترم سامعین!! اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس جہاں میں مرد کو پیدا کیا ہے اسی طرح عورت کو بھی پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوند ہے یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ولقد کرمنا بنی آدم کہ ہم نے ابن آدم کو برتری عطا کی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ انسان کو بہترین طریقہ سے پیدا کیا ہے تو یہ احسن تقویم اور انسان کی تکریم جس طرح مردوں کو شامل ہے اس طرح عورتوں کو بھی شامل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں مرد عظمت والا ہے اسی طرح عورت بھی عظمت والی ہے۔ جس طرح مرد بحیثیت انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے، اسی طرح عورت بھی بشر ہونے کی وجہ سے تمام روئے زمین کی مخلوقات میں افضل ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اور حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمائی ہے، اس لئے کہ زمانہ اسلام سے قبل لوگ بچیوں کو اپنے لیے عار سمجھتے تھے اور خواتین کو معاشرے کا ایک ادنیٰ درجے کا سمجھا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً کہ تم میں سے جو بھی عمل صالحہ کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے یہ نہیں ہے کہ عمل صالح مرد کا تو قبول ہے مگر عورت کا قبول نہیں ہے، ایسی بات نہیں ہے۔ دونوں برابر ہیں اور دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے اور بندیاں ہیں، اور دونوں کا خالق اللہ رب العزت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو اس رب نے تمہیں

ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ (یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے) اور اس سے اس کا جوڑ پیدا کیا ہے اور پھر بہت ساری عورتیں اور بہت سارے مرد اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پھیلا دیئے۔ پھر نسل انسانی کا یہ سلسلہ چلا لہٰذا جس طرح مرد اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک اعمال کی وجہ سے مرتبہ پاتا ہے اسی طرح عورت بھی اپنے نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ پاتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو وہ مرد جو فرمانبردار ہے پسند ہے اس طرح وہ عورت بھی جو فرمانبردار ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اسی طرح ایمان سے اگر دونوں خالی ہوں تو یہ دونوں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، دونوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اس بات کی فضیلت ارشاد فرمائی ہے کہ اگر کسی کے ہاں بچی ہوتی ہے اور وہ اپنی بچی کی تربیت کرتا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن وہ مجھ سے ایسے ملے گا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوئی ہوتی ہیں عموماً انسان بچے کی تربیت اچھے طریقہ سے کرتا ہے اور اس کی پیدائش پر زیادہ خوش ہوتا ہے، لیکن بچی کی پیدائش پر وہ خوشی کا اظہار اتنا نہیں کرتا۔ اس کی تربیت صحیح طریقہ سے نہیں کرتا۔

شریعت محمدی میں بیٹی کا مقام:

جو حدیث میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان فرمائی ہے اس میں نبی ﷺ نے عورت کا جو مقام ذکر فرمایا ہے وہ دنیا کہ کسی مذہب نے یا دنیا کے کسی طبقہ نے وہ مقام نہیں دیا ہے، مگر اسلام نے ایسا مقام دیا ہے عورت کو کہ رہتی دنیا تک اس کا یہ مقام باقی رہے گا۔ یہ مقام آپ ﷺ نے عورت کو جو دیا ہے اس پر عملی اقدام کر کے اپنے ماننے والوں کے سامنے عورت کے مقام و مرتبت قدر و منزلت کو واضح بھی فرما دیا ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات آپ ﷺ کے

ساتھ بیٹھے ہوئی تھیں سامنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خوش آمدید میری بیٹی خوش آمدید میری بیٹی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور پھر آپ نے چپکے سے ان سے بات کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں اور غم زدہ ہو گئیں ہیں، تو آپ ﷺ نے پھر چپکے سے ایک بات کہی تو وہ ہنس پڑیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے پوچھا کہ اے فاطمہ کیا کہا آپ کو آپ ﷺ نے، فرمایا یہ تو راز کی بات ہے، نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ وہ بات کیا تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اب راز ختم ہو گیا آپ کو بتاتی ہوں فرمایا کہ جب میں آئی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ اے فاطمہ ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے ساتھ ایک دفعہ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے، مگر اس بار دو دفعہ فرمایا ہے، لگتا ہے کہ اب میں دنیا سے جانے والا ہوں تو اس بات پر میں رو پڑی اور مجھے کہا کہ صبر کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا تو جب دیکھا کہ میں رو رہی ہوں تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہ تو اس بات سے خوش نہیں ہے کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی تو میں اس بات سے خوش ہو گئی۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ اے فاطمہ میرے اھل میں سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی تم ہو گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی محبت وعقیدت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بالکل آپ ﷺ کی طرح چلتی تھیں، اور جب آتی تھیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تھے دراصل یہ سبق امت کو دینا تھا کہ دیکھو سرکار دو عالم ﷺ اپنی بیٹی کی کتنی قدر اور عزت کرتے تھے اور پھر آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ چومتے تھے، اور قیامت تک آنے

والوں کو یہ بتادیا کہ دیکھو بیٹی سے آپ ﷺ کو کتنی محبت تھی، صرف کہا نہیں ہے بلکہ عملاً آپ ﷺ نے کرکے دیکھایا ہے کہ میرے امتی اپنی بیٹیوں سے اس طرح محبت کریں، اس کو اپنے لیے بوجھ نہ سمجھیں، اور ایک روایت میں فرمایا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے مَنْ کَانَتْ لَهُ اُنْثٰی فَلَمْ یُوْذِھَا جس کی بچی ہو وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے جیسے کہ عرب کے بعض قبائل ایسا کیا کرتے تھے کہ جب بچی چھ سال کی ہو جاتی اور وہ اس کو اچھا لباس پہنا کر جا کر گھڑا کھود کر زندہ درگور کر دیتے تھے، اور بعض روایت میں ہے کہ جب عورت بچہ جننے کے قریب ہوتی تھی تو اس کو ایک گڑھے کے قریب لے جاتے تھے اور اگر بچہ پیدا ہوتا تو اس کو لے آتے تھے اور اگر بچی پیدا ہوتی تو اس کو وہیں اس گڑھے میں دفن کر دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ جب زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کس گناہ کے بدلے میں تمہیں قتل کیا گیا ہے۔ تو فرمایا کہ جن کی بچی ہو اس کو زندہ درگور نہ کریں وَلَمْ یُھِنْھَا اور اس کو ذلیل نہ کریں، وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَیْھَا اور بیٹے کو بیٹی پر ترجیح نہ دیں۔ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

ایسا نہ ہو کہ بیٹے کے لیے خوراک لباس اور دیگر دنیا کی ہر چیز کا خیال ہے مگر بیٹی کو پوچھتا تک نہیں نہ اس کی تعلیم نہ اس کے لباس نہ اس کی خوراک غرض کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ لہٰذا بیٹا اللہ کا انعام ہے تو بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، بیٹی کو برا سمجھنا اور بیٹے کو اچھا سمجھنا یہ کافرانہ ذہن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن نے اور نبی علیہ السلام کی احادیث نے اس تفریق کو ناپسند فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں برابر ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ

وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مسلمان مرد ہو یا عورت، مومن مرد ہو یا عورت، فرمانبردار مرد ہو یا عورت، عاجزی کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو تقویٰ کرنے والا مرد ہو یا عورت، روزہ رکھنے والا مرد ہو عورت، پاکدامن مرد ہو یا عورت۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا مرد ہو یا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی عورت ہو اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے مغفرت کا اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ مرد نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ولی بنے گا اور عورت نماز پڑھ کر دو نمبر بنے گی۔

مرد حافظ قرآن ہے اس کا بڑا مقام ہے اور عورت نے قرآن حفظ کیا تو اس کا کوئی مقام نہیں ہے نہیں غلط، بلکہ دونوں برابر ہیں۔

گھر کا سارا کام عورت کرتی ہے اس کے باوجود وہ نماز تلاوت کرتی ہے تو اس کو تو زیادہ اجر ملنا چاہیے۔ اس لیے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور فرمایا کہ جب گھر میں کوئی چیز لاؤ تو اس کو تقسیم کرتے وقت پہلے بچیوں کو دیا کرو۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ جوان بیٹا بڑا قابل ہے یہ تو دفتر جاتا ہے اور کماتا ہے یہ بیٹیاں مصیبت گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں کما تو نہیں رہی ہیں، بلکہ کھا رہی ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان کمزوروں کی وجہ سے تمہیں اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ لہٰذا جس طرح ہمارے لیے بیٹے پیار اور محبت کا مقام رکھتے ہیں اسی طرح بیٹیاں بھی ہمارے لیے پیار اور محبت کا مقام رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم

اور ترغیب دی ہے۔یہی مرد بہت ترقی کرتا ہے مگر عورت کے واسطے سے بنتا ہے وہ بھی کسی ماں کا بیٹا ہوتا ہے۔

دنیا میں اللہ کی رحمانیت کا مظہر:

دنیا کے اندر اگر اللہ کی رحمانیت کا کوئی مظہر ہے تو وہ ماں ہی ہے۔جو تربیت ماں کرتی ہے اور جو خدمت ماں کرتی ہے ایسی تربیت اور خدمت دنیا کے اندر کوئی نہیں کرسکتا، اس لیے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے فائدہ زیادہ کون اٹھا سکتا ہے رمایا کہ تیری ماں جس کی دعاؤں سے تو اس مقام تک پہنچا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشہور واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے کہ یہ بڑے جلالی مزاج کے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو بڑا جلالی ہے ہم اس سے پہلے تمہارا بڑا خیال رکھتے تھے اس لیے کہ تیری بوڑھی ماں تھی اور اس کی دعائیں تیرے ساتھ تھیں، اب اس کا انتقال ہوگیا ہے اب خیال رکھنا۔

بیٹی اپنے والدین کی کتنی خدمت کرتی ہے، بیٹا اتنی خدمت تھوڑی ہی کرتا وہ تو صرف کہتا ہے مجھے کھانا دو مجھے کپڑے دو خدمت تو ساری ماں اور بہن بچی اور بہو کرتی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے بیٹی کا بھی حق ارشاد فرمایا اور ماں اور بہن کا بھی حق ذکر فرمایا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِکُمْ تم میں سب سے زیادہ وہ انسان اچھا ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور یاد رکھو میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۔دوستوں کے ساتھ اچھا ہونا اور بیوی کے سامنے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا کہ میں بڑا ببر شیر آ گیا۔دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاتے ہیں اور گھر میں

ایسے آتے ہیں جیسے عزرائیل علیہ السلام آگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا ہے فرمایا یہ بہترین نہیں ہے بلکہ بہترین وہ ہے جو اپنے گھر کے ایک ایک فرد کے ساتھ پیار محبت کرنے والا ہو۔اسلام ہمیں اس کی تعلیم دیتا ہے۔

محترم دوستو اور بزرگو!!

ہمیں بھائیوں اور بہنوں میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہیے۔بھائی اگ قابل احترام ہے تو یہی حق بہن کا بھی ہے وہ بھی قابل احترام ہے بیٹا اگر قابل احترام ہے تو بیٹی بھی قابل احترام ہے ماں کا بہو کا بہن بیٹی کا ہمیں زیادہ خیال رکھنا چاہیے،اس لیے کہ باپ سے تو ویسے بھی ہر کوئی ڈرتا ہے بھائی سے ڈرتا ہے،کمال تو یہ ہے کہ جہاں ڈر نہیں ہے وہاں احترام عزت اور خیال رکھا جائے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاندانی اختلافات کی وجوہات

(۱)

خاندانی اختلافات کی وجوہات

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

(الانفال :آیت ٤٦)

انسان کے اندر برداشت کا نہ ہونا:

انسان کے اندر برداشت کا نہ ہونا یہ نظام کو بگاڑ دیتا ہے، اب اگر یہ خاندان میں ہے تو خاندان بگڑے گا اور کاروبار میں ہے تو کاروبار بگڑے گا دفتر میں ہے تو دفتر کا نظام بگڑے گا، کسی بھی شعبہ میں مل جل کر رہنے والے لوگوں میں اگر برداشت اور صبر نہ ہو تو

نظام برباد ہو جاتا ہے صبر اور برداشت انسان کی بہت بڑی صفت ہے اور کمال ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا صبر:

اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم مین انبیاء کرام کے بارے میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو صبر والا پایا کیا پیارے انسان تھے ایک طرف ان کے صبر کا بتایا اور دوسری طرف ان کی تعریف کی کہ کتنا پیارا انسان تھا، حضرت ابراھیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا جواب دیا فرمایا فَافْعَلْ مَا تُؤْمَرُ آپ تو اللہ کے نبی ہیں آپ کو جو حکم ملا ہے آپ کر دیں سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پاؤ گے تو صبر کمال ہوا یا عیب ہوا تو انبیاء کرام صبر فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے پر ان کی تعریف فرما رہے ہیں کیا ان میں صبر ہے کیا ان میں برداشت ہے کیا ان میں تحمّل ہے اور یہ تو انبیاء کرام ہیں۔

اللہ رب العزت کا بندوں کی بداعمالیوں پر صبر:

حدیث شریف میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا کہ اس کائنات میں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جتنا صبر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اتنا صبر کوئی نہیں کرتا ہے اور پھر اس کی دلیل دی اللہ تعالیٰ کے نبی کریم نے کہ دیکھو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتے ہیں کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں بناتا ہے کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے بناتا ہے کوئی کس کو شریک کرتا ہے کوئی قبر کو سجدہ کرتا ہے حتی کہ مختلف قسم کی برائیاں کفر کر رہا ہے۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو رزق بھی دیتا ہے ان کو خوشیاں بھی دیتا ہے۔ ان کو عافیت بھی دیتا ہے ان کو دنیا کی نعمتیں بھی دیتا ہے ما اشد صبرا

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کسی کا نہیں ہے۔ ورنہ معاملہ اگر ہمارے اعمال کے مطابق ہو تو پھر اللہ تعالیٰ معاف کریں پتہ نہیں کیا ہوگا۔ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورۃ مریم میں تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا قریب ہے کہ آسمان چرجائے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ اللہ تعالیٰ کا نہ بیٹا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا باپ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اتنی بڑی غلط بات اتنا بڑا جھوٹ بولا کہ اس پر آسمان چر جائے زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ برداشت کرنے والی ذات ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صبر یہ برداشت یہ بہت بڑا کمال ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ کتنا برداشت کرتا ہے کس طرح برتاؤ کرتا ہے کیسا معاملہ کرتا ہے۔

آپ جانتے ہیں دنیا کے اندر کافر اور مشرک ہر زمانے میں زیادہ رہے ہیں اور مؤمن لوگ کم ہیں، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتا ہے پھیلاتا ہے ہر سہولت دیتا ہے تو خاندان اور نظام بگڑتا ہے تباہ ہوتا ہے، خاندان میں اختلافات کی جو جڑیں پڑ جاتی ہیں وہ ہے (بے صبری) جب صبر اور برداشت نہیں کیا جاتا ہے۔ اور جیسے میں نے ذکر کیا تھا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کتنے انسان بنائے ہیں ہر انسان کا چہرہ دوسرے سے جدا ہے ہر انسان کے بولنے کا انداز دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ہر انسان کی آواز دوسرے سے مختلف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ یہ جو انگوٹھے ہیں ان کی خلقت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے اس وجہ سے آج دنیا میں کسی دوسرے انسان کا انگوٹھا آپ کے انگوٹھے کی طرح ہوا ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کی صفت کو حضرت مولانا مفتی شفیع ؒ

نے لکھا ہے کہ ایک سائنس دان نے جب یہ آیت پڑھی تو وہ مسلمان ہو گیا اس نے کہا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔

اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہوتی تو اسی وقت لوگ انگوٹھے چھاپ دیتے اور کہتے کہ جھوٹ بول رہے ہیں کیا کمال ہے قرآن کا اور کیا کمال ہے اللہ تعالیٰ کی خدائی کا یہ قرآن کیسے ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اللہ کی بندگی طرف بلاتا ہے کہ ایسی ایسی باتیں ہیں کہ عقل دنگ رہ جائے۔

قرآن کریم نے کہا کہ ایک سورت بنا کر لاؤ اسی لیے تو لکھا ہے کہ عربوں کا ایک بہت بڑا ادیب تھا اس کو جا کر کہا کہ تو اتنا بڑا ادیب ہے اتنا بڑا شاعر ہے تو ہماری قوم کا اتنا بڑا آدمی ہے اور اس وقت قوم اتنی بڑی پریشانی میں ہے آپ اس بارے میں کچھ کرو اس لیے کہ آپ کی عربی آپ کے اشعار اتنے مشہور ہیں آپ کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ ایک کام کرو میرے لیے ایک الگ کمرہ بناؤ تا کہ میں ان سب سے الگ ہو کر اپنا ذہن کو سکون دے کر کوئی کام کر سکو انہوں نے کہا کہ کوئی مشکل کام نہیں ہے انہوں نے اس کو ایک کمرہ میں بند کر دیا اور اس نے کہا کہ مجھے قرآن کریم میں لا کر دو میں اس کو پڑھوں تا کہ دیکھوں اس میں کیا ہے چنانچہ اس کو قرآن پاک دیا گیا تو چوبیس گھنٹے بعد جب دروازہ کھولا تو اس کا جواب تھا اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ہے اس نے کہا کہ ابھی تو میں نے اس کی ایک ہی آیت پڑھی ہے ٦ پارے میں سورۃ المائدہ ہے اس کی پہلی آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ○ اب چونکہ وہ عربی زبان کی اونچ نیچ کو جانتا تھا اس نے کہا کہ مجھے اس ایک آیت نے پریشان کر دیا کہ اس ایک آیت میں امر بھی ہے یعنی آرڈر، اس میں نہی بھی ہے منع کرنا اس میں حلال بھی ہے حرام بھی، اور علت بھی۔ ہیں

تو اس ایک آیت کو پڑھ کر پاگل ہو گیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کا مقابلہ کیا جائے لہٰذا یہ میرے بس میں نہیں ہے۔

بہر حال اس پر پھر کبھی بات ہو گی بات چل رہی تھی کہ اگر انسان کے اندر صبر اور برداشت نہ ہو تو خاندان اختلافات کا شکار ہو جاتا ہے جہاں کہیں بھی بے صبر انسان ہو گا وہ مسائل پیدا کرے گا۔ اور صبر کے بغیر زندگی گزر ہی نہیں سکتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کی چاہت الگ ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم سب ایک بات پر ایک ہو جائے۔

بیوی کہتی ہے کہ اس شوہر نے تو مجھے کبھی سکون ہی نہیں دیا ہے اس سے کسی خیر کی امید رکھنا بیکار ہے خواب کی دنیا میں محلات تعمیر کرنے کے مترادف ہے، اور شوہر کہتا ہے اس بیوی سے کبھی راحت ہی نہیں ملی۔ حالانکہ دس بچے ہو گئے ہوں گے اس کی پروا نہیں ہے اب شوہر یہ چاہتا ہے کہ یہ میری بیوی مرد بن جائے اس کے اندر میرا مزاج آجائے اور بیگم صاحبہ چاہتی ہے کہ حضرت والا عورت بن جائے اور اس کے اندر میرے والا مزاج آجائے اب یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

مرد کا اپنا مزاج ہے بچے کا اپنا مزاج ہے معمر لوگوں کا اپنا مزاج ہے اسی طرح عورت کا اپنا مزاج ہے نبی علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا فرمایا کہ اللہ کے رسول میری بیوی ایسی ہے بات نہیں مانتی، لڑائی کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو اب وہ ایک دم خاموش ہو گیا اور فوراً جھٹکا لگا کہ یہ کیا بول دیا کہنے لگا کہ حضرت طلاق تو مشکل ہے وہ تو اور بہت سارے کام کرتی ہے حضور ﷺ کا ارادہ طلاق دلوانا نہیں تھا بلکہ اس کا ذہن بدلنا تھا کہ اس کے ذہن میں صرف اس کی برائیاں ہی برائیاں ہیں، کم از کم اس کی کوئی اچھائیاں بھی تو ہونگی، اب ذرا سوچیں کہ اس کی نوبت کیوں آتی ہے اور جھگڑا کب ہوتا ہے۔ اس وقت ہوتا ہے جب میری نظر آپ کی

برائی پر ہوتی ہے۔ جب اچھائیاں نظر آئیں گی تو معاملہ برابر ہو جائے گا تو پھر اختلاف نہیں ہوگا۔

تو انسان جب اس کی برائی کو دیکھتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے کہ اس کو مارو اس سے لڑو اور جب اس کی اچھائی نظر آئے گی تو اس کو صبر آئے گا تو اس لیے صبر اور برداشت انبیاء کرام کی صفت ہے اگر ہم صبر اور برداشت کے ساتھ زندگی گزارے گی تو ہم خاندان میں بھی کچھ اچھا کام کر سکتے ہیں اپنے محلے میں بھی کوئی اچھا کام کر سکتے ہیں۔

احساس ذمہ داری:

کام پر بروقت جائے گا نہیں مگر تنخواہ پوری چاہیے سالانہ خرچہ پورا چاہئے بونس اور مراعات پوری چاہئے یہ حدیث ہر شخص کو یاد ہے کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینی چاہئے اسلام کا حکم ہے۔ مگر اس مزدور سے یہ بھی پوچھیں کہ اپنا پسینہ بہایا بھی ہے یا پھر بہانے سے پہلے ہی ایڈوانس پیسے اجرت کا مطالبہ ہے۔

مقصد یہ ہے کہ مزدور، مالک ہو، جو بھی ہے وہ اپنے کام کو تو پورا نہیں کر رہا مگر اپنی پوری اجرت کا مطالبہ ہے، اور تنخواہ اگر مانگے تو کہتے ہیں دے دیں گے بھاگ تو نہیں رہے ہیں او بھائی پہلی تاریخ ہے وقت پر تنخواہ دو یہ اس کا حق ہے جائز حق مانگ رہا ہے اور کام لینے میں بات آٹھ گھنٹے کی ہوئی ہے وہ آٹھ گھنٹے کا ذمہ دار ہے اور آٹھ گھنٹے کے بعد اس کو تنگ کرنا جائز نہیں ہے، اس کو کہتے ہیں بس ادھر ہی تو جانا ہے اور وہاں جا کر پھر اللہ تعالیٰ معاف کریں جانا دس منٹ کے فاصلے پر ہوتا ہے اور کام دو گھنٹے کا کرتے ہیں یہ دو گھنٹے آپ اس سے اضافی کام کرواتے ہیں یہ کیا اس کی ڈیوٹی میں ہے۔ آپ نے جو معاہدہ کیا ہے اس کو پورا کریں اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ فرائض میں کوتاہی حقوق کا مطالبہ آج دنیا میں عام ہو گیا ہے۔ باطل نے ایک چیز ہمیں بتادی کہ حقوق کا مطالبہ یعنی حقوق لینا حقوق دینا نہیں بتایا ہے۔ مگر اسلام نے حقوق دینا بتایا ہے کہ دیکھو ماں باپ کا

یہ حق ہے اولاد کا یہ حق ہے بیوی کا یہ حق ہے بہن بھائی خالہ پھوپھی کا یہ حق ہے۔یہ ہمیں اسلام نے بتایا ہے۔ حقوق دینے والے بنو آج ہم الٹی ترتیب پر چل رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا نظام ہی الٹا ہے یہ سارے کام الٹے کرتے ہیں ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان الٹے ہاتھ سے کھاتا ہے اور مومن سیدھے ہاتھ سے کھاتا ہے یہ سارا شیطانی نظام ہے اسلام اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام کے حقوق ادا کرنے والے بنو اور یہاں کیا ہے ہر کوئی کہتا ہے کہ میرا حق ادا نہیں ہوا ہے ماں باپ ناراض ہیں کہ اولاد حق ادا نہیں کرتی اور اولاد سے پوچھو تو وہ کہتی ہے کہ ماں باپ حق ادا نہیں کرتے ہیں۔ اولاد ماں باپ سے شاکی ہے پڑوسی پڑوس سے شاکی ہے ہر کوئی دوسرے سے شاکی بنا ہوا ہے کہ میرا حق نہیں دیا جارہا ہے اور جو میرا اس کی بات نہ کریں، میرا تو یہ حق ہے او بھائی جو آپ کی ذمہ داری ہے وہ آپ نے پوری کردی۔ ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن تم آؤ تو تمہارے ذمہ لوگوں کے حقوق ہوں۔

آخرت میں حق مارنے والا سب سے بڑا مفلس ہوگا:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مفلس غریب کو جانتے ہو فرمایا کہ ہاں غریب کو جاننا کونسا مشکل کام ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جس کے پاس پیسہ نہ ہو دولت نہ ہو وہ غریب ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں یہ غریب نہیں ہے غریب تو وہ ہے جو قیامت کے دن آئے گا اور اس کے پاس نیکیوں کے انبار ہونگے۔ نمازیں روزے، صدقات اور بہت سارے اچھے کام ہونگے، لیکن دنیا میں اس نے لوگوں کے حقوق سلب کیے وہ حقوق اس نے دنیا میں ادا نہیں کیے۔ آج وہ حقوق والے آگئے کہ میں دنیا میں اس کے ساتھ کام کرتا تھا اس نے میری تنخواہ روکی ہے میں اس کا پڑوسی تھا میرے ساتھ اس نے زیادتی کی ہے۔ میں اس کا ساتھی تھا میری زمین غصب کی ہے حتی کہ اور بہت سارے آئے گئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کی ساری نیکیاں ان

میں تقسیم کردو۔حتی کہ اس کی ساری نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور لوگ ابھی بھی باقی ہونگے فرشتے کہیں گے کہ یا اللہ اب کیا کریں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔اب جوان لوگوں کے گناہ ہیں وہ اس کے اعمال نامہ میں لکھ دو نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے غریب جو دنیا میں نیکیاں کر کے گیا تھا اور وہاں خالی ہوگیا یہ بھی بڑا کمال ہے کہ وہاں تک نیکیاں پہنچا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے فرمایا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو نیکی لے کر آئے گا اس کو دس گنا اجر دونگا یہ نہیں فرمایا کہ جو نیکی کریں گے اس کو دس گنا اجر ملے گا یہاں نیکی کی مگر اس کو ضائع کردیا۔نیکی اور اس کی حفاظت بھی کی مگر وہاں پر اس کو لینے والے آگئے۔

حقوق العباد کی معافی نہیں ہوتی:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو وہ اپنا حق معاف کردیں، مگر بندہ کے حقوق اللہ تعالیٰ بھی نہیں معاف کرے گا کتنے اہم ہیں اور آج ہم کہتے ہیں میرا حق ہے میرا حق دے دو، آج حقوق دینے والا کوئی نہیں ہے ہمیں اس چیز کا خیال کرنا ہے کہ ہم لوگوں کے حق دینے والے ہوں ماں باپ کی خدمت کرنا ہمارا حق ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور آگے وہ آپ سے خوش ہیں یا نہیں ہیں۔اس کی آپ کو پروا نہیں کرنی چاہیے آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کی خدمت کرو پڑوسی کا خیال رکھو، وہ آپ کا خیال رکھتا ہے یا نہیں اس سے آپ کو کوئی سروکار نہیں آپ کو اس پر اللہ تعالیٰ اجر دیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاندانی اختلافات کی وجوہات

(۲)

خاندانی اختلافات کی وجوہات

(۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عن عبدالله بن عمرو ان النبی ﷺ قال اربع من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر.

(بخاری جلد۱ ص ۱۰. باب علامة المنافق)

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ ہونگی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں

منافقت کی خصلت ہے کہ وہ اس کو چھوڑ دے اور وہ چار چیزیں یہ ہیں:
(۱) امانت میں خیانت کرنا (۲) گفتگو میں جھوٹ بولنا (۳) وعدہ خلافی کرنا
(۴) اور جب لڑائی کرنے پر آئے تو گالم گلوچ کرنا

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ چار چیزیں جس میں ہیں وہ خالص منافق ہے یعنی یہ چاروں چیزیں ایک ایسے شخص میں جمع ہو جائیں جو اپنے آپ کو مومن کہتا ہو اور اس کا کردار ہو تو یہ پھر کیسا مومن ہے یہ چار چیزیں جس انسان میں آ گئی وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق مومن نہیں رہا ہے اور اگر کسی خاندان میں آ جائے تو اس خاندان والوں میں جوڑ کیسے پیدا ہو۔ جس کسی شعبہ میں یہ چیزیں آ گئیں چاہے وہ شعبہ خاندان کا ہو، محلے کا ہو، کاروبار کا ہو، تو پھر وہ شعبہ وہ کاروبار وہ خاندان کیسے مضبوط ہو گا، وہ کل کے بجائے آج ہی برباد ہو جائے گا۔

منافق کی پہلی خصلت، خیانت کرنا:

پہلی چیز اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ امانت میں خیانت نہ کرو صحابہؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ بات ارشاد نہ فرمائی ہو **لا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلا دِیْنَ لِمَنْ لا عَهْدَ لَهٗ** اس شخص کا ایمان نہیں جس میں ایمان داری نہ ہو اور جس میں وعدہ کی پاسداری نہیں ہے اس کا دین نہیں ہے۔ آپ ﷺ عموماً خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے امانت دار ہونا ہی انسان کا سب سے بڑا کمال ہے اور اس کا کردار ہے آپ ﷺ کو مکۃ المکرمۃ والوں نے صادق الامین کا لقب دیا تھا، کہ آپ مکہ کے سچے اور امانت دار انسان ہیں۔ اب خاندان میں اختلاف کب ہوتا ہے جب بیٹے کے ہاتھ میں باپ کی چیز آ گئی وہ خاموش ہو جاتا ہے اور پھر انتظار ہوتا ہے کہ اب ابا کے ہاتھ کوئی بیٹے کی چیز لگ جائے تو پھر وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ بھائی کے ہاتھ بھائی کی کوئی چیز لگ جائے تو وہ بھی

خاموش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بیٹی کے ہاتھ اماں کی کوئی چیز لگ گئی تو وہ خاموش ہو جاتی ہے کہ جی کپڑے کا سوٹ ہی تو تھا مجھے پسند آ گیا تھا تو سوٹ مگر آپ کے لیے تو نہیں تھا بظاہر یہ چھوٹی باتیں ہوتی ہیں مگر شیطان اس کو بڑا کر کے پیش کرتا ہے شیطان کو صرف بہانا چاہیے جس طرح دنیا والوں نے مصالحے بنائے ہوئے ہیں، بریانی کا مصالحہ قورمہ مصالحہ چکن مصالحہ اس طرح شیطان نے بھی بنایا ہوا ہے۔ لڑائی کا مصالحہ، باپ بیٹے میں اختلاف پیدا کرنے کا مصالحہ، تو پھر شیطان اپنا مصالحہ لگاتا ہے تو اب وہ بیٹا اندر ہی اندر پکتا رہتا ہے، اماں اندر پکتی رہتی ہے بیٹی بھی اندر ہی اندر پکتی رہتی ہے، اب یہ اختلاف کیوں ہوا اس وجہ سے کہ امانت کی وہ حقیقت جو اسلام نے بیان کی ہے ہم نے اس کو سمجھا ہی نہیں ہے کہ اگر میرے ہاتھ میں کسی کی کوئی چیز آ گئی ہے تو میں اس کو فوراً پہنچا دوں، اب وہ ابا کی ہے یا بھائی کی ہے، بیٹی کے پاس اماں کی کوئی چیز آ گئی ہے تو وہ فوراً واپس دے دے تب جا کر یہ اختلاف جنم نہیں لیں گے، بظاہر تو وہ چھوٹی چیز ہو گئی مگر شیطان اس کو بڑا بنا کر پیش کرے گا اور پھر دلوں میں ناراضگی پیدا ہو گی اس لیے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ خیانت کرنا منافق کی نشانی ہے یہ مومن کا کام نہیں ہے اب ایک طرف آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ بھائی ہے تو منافق ہے اور اگر یہ بیٹا ہے تو منافقت کر رہا ہے بیٹی ہے تو منافقت کر رہی ہے امانت میں خیانت کر کے اپنے ایمان کو خراب کر رہے ہیں۔

منافق کی دوسری خصلت، جھوٹ بولنا:

دوسری نشانی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمائی کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ اپنے بیٹے کو بولے کہ ادھر آ وَ آپ کو کچھ دیتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے کچھ دینا ہے تو فرمایا کہ اگر تم نے اس کو بلا کر کچھ نہیں دینا تھا تو یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوتا ہے، جیسے ہم چھوٹے بچے کو بولتے ہیں کہ

آپ کے لیے میں ابھی جاؤنگا کوئی چیز لاؤنگا یا فلاں چیز میں آپ کو دونگا، اب جب بچہ مانگتا ہے تو کہتے ہیں اف میں بھول گیا اب یہ وعدہ خلافی ہوگئی اور اگر میری نیت تھی ہی نہیں تو جھوٹ ہوگیا۔ مگر سب سے بڑھ کر یہ نقصان ہوگا کہ میں نے اپنے بچہ کے دماغ میں یہ بات ڈال دی کہ دیکھو آدمی اس طرح بھی جھوٹ بولتا ہے اب ایک بات تو یہ ہوگئی کہ وعدہ خلافی کردی جھوٹ بول دیا مگر وہ بچہ جس کا ذہن ابھی کمزور ہے اپنے بڑوں سے تربیت پا رہا ہے اور سیکھ رہا ہے۔ وہ کل کو جھوٹکہ جھوٹ بولنا معمولی بات ہے۔ ہمارے ابا بھی اسی طرح جھوٹ بولا کرتے تھے اتنی بری بات ہوتی تو وہ نہ کرتے اور اگر وہ دادا ہے تو پوتا کل کہے گا کہ دیکھو ہمارے دادا بھی ایسا ہی کرتے تھے اور آگے چل کر وہ ہمارا بچہ یا بچی یا شاگرد اس جھوٹ پر زندگی گزارے گا جو ہم نے جھوٹ کی بنیاد پر وعدہ خلافی کی بنیاد پر امانت میں خیانت کی بنیاد پر اس کی تربیت کی اور وہ اب اس کو پسند کرے گا اور جھوٹ پر جھوٹ بولے گا اور یہ پھر آگے چلتا جائے گا۔ گویا یہ جھوٹ بول کر ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی بلکہ اپنی اس نسل کی جڑوں میں جھوٹ کی بنیاد رکھ دی، اور اس نسل کی بنیاد کو جھوٹ وعدہ خلافی فراڈ کی آمیزش سے خراب کردیا ہے وہ مسلمان گھرانہ جس کے آپ ذمہ دار ہیں آپ والد کہلاتے ہیں اور آپ دادا کہلاتے ہیں آپ کچھ بھی کہلاتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے میں عزت دی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے۔ آپ اپنے اس رتبہ مقام اور عزت کو غلط استعمال کرکے اس پوری نسل میں آپ نے خرابی ڈال دی، دیکھیے گناہ، گناہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے لیکن یاد رکھیں گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ ہے جس کا تعلق میری ذات سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو وہ گناہ میرے مرنے کے ساتھ ختم ہوجائے گا اس لیے کہ وہ میری ذات کے ساتھ تھا مگر دوسری قسم وہ ہے جو کرنے والے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ پوری معاشرت اس سے متاثر ہوتی ہے۔ یہ وہ گناہ ہے

آپ کے لیے میں ابھی جاؤ ںگا کوئی چیز لاؤ ںگا یا فلاں چیز میں آپ کو دوں گا، اب جب بچہ مانگتا ہے تو کہتے ہیں اف میں بھول گیا اب یہ وعدہ خلافی ہوگئی اور اگر میری نیت تھی ہی نہیں تو جھوٹ ہو گیا۔ مگر سب سے بڑھ کر یہ نقصان ہوگا کہ میں نے اپنے بچہ کے دماغ میں یہ بات ڈال دی کہ دیکھو آدمی اس طرح بھی جھوٹ بولتا ہے اب ایک بات تو یہ ہوگئی کہ وعدہ خلافی کردی جھوٹ بول دیا مگر وہ بچہ جس کا ذہن ابھی کمزور ہے اپنے بڑوں سے تربیت پا رہا ہے اور سیکھ رہا ہے۔ وہ کل کو جھوٹ کہ جھوٹ بولنا معمولی بات ہے۔ ہمارے ابا بھی اسی طرح جھوٹ بولا کرتے تھے اتنی بری بات ہوتی تو وہ نہ کرتے اور اگر وہ دادا ہے تو پوتا کل کہے گا کہ دیکھو ہمارے دادا بھی ایسا ہی کرتے تھے اور آگے چل کر وہ ہمارا بچہ یا بچی یا شاگرد اس جھوٹ پر زندگی گزارے گا جو ہم نے جھوٹ کی بنیاد پر وعدہ خلافی کی بنیاد پر امانت میں خیانت کی بنیاد پر اس کی تربیت کی اور وہ اب اس کو پسند کرے گا اور جھوٹ پر جھوٹ بولے گا اور یہ پھر آگے چلتا جائے گا۔ گویا یہ جھوٹ بول کر ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی بلکہ اپنی اس نسل کی جڑوں میں جھوٹ کی بنیاد رکھ دی، اور اس نسل کی بنیاد کو جھوٹ وعدہ خلافی فراڈ کی آمیزش سے خراب کردیا ہے وہ مسلمان گھرانہ جس کے آپ ذمہ دار ہیں آپ والد کہلاتے ہیں اور آپ دادا کہلاتے ہیں آپ کچھ بھی کہلاتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے میں عزت دی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے۔ آپ اپنے اس رتبہ مقام اور عزت کو غلط استعمال کر کے اس پوری نسل میں آپ نے خرابی ڈال دی، دیکھیے گناہ، گناہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے لیکن یاد رکھیں گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ ہے جس کا تعلق میری ذات سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو وہ گناہ میرے مرنے کے ساتھ ختم ہوجائے گا اس لیے کہ وہ میری ذات کے ساتھ تھا مگر دوسری قسم وہ ہے جو کرنے والے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ پوری معاشرت اس سے متاثر ہوتی ہے۔ یہ وہ گناہ ہے

جو معاشرے میں پھیل رہا ہے یہ ہمارے لئے کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہوگی کہ میں مرجاؤں لیکن میرا بویا ہوا گناہ کا بیج پھلے گا، ہر وہ شخص جو اس گناہ کو کرے گا اس کا کچھ حصّہ میرے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔ جہاں انسان مرنے کے بعد ایک ایک نیکی کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ ضرب المثل مشہور ہے ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا کافی ہے وہاں میرے اعمال نامے روز سیاہ ہونگے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نیکی کو رائج اور برائی کو رائج کرنے والے دوسرے لوگوں کے عمل سے کچھ کچھ ملتا رہتا ہے یوں ہماری آخرت تباہ و برباد ہو جائے گی۔ ہمارے گناہ زندہ ہونگے ویسے تو مسلمان یہ چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں اور میری نیکیاں زندہ رہیں، اسی وجہ سے مسجد بناتے ہیں مدرسہ بناتے ہیں اسپتال ہیں اور کوئی بھی اجر اور ثواب کے کام کرتے ہیں اس وجہ سے کہ اگر میں مرگیا کم از کم میری نیکیاں زندہ رہیں تا کہ مجھے اس کے استعمال ہونے پر ثواب ملتا رہے ایسا شخص خوش نصیب انسان مگر بڑا ہی بدنصیب انسان ہے وہ کہ جو مرگیا مگر اس کی برائیاں زندہ ہیں کہ یہ تعلیم تو ابا کی تھی کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا تو یہ وہ جرم ہے کہ مجرم مرگیا، مگر قبر میں یہ برائیاں اس کی طرف جاتی رہے گی۔

بچے بڑوں کی اتباع کرتے ہیں:

اس لیے میرے دوستو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ منافق کی نشانی ہے خیانت کرنا اور اس سے انسان کا سکون برباد ہو جاتا ہے جب خاندان میں جھگڑے اور فساد ہوتے ہیں ہم ایک دوسرے کی چیزیں بغیر اجازت کے استعمال کرتے ہیں یہ امانت میں خیانت ہے جب ہم نے اپنے بچوں کے دل اور دماغ میں اس بات کو ڈال دیا کہ یہ خیانت کرنا اور جھوٹ بولنا کوئی بڑا گناہ نہیں ہے اور یاد رکھیں بچہ سب سے زیادہ اپنے گھر کا ماحول لیتا ہے اس لیے کہ بچہ کے دل اور دماغ میں والد کا والدہ کا احترام ہے دادا کا احترام ہے نانا کا احترام ہے یہ جو خاندانی رشتے ہیں یہ ایک سلسلہ

ہے کہ بچہ دیکھتا ہے کہ میرے والد صاحب دادا کا احترام کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک غیر لاشعوری چیز جا رہی ہے کہ بڑوں کا احترام ہوتا ہے اس کو تعلیم دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ دیکھ کر ہی سبق حاصل کر رہا ہے۔

مگر اب جب ہم ان کے سامنے کسی خیانت کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو وہ تعظیم تو ہوتی ہے تو پھر اس کے لاشعور کے اندر یہ بات آ جاتی ہے کہ یہ کوئی گناہ تھوڑی ہے یہ اگر گناہ ہوتا تو پھر اس کو میرے ابا کیوں کرتے میرے دادا میری امی میرے بھائی کیوں کرتے جھوٹ بولتے ہیں وہ آپ کے ساتھ دفتر میں بیٹھا ہوا ہے آپ اس کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں فون پر آپ سے کوئی پوچھا ہے کہ مال کا کیا ہوا تو اس کو جواب دیتے ہیں کہ لوڈ ہو رہا ہے جب کہ ابھی تک مال بنا بھی نہیں ہے اب بیٹا سامنے بیٹھا ہوا سن رہا ہے۔ اب جب وقت پر اس کے پاس مال نہیں پہنچا تو دوبارہ پھر اس کو فون پر جھوٹ بولیں گے کہ جی حالات خراب ہو گئے بینک آج بند ہے اتوار کی چھٹی آ گئی ہے، وہ جو پانچ چھ دن گزارنے تھے وہ اس طرح گزار دیئے اب یہ ساری باتیں بیٹا سن رہا ہے، اس کے لاشعور میں یہ بات بیٹھ جائے گی میں تو مر جاؤں گا مگر کل میری جگہ میرا بیٹا آئے گا وہ بھی اس طرح جھوٹ بولے گا اس نے یہ جھوٹ مجھ سے سیکھا ہے اور پھر میرے پاس قبر میں کیا آئے گا۔

اپنے اعمال کی اصلاح ضروری ہے:

اس لیے ہمیں نبی علیہ السلام نے ان چار چیزوں سے منع فرمایا کہ خیانت مت کرو آپ کو اگر کسی نے کوئی بھی چیز دی ہے وہ اس تک اسی حالت میں پہنچا دو اس چیز کے بارے میں انکوائری نہ کرو کہ اس بکس میں اس لیٹر میں کیا چیز ہے تجسس میں نہ پڑو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **لا تجسسوا** آج ہم کوئی بھی بات دیکھتے ہیں تو اس کے تجسس میں پڑھتے رہتے ہیں تو یہ خیانت کے زمرے میں آتا ہے اس

سے ہمارے دل ایک دوسرے سے ٹوٹ جاتے ہیں، گھر کے اندر رہتے ہوئے بیٹا باپ کے مخالف ہوجائے گا بیٹی اماں کے مخالف ہوجائے گی ہر آدمی کے اپنے معاملات ہیں جو چیز ہے وہ اسی کی ہے آپ اس میں خیانت نہ کریں۔

دوسری چیز جھوٹ مت بولو اگر بیٹے نے باپ سے جھوٹ بولا تو اس کی نظر میں آپ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس کو سخت صدمہ پہنچے گا اور اگر باپ نے بیٹے سے جھوٹ بول دیا تو احترام میں کتنی کمی آئے گی۔

جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو:

آپ کسی کے ساتھ بھی وعدہ کرو بیٹا ہے بھائی ہے اور کوئی ہے تو اس کو پورا کرو نبی علیہ السلام نے فرمایا مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ وعدہ خلافی کرے۔ اگر آپ وعدہ خلافی کریں گے تو آپ کی حیثیت کمزور ہوجائے گی آپ کا جو پاور ہے وہ ختم ہوجائے گا ہر آدمی کی بات میں اللہ تعالیٰ نے ایک وزن رکھا ہے اور یہ وزن اس وقت تک ہے جب تک وہ ان پر خود عمل کر رہا ہے اور اگر وہ صرف گفتار کا غازی بن جائے عمل نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، آپ وعدہ کرنے سے پہلے سوچیں کہ اس کو نبھا سکتے ہیں یا نہیں اس وعدے پورا کرسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ نے بیوی سے کوئی وعدہ کیا تو اس کو پورا نہیں کیا تو وہ آپ کے کام میں بھی ڈنڈی مارے گی، کبھی کرے گی کبھی نہیں، اس لیے کہ وہ کہے گی کہ اس نے میرا کونسا کام بروقت کیا ہے جو میں کروں، اگر آپ نے کسی مزدور سے بروقت تنخواہ دینے کا وعدہ کیا اور پھر وقت پر نہیں دیا تو اس کی نظر میں آپ کی حیثیت کم ہوجائے گی تو اس سے آپ کے ساتھ کام کرنے والے لوگ آپ سے دور ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ آپ وعدہ پورا کرنے والے نہیں ہیں جہاں آپ نے توڑا وہاں وہ بھی توڑ توڑ کر کام کریں گے۔

باہم اتفاق کیلئے بداخلاقی اور بدکلامی سے اجتناب ضروری ہے:

ایک اور چیز جس سے خاندان میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہ ہے بدکلامی اور بداخلاقی، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ منافق آدمی جب لڑائی جھگڑا کرتا ہے تو وہ گالم گلوچ کرتا ہے، اگر باپ اپنی اولاد سے محبت سے گفتگو نہیں کرے گا تو اولاد باپ سے ادب سے گفتگو نہیں کرے گی، بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں سے محبت کے ساتھ گفتگو نہ کرے تو چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا ادب اور احترام کیسے کریگا۔ اگر شوہر ہر وقت غصہ میں رہے اور یہ چاہتا ہو کہ میری بیوی ہنستی رہی ایسا نہیں ہوسکتا ہے، ہنسنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے مزاج میں بھی نرمی ہو تو پھر دوسرا بھی ہنسے گا آپ کسی سے مسکرا کر ملیں گے تو دوسرا بھی آپ سے مسکرا کر ملے گا تو ہماری گفتگو کا انداز درست اور ٹھیک ہونا چاہئے اسی وجہ سے آپ نے دیکھا ہوگا نکاح کے وقت جو آیات پڑھی جاتی ہیں ان سے ایک آیت یہ بھی ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْدًا ٥ اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بات سیدھی کیا کرو، جب ہم بات درست طریقہ سے نہیں کرتے تو اس کی وجہ سے انسانوں میں بغض پیدا ہوتا ہے۔ اور فارسی کا مقولہ ہے زبان شیریں ملک گیری زبان اگر میٹھی ہو تو پورا ملک لے لو جب کہ سخت زبان کی وجہ سے آپ کے گھر والے بھی آپ کی قدر نہیں کریں گے جب ایسا بندہ گھر میں آتا ہے تو گھر والے بھی بیزار ہو جاتے ہیں ہر کوئی اپنے اپنے کمروں میں بھاگ جاتے ہیں تو اس واسطے میرے دوستو! جو وجوہات میں نے آپ حضرات کے سامنے ذکر کی ہیں یہ اسلامی تعلیمات ہیں یہ نبی علیہ السلام کے بتائے ہوئے راستے ہیں۔

آج ہم ان تعلیمات سے اور ان راستوں سے دور ہو گئے ہیں ہم نمازی تو بن گئے مگر اپنے گھر کو نہیں بنا سکے ہم اپنے خاندان اور اپنے محلے کو نہیں بنا سکے، ہم نے اپنی

نماز اور اپنے روزے کو سمجھ لیا۔ مگر یاد رکھیں پورا دین تو پوری زندگی کا نام ہے اس میں نماز بھی ہے روزہ بھی ہے گھر میں محلے میں رہنا بھی ہے یعنی ہر چیز اس میں داخل ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

لفظ رب کا معنی اور تحقیق

لفظ رب کا معنی اور تحقیق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

محترم دوستو اور بزرگو!!

سورۃ البقرۃ کے ۳ رکوع کی پہلی دو آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی وہ ذات جس نے تمہیں

پیدا کیا اوران لوگوں کو جو تم سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اور اللہ رب العزت وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا اس پانی کے ذریعہ زمین سے پھل نکالا تمہاری روزی کے لیے، پس تم نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو شریک اور دراں حالیکہ تم جانتے ہو۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف انسانوں کے سامنے بحیثیت رب ہونے کے کروایا ہے اے انسانو! تم عبادت کرو اپنے رب کی اور جب ہم نماز پڑھتے ہیں نماز کی ہر رکعت میں اور اس کے ہر سجدے اور رکوع میں چاہے وہ فرض ہو سنت ہو نفل ہو اس کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں اس کی پہلی آیت الحمدللہ رب العالمین ہے اور جو اللہ کے حمد و ثنا اور ذکر پر مشتمل ہے اور قرآن مجید کی صورتوں کی تلاوت کرتے ہیں جس میں اللہ کو مختلف صفاتی ناموں سے یاد کرتے ہیں ۔روزانہ اٹھتے بیٹھتے کتنی ہی دفعہ اللہ کا ذکر مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں ،اور ہماری زبان سے بار بار یہ لفظ کہلوایا جا رہا ہے اب آتے ہیں لفظ رب کے معنی کی طرف (لفظ رب کے معنی کیا ہیں) رب اللہ تعالیٰ کا ایک صفتی نام ہے جیسے لفظ اللہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور رب کا معنی ہے تربیت کرنے والا پالنے والا پرورش کرنے والا اللہ تعالیٰ کا یہ صفتی نام قرآن کریم کے مختلف مقامات میں موجود ہے اور مختلف دعاؤں میں استعمال ہوا ہے۔جیسے ربنا اتنا مختلف آیتوں میں نماز کی ہر رکعت میں بار بار یہ نام کہلوایا جا رہا ہے تا کہ انسان کے دل میں یہ بات اتر جائے کہ یقیناً پالنے والی ذات وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے چنانچہ انسان جب عالم ازل میں تھا وہاں بھی رب کا لفظ بتایا گیا جب تخلیق ہونے لگی وہاں بھی رب کا لفظ استعمال ہوا اور جب دنیا میں آیا تب بھی رب کا لفظ استعمال ہوا اور جب قبر میں جائے گا تب بھی سب سے پہلا سوال

من ربك ہے جب عالم ازل میں تھا یعنی ابھی انسان وجود میں نہیں آیا تھا۔

انسانی افزائش کے مراحل اور لفظ رب:

ہمارے جسم نہیں بنے تھے صرف ہماری روحیں تھیں ان روحوں کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا اللہ تعالیٰ نے وہاں پر ان سے پوچھا جس کو عہد اَلَستَ کہتے ہیں قرآن کریم نے اس طرح ذکر کیا ہے: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اللہ تعالیٰ وہاں یہ سوال بھی کر سکتے تھے کہ میں تمہارا خالق نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارا مالک نہیں ہوں؟ لیکن لفظ رب کی اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا قَالُوْا بَلٰی تو ہماری روحوں نے کہا کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ آپ ہی ہماری تربیت کرنے والے ہیں آپ ہی ہمارے خالقِ مالک رازق ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا ٹھیک ہے اب میں تمہاری تخلیق کرنے والا ہوں۔ اب دوسرا مرحلہ شروع ہوا انسان کی بناوٹ شروع ہوگئی انسان کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور یاد کرو جب تمہارے رب نے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں اور دوسری جگہ فرمایا یَآاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اے انسان ڈر اس ذات سے جو تمہارا رب ہے جب تیسرا مرحلہ تخلیق کا آیا تو وہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے رب کا لفظ استعمال کیا۔

اللہ کی ربوبیت پر قرآنی دلائل:

اس بات کو دل میں بٹھا لو کہ مجھے پالنے والا میرا رب ہے، میری پرورش میرا اللہ کرتا ہے اس کے بعد جب انسانوں کا سلسلہ شروع ہوا دنیا میں جب انسان آگئے اب آنے کے بعد جب یہ انسان عاقل ہوتا ہے بالغ ہوتا ہے سمجھ دار ہوتا ہے اب یہ علم کی طرف جاتا ہے معلومات حاصل کرتا ہے تو قرآن کریم انسان کو پہلا سبق جو دیتا ہے وہ

ہے سورۃ البقرۃ کی اکیسویں آیت: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ اے لوگو اے انسان وعبادت کرو تم اپنے رب کی پھر اللہ تعالیٰ نے رب کا لفظ استعمال کیا اور پھر یہاں تو اللہ تعالیٰ نے چھ دلیلیں بھی ذکر کر دیں کہ اب تم عاقل ہو بالغ ہو سمجھدار ہو تو ان دلیلوں پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے۔

۱......سب سے پہلی دلیل: خَلَقَكُمْ اللہ کی ذات وہ بلند و بالا ہستی ہے جس نے تمہیں یعنی انسانوں کو پیدا کیا اللہ کی ذات بلاشرکت غیر خالق ہے۔

۲......دوسری دلیل: وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ اے انسان صرف تمہیں نہیں بلکہ تمہارے آباؤ اجداد کو بھی پیدا کیا تمہارے بزرگوں کو بھی پیدا کیا تمہارے ان بزرگوں کو بھی پیدا کیا جو تم سے بچھڑ چکے ہیں پالنے ہے۔

۳......تیسری دلیل جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بچھائی ہے یہ زمین تمہارا بچھونا ہے اے انسان یہ اتنی نرم نہیں ہے کہ تو اس پر چل نہ سکے اور نہ اتنی سخت کہ تو اس میں کوئی کام نہ کر سکے۔

۴......چوتھی دلیل وَالسَّمَاءَ بِنَاءً اور آسمان کو چھت بنایا

۵......پانچویں دلیل وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اور آسمان سے صاف شفاف پانی اللہ تعالیٰ برساتا ہے۔

۶......چھٹی دلیل فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ اور تمہارے لئے بارش برسا کر زمین سے پھل پیدا کرتا ہے۔

یہ چھ دلائل اللہ تعالیٰ ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں پیدا کرنے والا ہے۔ اس لیے یہ رب کا لفظ ہم سے بار بار کہلوایا جارہا ہے کہیں ہمارا اللہ پر یقین متزلزل نہ ہو جائے۔ ہمارے یقین میں کہیں کمی واقع نہ ہو جائے اور آج اس یقین کو مضبوط اور پختہ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے

کہ دنیا میں بسنے والے آج کے یہود و نصاریٰ جن کو دنیا اھل مغرب کہتی ہے۔اس لیے یہودی یہودی نہ رہا اور عیسائی عیسائی نہ رہا یہودیت اور نصرانیت کو ملا کر ایک خمیرا انہوں نے بنادیا ہے جن کو دنیا والے آج اھل مغرب کہتے کثرت سے اموات اور ان کا کام دنیا میں مسلمانوں کو ہر اعتبار سے مارنا ہے۔

غیر مسلم کی یلغار:

چنانچہ دنیا میں آج جہاں بھی دھواں اٹھ رہا ہے اور جہاں موتیں واقع ہو رہی ہیں ہر آگ اور دھوئیں کے نیچے کسی مسلمان کی عزت اور جسم ہے۔لیکن صرف اسی پر اکتفا نہیں ہے وہ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے ساتھ فکری جنگ بھی لڑ رہے ہیں۔ان کے عقائد بھی بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کا یقین اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور اس کی کتاب سے کٹ جائے اس کا تعلق اپنے نبی ﷺ سے کٹ جائے تو پھر اس مسلمان کو مٹانا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا اور جب تک اس کے دل کا تعلق اور اسکے دل کا تیقین اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور اس کی کتاب کے ساتھ اور نبی علیہ السلام کی ذات کے ساتھ ہے اس وقت تک اس مسلمان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔اسی لیے وہ مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑتے ہیں اور فکری جنگ بھی لڑتے ہیں اور ان کے یقین کو کمزور کرتے ہیں اور آج ہمارا یہی حال ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا حقیقی رب مانتے تو پھر رشوت لینے والا رشوت کیوں لیتا اس کو پتہ ہے یہ حرام ہے اگر رب اللہ تعالیٰ کو سمجھا ہوتا تو پھر جو حلال مل رہا ہے اللہ تعالیٰ سے اسی میں برکت کی امید کرتا کیونکہ وہ ہی پالنے والا ہے اسی پر یقین کرنا ہے اگر اللہ تعالیٰ کو رب سمجھا ہوتا تو اذان کے بعد دفتر والا دفتر کی کرسی کو چھوڑ کر مسجد کی طرف آتا کہ پالنے والا اللہ ہے رب اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا ہے حی علی الفلاح حی علی الفلاح آؤ کامیابی مسجد میں ہے آؤ مسجد میں بند کرو دفتر کو، اگر دوکانداروں کا یقین پختہ ہوتا تو مؤذن اللہ اکبر کے بعد وہ اپنی

کے حکم کو کیوں توڑتے ہو، اس کا مطلب ہے کہ تمہارا یقین دفتر اور دوکان میں ہے، اس دفتر اور دوکان کو تم نے اپنا رب بنالیا ہے رب العلمین کو رب نہیں سمجھا ہے اگر اس کو رب سمجھا ہوتا تو کبھی بھی آپ اس رب کی نافرمانی نہیں کرتے دوکان میں بھی اور دفتر میں بھی نہ کرتے نہ فیکٹری میں کرتے اور نہ اپنے گھر میں کرتے قبر میں فرشتے کو یہ جواب کون دے گا جب وہ پوچھے گا تمہارا رب کون ہے وہی جواب دے سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی چاہت کے مطابق زندگی گزار رہا ھو ربی الله میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور جس نے دنیا میں رب کو راضی نہیں کیا اور اس کو پہچانا ہی نہیں ہے تو وہ کیا جواب دے گا۔

رب سے اپنی مانگ بھرنے کیلئے دل کی سختی دور کرنا ضروری ہے:

ایک کتاب میں لکھا تھا میں نے پڑھا کہ قرآن کریم میں والدین کو بھی رب کہا ہے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا اے اللہ میرے والدین پر رحم کر جیسے کہ انہوں نے میری تربیت کی ہے بچپن میں تو لکھا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت نہ یہ کھا سکتا ہے اور نہ پی سکتا ہے نہ کپڑے پہن سکتا ہے اور نہ یہ ان کو اٹھا سکتا ہے۔ نہ چل سکتا ہے نہ ہی کوئی کام کر سکتا ہے لیکن ایک کام وہ کر سکتا ہے وہ ہے رونے کا کام اگر اس کو بھوک لگے گی تو یہ روئے گا اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو بھی یہ روئے گا اس طرح اگر اس کو نیند آئی ہے تو بھی یہ روئے گا تو والدہ اس کو سلانے کا انتظام کرے گی، اس طرح فرمایا جب تک انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا آتا تھا تو اس کے مسئلے اللہ تعالیٰ حل کرتے تھے جب سے اس نے رونا چھوڑ دیا مسائل اٹکتے چلے گئے آج ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا نہیں آتا دل سخت ہو گئے ہم قسوتِ قلبی کا ہم شکار ہو گئے۔

یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ ان کے دل سخت

ہو گئے پتھر کی طرح آج ہمارا یہی حال ہے، ہمارے دل سخت ہو گئے ہم قرآن سنتے ہیں حدیث بھی سنتے ہیں ہم نبی کا فرمان بھی سنتے ہیں لیکن ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا کہ بس یہ جمعہ کی تقریر ہے یہ مولوی صاحب کی ڈیوٹی ہے، بس انہوں نے اپنی ڈیوٹی پوری کرنی ہے۔ اس لیے نہیں سنتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی بات ہے نصیحت کی باتیں ہو رہی ہیں میں بھی محتاج ہوں آپ بھی محتاج ہیں۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے دین کے محتاج ہیں تو جب ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے محتاج ہیں تو سمجھو کہ ہم سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ہمارے مسائل حل کرنے والا ہے۔ لوگ آج حکومت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حکومت ٹھیک نہیں فلاں حکومت آجائے تو وہ ٹھیک ہے یاد رکھیں کہ حکومت کوئی مسئلہ حل نہیں کر سکتی ہے وہ تو اپنے مسائل کو حل نہیں کر سکتی تو ہمارے مسائل کیا حل کرے گی، حل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو ہمارا رب ہے سارے جہاں کو پالنے والا ہے صحت رزق اولاد ساری چیزیں اس کی قدرت میں ہیں وہ ہی دینے والا ہے، وہی روکنے والا ہے، اس طرح اگر بندے کو زندگی پر محنت کے بعد لفظ رب کے معنی کی حقیقت مل جائے تو انسان دنیا آخرت کی کامیابی کو پالیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ جب انسان کو اپنا تعارف اور پہچان کرواتے ہیں تو وہ بھی لفظ رب سے کرواتے ہیں تو فرمایا قرآن کریم میں اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ وہ ہی ذات ہے، جس نے زمین کو تمہارے لیے آرام گاہ بنایا اور آسمان کو اللہ تعالیٰ نے چھت بنایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری صورت بنائی، کتنی اچھی صورت بنائی۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ستھری چیزوں میں سے روزی دی اور آپ دیکھتے ہیں دنیا

میں بہت سارے جاندار ہیں تمام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان جانداروں میں ایک جاندار انسان بھی ہے لیکن ان سب میں اچھی صورت والا اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔ پھر اس طرح ہر جاندار کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزی رکھی ہے، لیکن انسان کی روزی ان تمام میں سب سے زیادہ ستھری روزی ہے گندم یہ کھاتا ہے اور بھوسا جانور کھاتا ہے پھل انسان کھاتا ہے اور اس کا چھلکا جانور کھاتے ہیں، انسان کو تمام مخلوقات میں خوبصورت ترین بھی بنایا اور روزی بھی خوبصورت دی، تو پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذلکم واللہ ربکم وہ اللہ جس نے تمہیں روزی دی یہ اللہ تمہارا رب ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کس سے کروائی! رب سے بس اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی برکت والی ہے فرمایا ہے رب العالمین وہ سارے جہاں کا رب ہے۔

رب کا لفظ اتنا پر معنی ہے کہ اس سے اپنی پہچان کروائی اور خاص کر آج اس دنیا کا انسان اور اس کا مزاج یہ ہے کہ وہ اپنے تجربہ پر یقین رکھتا ہے۔

دنیا میں دو قسم کے انسان ہیں:

نمبر ایک: انسان وہ ہے جو اپنی عقل کی اندھی تقلید کرتا ہے، اپنے تجربہ کے راستہ پر ایمان رکھتا ہے۔

نمبر دو: انسان وہ ہے جو حکم کی بنیاد پر چلتا ہے کہ میرے اللہ کا حکم اس وقت کیا ہے وہ اس کو بنیاد بنا کر چلتا ہے۔ اپنے تجربہ اور اپنی عقل کے مطابق چلنا اس کے اسلوب زندگانی میں ناکامی ہے اور اس کے نصیب میں ذلت اور خواری ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کو بنیاد بنا کر چلنا اس کے طرز زندگانی میں عزت اور کامیابی ہے مثال کے طور پر حضرت ابراھیم علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ حضرت کا واسطہ ایک ایسی قوم سے پڑا کہ وہ پوری قوم مشرک تھی یہاں تک کہ بادشاہ وقت نمرود بھی مشرک تھا ابراھیم علیہ السلام کو حکم تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید کو بلند کرو۔

رب کی بندگی اور عقل کی بندگی کا تقابلی جائزہ:

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرنا شروع کر دیا اور بتوں کی برائی بیان کرنا شروع کر دی، اب قوم ان کی مخالف ہوگئی یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز سے محبت ہو اس کی اگر کوئی برائی کرے تو اس کو غصہ آئے گا، اور وہ تو بتوں کو خدا مانتے تھے، آج اگر آپ کسی کی سائیکل کو کہیں کہ آپ کی سائیکل بڑی گندی ہے تو اسکو کتنا غصہ آئے گا، مگر چونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا وہ اس حکم کو بنیاد بنا کر چل رہے تھے وہ عقل سے نہیں سوچ رہے تھے ورنہ عقل تو کہتی تھی کہ بادشاہ مخالف، فوج مخالف، ساری قوم مخالف، آپ کے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، اس لیے بہتری اور عزت اس میں ہے کہ آپ خاموش ہو جاؤ یہ فیصلہ عقل کا تھا مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ بولو اور بولنے میں عزت ہے حق کو بیان کرنے میں عزت ہے، اور یہاں تک کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے صرف بولنے پر اتفاق نہیں کیا بلکہ ایک دن کلہاڑا اٹھا کر سارے بتوں کو توڑ دیا۔

کسی کی ناک کاٹی، کسی کا کان کاٹا، کسی کی گردن کاٹی، اور کلہاڑی بڑے بت کے گلے میں ڈال کر حضرت ابراھیم علیہ السلام واپس آگئے اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا اب عقل کہتی ہے کہ یہ آگ میں جل جائیں گے، انہوں نے کیوں قوم سے ٹکر لی ہے، مگر چونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو فرمایا: قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ اللہ تعالیٰ نے آگ سے کہا خبردار یہ حکم کو بنیاد بنا کر چلنے والا ہے جلانے کا اثر ختم اب ان کے لئے گلزار بن جاؤ حضرت ابراھیم علیہ السلام فرماتے تھے کہ زندگی کے بہترین دن وہ ہیں جو آگ میں گزرے ہیں روزانہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی تھی۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بیٹا دیا جب خواب میں

دیکھتے ہیں یٰبُنَیَّ اِنِّیۡ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡ اَذۡبَحُكَ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کہ ذبح کر رہا ہوں بیٹے نے فرمایاقَالَ یٰاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا اے اباجان اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں چھری لے کر روانہ ہوتے ہیں اب عقل کہتی ہے کہ دنیا چیخ اٹھے گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ چھری کا کام ہے کاٹنا اور عقل کہتی ہے کہ چھری مت چلاؤ۔ یہ تمہارا بیٹا ہے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ خواب میں دکھا رہے ہیں کہ بیٹے کو ذبح کرو اور یاد رکھیں نبی کا خواب بھی وحی ہے اب حضرت نے بیٹے کو لٹایا واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کے ملک سارے جادوگر آ گئے اور سارے جادوگروں نے میدان کو جادو سے بھر دیا موسی علیہ السلام کے پاس صرف ایک لاٹھی ہے اب عقل کیا کہتی ہے کہ ہر طرف سانپ ہی سانپ ہیں آپ کے پاس ایک لاٹھی ہے، جس کا اژدھا بن کر سب کو نگلنا ماورائے عقل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے: وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ اے موسی اپنی لاٹھی کو ڈال دو، موسی علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ ایک لاٹھی تھی وہ بھی میدان میں ڈال دو تو پھر میرا کیا ہوگا مگر حضرت موسی علیہ السلام نے بنیاد کس کو بنایا اللہ تعالیٰ کے حکم کو بنایا تو پھر اس برکت سے تمام جادوگر مسلمان ہو گئے اور پھر انہوں نے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ رَبِّ مُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ رب تو وہ ہے جس کی طرف موسی علیہ السلام دعوت دیتے ہیں فرعون کہاں سے رب آ گیا تو معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان اگر عقل اور مشاہدے کی بنیاد پر چلے گا تو ناکام اور نامرات ہوگا اور آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا فرعون اور نمرود ناکام اور ذلیل ہوئے اس کے باوجود یکہ ان کی پشت پر طاقت موجود تھی دولت موجود تھی مگر وہ کام نہ آ سکی، حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت

ابراھیم علیہ السلام کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جس پر چل کر پھر وہ کامیاب ہوئے چنانچہ آج دنیا میں مختلف ذہن رکھنے والے انسان ہیں۔

ہر پریشانی کا حل توجہ الی اللہ ہے:

۱.....ایک طبقہ ہے وہ اگر پریشان ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ پریشانی اس فلاں آدمی کی سازش ہے اور اس فلاں شخص سے یہ پریشانی ختم ہوگئی۔ کیا مطلب یعنی پریشانی لانے والے بھی مخلوق اور پھر اس پریشانی کو دور کرنے والے بھی مخلوق یہ طبقہ ناکام ہے اور اس کے مسائل کبھی بھی حل نہیں ہونگے۔

۲.....دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ پریشانیاں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے یہ امتحان ہے مگر اس کا حل اس فلاں کے پاس ہے فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ تمہارا مسئلہ حل ہوجائے گا یہ طبقہ بھی پریشان رہے گا۔

۳.....تیسرا طبقہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ پریشانیاں ہیں بھی اللہ کی طرف سے اور اس کا حل بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ طبقہ کامیاب ہے، کیوں انبیاء کرام پر پریشانیاں اور مشکلات نہیں آئی ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پریشانیاں نہیں آئی ہیں؟ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر پریشانیاں آتی تھیں اور انبیاء علیہ السلام پر ناموافق حالات آتے تھے تو وہ کیا کرتے تھے؟ غزوہ بدر میں جب تین سو تیرہ صحابہ کرام تھے اور ان کے مقابلے میں ایک ہزار کا لشکر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ بچھا کر رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اے اللہ یہ تین سو تیرا آج کٹنے کے لیے آئے ہیں مگر اے اللہ اگر یہ تین سو تیرا کٹ گئے تو زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ نبی علیہ السلام کتنے پریشان ہیں مگر ان کو یہ بات معلوم تھی کہ اس کا حل اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور پھر بدر کے میدان سے اللہ تعالیٰ نے کفر کی طاقت کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں سے پارہ پارہ کردیا اور وہ خود حیران تھے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوگیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ لفظ رب کو بار بار

کہلواتے ہیں تاکہ اس لفظ کا یقین ہمارے دل میں اتر جائے اور جب اس کا یقین دل میں اترے گا تو جیسے بچے کو تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے ابا کو پکارتا ہے تو وہ ابا جب لفظ ابا سنتا ہے تو اس کے دل میں ایک جذبہ اٹھتا ہے ایک محبّت اٹھتی ہے جو اس کو اپنے بچہ کے ساتھ ہے۔ وہ جہاں بھی ہوتا ہے اس کے پاس فوراً مدد کیلئے پہنچتا ہے اور اس کی غم گساری کرتا ہے اسی طرح جب اس مسلمان کا یقین اپنے رب پر آئے گا تو جب یہ کہے گا یا ربا تو پھر اس کا مسئلہ غیب سے حل ہو جائے گا، پھر اس کے مسئلے ختم ہوتے جائیں گے زندگی کی گاڑی انتہائی محفوظ اور تیزی سے چل پڑے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے دل میں یقین ہو اللہ پر اعتماد ہو اور یہ قرآن کہتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب دعا کی تو کیا کہا تھا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ اے میرے رب غلطی ہوگئی ہے اگر آپ معاف نہیں کریں گے تو کوئی اور در نہیں ہے۔ جب آپ کہیں ربنا تو پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے جوش میں آتی ہے، اس طرح نوح علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اے میرے ربا ساڑے نوسو سال دعوت دی ہے، مگر یہ میری قوم حد سے گزرنے والی ہے ان کو زمین سے ختم فرما اللہ تعالیٰ نے تمام کو ختم فرمادیا، اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام جان گئے تھے کہ اب ھدایت کی کوئی امید نہیں ہے۔

لفظ رب کی حقیقت:

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے میرے رب اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا پھر مکۃ المکرّمۃ کو اللہ تعالیٰ نے کیسے امن والا بنایا، دنیا دیکھ رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ

اَهْلِیْ o هٰرُوْنَ اَخِیْ o اے میرے رب میرا سینا کھول دے، اور میرا کام آسان فرمادے، اور میری زبان کی گرہیں کھول دے اور مجھے فصیح اللّسان اور فصیح البیان بنادے تاکہ میری دعوت دل میں بیٹھ جائے، اور میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا کہتے ہیں دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا بھائی کسی کو نہیں ملے گا کہ ان کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کی ہے، اتنا بڑا فائدہ کسی بھی بھائی نے کسی بھی بھائی کو نہیں دیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ، اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نہ ملے اللہ تعالیٰ نے وہ دعا بھی قبول کرلی، اور ایسی سلطنت عطا کی جو رہتی دنیا تک کسی کو نصیب تک نہیں ہوسکتی۔

ایسی حکومت تھی کہ انکے بعد آج تک کسی کو بھی نہیں ملی ہے انسانوں پر جنات پر چرند پرند یہ تمام مخلوقات پر تھی یہاں تک کہ ہوا پر بھی تھی رب کی حقیقت کو اور رب کے معنی کو وہ اپنے دل میں بٹھا چکے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی دعا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ o اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دیں اور آخرت میں بھی بھلائی دیں، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دنیا میں خیر امت کہا اور آخرت میں فرمایا سب سے پہلے یہ امت جنّت میں جائے گی، لفظ رب کے ساتھ جب انسان دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے میرے دوستو یہ رب کا لفظ ہم سے بار بار کہلوایا جارہا ہے تاکہ رب کا یقین تم اپنے دل میں بٹھالو ہم اسی رب کے محتاج ہیں عالم ارواح میں ہم اس رب کے محتاج تھے ماں کے پیٹ میں ہم اس رب کے محتاج تھے۔ دنیا میں بھی آکر ہم اسی رب کے محتاج ہیں کون چاہتا ہے کہ مجھے غم پہنچے، مگر کتنے انسان ہیں جن کو مختلف مواقع پر غم پہنچتے رہتے ہیں اسی طرح بہت ساروں کو خوشی ملتی ہے۔ اس دنیا میں خوشی اور غم دونوں اللہ

تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اس دنیا میں آکر قبر میں اور پھر محشر کے میدان میں ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں حتی کہ جنت میں جا کر بھی ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور جہنم میں جہنمی کہیں گے، رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ اے رب ہمیں نکال دیں بس بے شک ہم ظالم ہیں وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۝ جب رب ایمان والوں کو جنت کی طرف لے جائے۔

میرے دوستو اور بزرگو!!

جب سارے کاموں میں ہم رب کے محتاج ہیں تو پھر کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے آگے جھک جائیں، اس جھکنے کا انجام کامیابی اور عزت ہے۔

اور اس حکم کو چھوڑ کر اپنے نفسوں پر چلنا اس کا نتیجہ ناکامی ہے ذلت ہے دنیا میں بہت ساری قوموں کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، وہ اپنے نفسوں پر چلتے تھے اور ناکام ہوئے فرعون ناکام قارون نمرود ابوجہل سارے ناکام ہوئے اور آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکار کامیاب ہوئے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بنیاد بنا کر چلتے تھے،

کسی نے کیا خوب کہا:

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا
مجھے کیا خبر تھی تیرا در کیا ہے یا رب !
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگ در پہ مرنا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حکموں کو بنیاد بنا کر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

زبان کی حفاظت کریں

زبان کی حفاظت کریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ○

عن سھل بن سعد عن رسول اللہ ﷺ قال من یضمن لی مابین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ (بخاری: جدص ۹۵۹ ۔باب حفظ اللسان)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے ۲۶ پارہ سورۃ القاف کی ایک آیت تلاوت کی ہے اور صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث مبارکہ تلاوت کی ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انسان جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو وہاں ایک نگہبان

فرشتہ تیار موجود جو بات ہم کر رہے ہیں وہ نوٹ کیا جار ہا ہے اور حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان کی ضمانت دے یعنی زبان کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان یعنی شرمگاہ کی تو فرمایا اس کی جنّت کا میں ذمہ دار ہوں اس آیت مبارک اور اس حدیث شریف سے ہمیں یہ سبق اور درس ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو اللہ تعالیٰ نے انسانی بدن میں اس کے لیے مختلف نعمتیں پیدا کی ہیں یہ ہاتھ ان کی انگلیاں کتنی بڑی نعمت ہیں یہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو دیکھ رہے ہیں یہ کان یہ ناک اور زبان تمام کی تمام اللہ کی نعمتیں ہیں اب ان تمام نعمتوں میں پھر زبان جہاں ذائقہ چکھتی ہے وہاں یہ انسان کی ترجمان بھی ہے اس زبان کے ذریعے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے فرمایا اس زبان سے جو بھی بات اور جملہ نکلتا ہے آپ کے فرشتے تیار موجود ہوتے ہیں اور وہ انسان کے ان کلمات کو نوٹ کرتا رہتا ہے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○ فرمایا ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں جب بھی انسان کوئی بات منہ سے نکالتا ہے تو وہ کلام کو نوٹ کر لیتے ہیں لہٰذا اس زبان سے شر کی باتیں برائی کی باتیں ناجائز باتیں نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بہت سارے لوگ اس زبان کی وجہ سے جہنّم کا ایندھن بنیں گے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے اذا اصبح ابن آدم جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء بدن زبان کے سامنے درخواست کرتے ہیں، ان استقمت استقمنا وان وجعت وجعنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اور اگر تو ٹیڑھی رہی تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔

یعنی بدن کے تمام اعضاء کی یہ درخواست ہوتی ہے کہ ہمارے تمام معاملات تیرے اختیار میں ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زخم جو تیر اور تلوار کے ہوتے ہیں وہ پر ہو جاتے ہیں اور جو زخم زبان لگاتی ہے وہ زندگی پر تازہ رہتا ہے اور حدیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ایک خاتون ہے وہ بڑی نمازیں پڑھنے والی ہے بڑے روزے رکھنے والی ہے اور بہت صدقہ اور خیرات کرنے والی ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو بڑی تکلیف دینے والی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو جہنمی خاتون ہے کہ جس سے اس کے پڑوسی تنگ ہیں دنیا کے سارے کام کرتی ہے نماز روزے صدقات مگر زبان کی حفاظت نہیں ہے۔

اور فرمایا کہ اسکے مقابلے میں ایک اور خاتون ہے جو اتنی زیادہ نمازیں نہیں پڑھتی ہے بلکہ فرائض کو پورا ادا کرتی ہے اس طرح فرائض روزے رکھتی ہے نفلی نہیں رکھتی ہے نہ صدقہ خیرات کرتی ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کرتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنتی عورت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کس کو کہتے ہیں اور مسلمان کی تعریف کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ فرمایا مسلمان نام ہے اس کا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے اس کو مسلمان کہتے ہیں یہاں پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی زبان اور ہاتھ کا ذکر آ گیا ہے اس کا مطلب ہے ٹانگ مار سکتا ہے فرمایا زبان اور ہاتھ زیادہ استعمال ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے جب ان سے منع فرما دیا دوسرے اعضاء بدن جو کم استعمال ہوتے ہیں وہ تو خود بخود ختم ہو گئے۔ یعنی بلا وجہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی باتیں اور کام اچھے کرتا ہے نہ اس کے اقوال سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے اور نہ اس کے کام سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے اس کے افعال اور اس کی گفتار دوسروں کو خوش کرنے والے ہو اور دوسروں کو امن ملنے والا ہو

فرمایا ہے مسلمان یہ نہ ہو کہ کہتا تو مسلمان ہے مگر زبان قینچی کی طرح چلانے والا ہو، آج ہماری زبانیں ایسے چلتی ہیں جیسے درزی کی قینچی چلتی ہے۔

کسی کو ذلیل کرنا دوسرے کو لوگوں کے سامنے بے عزت کرنا، ہتک عزت کرنا، باتیں سنانا اور خاص کر اگر دو چار آدمی ہوں تو ان کے سامنے سنانے سے ہمارا نفس ہمیں کہتا ہے کہ آج تو تو نے کمال کر دیا کہ دوسرے کو بولنے بھی نہیں دیا ہے۔

اور نفس اس کو ابھارتا ہے کہ آپ بڑے صاحب ہیں آپ سیٹھ صاحب ہیں آپ بات سنا سکتے ہیں یہ نفس اس کو اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے فرمایا یہ مسلمان نہیں ہے، مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اگلا محفوظ رہے جس کے ہاتھ سے دوسرا محفوظ رہے امن میں رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بات بتلا دی کہ اے بندے جب بھی تو کوئی جملہ بولتا ہے تو ہمارا فرشتہ اس کو لکھنے کیلئے تیار کھڑا رہتا ہے اس لیے فرمایا جب قیامت کے دن یہ آئے گا تو اس کا اعمال نامہ اسکے سامنے پیش ہوگا **واذا الصحف نشرت** جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے جس طرح دنیا میں ہر آدمی کا ایک کھاتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہر آدمی کا کھاتا ہوگا وہ کھلے گا تو پتہ چلے گا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے اور جب وہ کھلے گا تو وہ کہے گا هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا یہ کیسی عجیب کتاب ہے اس نے تو نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی اور نہ بڑی بات چھوڑی مگر اس کتاب نے تو گن کر رکھ دیا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سامنے پالیں گے۔

زبان باطن کی صفائی کا آلہ ہے:

اس لیے میرے دوستو! یہ جو زبان اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اس زبان سے اپنے باطن کو پاک کیا جائے اس زبان سے جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے جتنا اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے اللہ تعالیٰ سے معافی اور

استغفار کریں گے اس زبان سے جتنا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجیں گے اس کے ذریعہ جتنا قرآن پاک کی تلاوت کریں گے، اتنا ہمارا اندر کا باطن پاک ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، یہ قرآن کی تلاوت یہ درود شریف جتنا ہماری زبان پر آئیں گے اتنا اس کے اثرات ہمارے اندر پڑیں گے، زبان کے ذریعہ یہ اندر منتقل ہونگے انسان جب ایک غلط بات کرتا ہے تو اس کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ اگر باضمیر انسان ہوگا اس کا ضمیر زندہ ہوگا تو وہ ضمیر اس کو کہے گا کہ تو نے کتنی غلط بات کہی ہے وہ جھوٹ تو بول لیتا ہے مگر اندر سے ضمیر اسے بار بار ملامت کرتا ہے کہ تو نے غلط کام کیا۔

ایک نمازی آدمی اگر اس کی نماز نکل جائے تو اس کو ضمیر بار بار کوستا ہے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے یہ ہے اندر کا ایمان جو اس کو ملامت کرتا ہے اگر ہم نے اس زبان کے ذریعہ اپنے اندر کو پاک نہ کیا تو پھر ہمارا ضمیر جو اندر ہے وہ ختم ہوتا چلا جائے گا۔ پھر لوگ کہتے ہیں کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے ایک ضابطہ ہے ایک طریقہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل کیا اور پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا اور سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک سلسلہ چلایا اور فرمایا کہ دیکھو زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے کچھ کام اللہ تعالیٰ نے کرنے کا کہا ہے اور کچھ سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ یہ نہیں کرنے ہیں اب اگر یہ انسان ان برائیوں سے نہیں بچے گا تو یہ روحانی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔ اور آپ کو پتہ ہے کہ جب کوئی دنیا میں بیمار ہوتا ہے تو اس کو اسپتال لے کر جاتے ہیں اور سب سے پہلے ایمرجنسی وارڈ میں لے کر جاتے ہیں، اس طرح اسکے لیے ایمرجنسی وہ قبر ہے اصل فیصلہ بعد میں کرنا ہے کہ اس کو کہاں منتقل کرنا ہے جنّت میں یا جہنّم میں، مگر قبر اس کا ایمرجنسی وارڈ ہے۔

اب اگر ایمرجنسی وارڈ سے ٹھیک ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے لئے مشکلات ہیں اس طرح فرشتے اس سے قبر میں حال احوال پوچھتے ہیں مــن دیــنــك مــن

ربك من نبيك اگراس سے جوابات بتادیئے تو ٹھیک ٹھیک تو وہ فرمائیں گے کہ بندہ ٹھیک ہے تو پھراس کو باہر نکال دیا جاتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں دی جاتی ہے۔

زبان کو جھوٹ سے بچائیں:

میرے دوستو!!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی اس زبان پر کنٹرول رکھو اس زبان سے سچ باتیں کیا کرو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔ ظاہر میں تو آج ہم بڑے شیمپو وغیرہ لگاتے ہیں کپڑے بڑے استری کر کے پہنتے ہیں اور گاڑی میں بھی وہ پرفیوم رکھا ہوتا ہے تاکہ گاڑی سے بھی خوشبو آئے مگر سارے بدبو سے بھرے ہوئے ہیں، ہر منٹ کے بعد جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں تو وہ ظاہری شیمپو اور خوشبو وغیرہ کام نہیں آئے گی، اندر بھی خوشبو کو پیدا کرنا ضروری ہے وہ ایمان اور عمل صالحہ سے ہوگا اور اپنی زبان سے پیدا ہوگا اس زبان کو سچ کا عادی بناؤ اگر یہ زبان جھوٹ کی عادی بن گئی کہ کاروبار تو جھوٹ کے بغیر چل ہی نہیں سکتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے کہی تھی وہ (العیاذ باللہ) سچی نہیں تھی جس اللہ پر ہمارا ایمان ہے جس نبی پر ہمارا ایمان ہے جس قرآن اور حدیث پر ہمارا ایمان ہے وہ تو یہ حکم دیتا ہے کہ سچا تاجر انبیاء کرام شہداء صالحین صدیقین کے ساتھ ہوگا اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں تجارت سچ کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

اور آج کا تاجر یہ کہہ کر جھوٹ بولتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر تو کاروبار ہو ہی نہیں سکتا یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جھوٹ کے بغیر ہمیں مزا ہی نہیں آتا ہے، ہمارا مزاج بن گیا ہے کتنے سارے جھوٹ ہم زندگی میں بلاوجہ لاتے ہیں، اور اس سے تفریح حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

ایمان اور جھوٹ کھلا تضاد ہے:

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہوتا ہے فرمایاہاں ہوسکتا ہے پھر پوچھا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے فرمایاہاں ہوسکتا ہے، پھر فرمایا کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے فرمایانہیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا، فرمایا ایمان کے ساتھ بزدلی اور بخل جمع ہوسکتا ہے، مگر ایمان کے ساتھ جھوٹ کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ایسے تھے کہ ان کی موت اور زندگی کا مسئلہ ہوتا تھا تب بھی وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے حالانکہ شریعت نے اجازت بھی دی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن حذیفہ صحابی ہیں جب روم گئے تو وہاں روم والوں نے ان کو قید کرلیا روم کے بادشاہ نے ان کو کہا کہ آپ کلمہ کفر پڑھ لو عیسائی بن جاؤ، اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دونگا اور آدھی بادشاہت دے دونگا وہاں ان کو شریعت نے اجازت دی تھی اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ اگر حالت اضطراری ہے دل مطمئن ہے تو زبان سے کلمہ کفر پڑھ سکتا ہے، مگر حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات کو سننا گوارہ نہیں کرتا اور ایک لمحہ کے لیے عیسائیت کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں، روم کے بادشاہ نے کہا کہ ابھی پتہ چلے گا ایک بڑا کڑاہا منگوایا اور گرم ابلتے ہوئے تیل میں ایک ایک صحابی کو ڈالتے گئے جب ڈالتے تو یک دم ان کی ہڈی نظر آنے لگتی تھی حضرت عبداللہؓ کی باری آئی تو وہ رو پڑے تو وہ کہنے لگا کیا تم ڈر گئے ہو فرمایا کہ میں اس لیے نہیں رو رہا ہوں کہ میں ڈر گیا ہوں، بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میری ایک جان ہے کاش کہ میری اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے بدن کے بال ہیں ایک ایک کر کے سب کو ڈالا جاتا تب خدا کی نعمتوں کا مزا آتا مگر ایک جان سے کیا مزا آئے گا صحابہ کرام نے اس میدان میں بھی سچ بولا ہے کہ ہم اس زبان سے سچ کے علاوہ کوئی بات نہیں کہیں گے پیغمبر کے ساتھ عہد کرلیا ہے اب سچ ہی بولیں گے، جان جاتی

ہے تو بھی جائے کوئی بات نہیں۔ہم ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ماننے والے ہیں۔

آپ کی زبان آپ کے خلاف قیامت والے دن گواہی دے گی:

وہ ہمارے راہنما تھے وہ ہمارے بزرگ تھے آج ہم دوٹکوں دوآنوں کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔آج ہمارا ایمان اتنا کمزور ہے اس لیے فرمایا: جب بھی بات کرو تو سوچ سمجھ کر بولو ایسا نہ ہو کہ ایک کلمہ تمہاری تباہی کا ذریعہ بن جائے۔کل یہ زبان آپ کے خلاف گواہی دے گی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ وَاَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ یاد رکھنا یہ زبان تمہارے خلاف گواہی دے گی کل قیامت کے دن اور یہ ہاتھ اور یہ پاؤں سب بولیں گے۔

چھوٹا سا ٹکڑا اور بڑا جرم:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبات میں لکھا ہے جِرمہ صغیر وجُرمہ کبیر کہ زبان تو فی نفسہ چھوٹی سی چیز ہے ایک ٹکڑا ہے گوشت کا مگر اس زبان سے جو جرائم ہوتے ہیں وہ بہت بڑے ہوتے ہیں۔اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اچھی بات کیا کریں یا وہ خاموش رہا کریں چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے مَنْ صَمَتَ نَجَا جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔اس لیے فرماتے ہیں کہ اس زبان کو اللہ تعالیٰ نے بتیس دانتوں کی قید میں رکھا ہے اور پھر اس کے اوپر دو ہونٹوں کا تالا لگایا گیا ہے، کہ بولا کرو تو تھوڑا،کم بولا کرو اور جب بھی بولو اچھی باتیں بولا کرو۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب حضرت مولانا شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تعلق والے تھے وہ کبھی کبھار آیا کرتے تھے تو وہ باتیں بہت کرتے تھے ایک قصّہ سنایا دوسرا سنایا بس ان کے قصّے ختم ہوئے ہی نہیں تھے

اب یہ بڑے حضرات کام کرتے ہیں اور یہ مصروف ہوتے ہیں تو ایک دفعہ وہ والد صاحب سے کہنے لگے کہ حضرت مجھے کوئی وظیفہ بتادو تو والد صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو تالہ لگالو اور کم بولا کرو چنانچہ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس زبان سے بھلی باتیں بولا کرو۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ اس سے اچھی بات کس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، اب اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور دعوت دینا اسی زبان کے ذریعہ ہوتا ہے کہ اس زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کرو۔

ذکرِ خدا سے زبان تر رکھیں:

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایک دفعہ سبحان اللہ بولے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت میں ایک درخت لگادیتے ہیں، اب یہ کس کا کام ہے آپ نے اس زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگادیا جو بولتی ہے سبحان الله الحمدلله الله اکبر اب کتنا فائدہ ہے آپ کی زبان برائی سے محفوظ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کررہی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور خوب زیادہ ذکر کرو قرآن کریم میں اگر ہم دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھو لیکن یہ کہیں نہیں ہے کہ زیادہ نمازیں پڑھو بہت ساری خیر کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہیں مگر جب ذکر آیا اللہ تعالیٰ کا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ فرمایا کہ ذکرا کثیرا بہت زیادہ ذکر کرو اس وجہ سے فرمایا کہ اس بندے نے زبان کو چلانا ہی ہے تو بجائے مخالف سمت کے میرے ذکر ہی میں اس کو لگادو ہر بات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کوئی بھی نعمت ملے تو فوراً الحمدللہ کہو کوئی تعجب والی چیز نظر آئے تو فوراً سبحان الله کوئی کام کرنا ہو تو

فوراً کہوان شاء اللہ، وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ جب آپ کہو کہ یہ کام ہم کل کریں گے تو فرمایا کروان شاء اللہ کہہ دو۔

بہر حال جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس میں کثرت اختیار کرو اس زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا عادی بنا دو ورنہ اگر تم نے اس کو عادی نہ بنایا تو اس زبان سے بہت بڑے بڑے جرائم ہوتے ہیں یہ تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں، اسی زبان سے پھر انسان جھوٹی قسم تک کھالیتا ہے انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ ترقی کرتا ہے بچہ پہلی کلاس میں ہو، تو آئندہ سال دوسری کلاس میں ہوگا آج چھوٹی دوکان ہے کل اس سے بڑی لگالیں گے یہ انسان کی فطرت ہے آج نماز کا پابند ہے کل نوافل کا پابند ہوگا کل تہجد کا پابند ہوگا اس طرح یہ جس روح میں رکھتا ہے اس کا مزاج ہے کہ میں اس میں آگے بڑھوں اسی طرح یہ جب برائی میں آتا ہے تو یہ اس میں بھی آگے بڑھتا ہے جھوٹ بولتا ہے پھر یہ اس میں بھی آگے بڑھتا ہے۔ اس نے اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا عادی نہیں بنایا ہے۔ اب یہ زبان آزاد ہوتی ہے اب یہ بندہ ترقی کرتا ہے جھوٹ فراڈ گالیاں جھوٹی قسمیں سارے برے کام کرتا ہے اور اس میں وہ آگے بڑھتا جاتا ہے جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

زبان کا استعمال سوچ سمجھ کر کریں:

آج ہماری عدالتوں کے باہر کتنے لوگ موجود ہیں وہ نہ آپ کو جانتے ہیں نہ آپ کے مسئلہ کو جانتے ہیں بس صرف ان کی فیس ہے اس کو بھر دو آپ کو ہر طرح کی گواہی مل جائے گی۔ اور اسی زبان سے لوگوں پر بہتان لگاتے ہین اسی زبان سے لوگوں کی غیبت کرتے ہین اسی زبان سے لوگوں کا مزاح اڑایا جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اسی زبان سے ایک کلمہ ادا کرتا ہے اور وہ کلمہ اللہ تعالیٰ کا ھوتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے ذریعہ اس کے درجات بلند کردیتا ہے۔ اور فرمایا کبھی اس زبان سے ایک کلمہ ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کلمہ ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ جہنّم کے نیچے چلا جاتا ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک کلمہ کی وجہ سے انسان اتنا دور ہوجاتا ہے اپنی جگہ سے جتنا فاصلہ مشرق سے مغرب کا ہے اور قرآن کریم میں آتا ہے فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ ہم نے ان کے پیچھے منافقت کو لگا دیا ان کے دلوں میں قیامت کے دن تک کیا وجہ کہ انہوں نے جو وعدہ کیا تھا اس کی مخالفت کی ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ جھوٹ بولا کرتے تھے ان کو کبھی بھی ایمان کی دولت نہیں مل سکتی، انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانیں گے ان پر عمل کریں گے مگر انہوں نے جو کہا اس پر عمل نہیں کیا ہے یہ زبان اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے کل اس کے بارے میں سوال ہوگا ہم اس میں خود مختار اور آزاد نہیں ہیں۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ یہ جو تم سرگوشیاں کرتے ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے مگر یہ کہ تم کسی سے کہو صدقہ کا یا نیکی کی کوئی بات کہہ دی یا لوگوں کے درمیان صلح کروانا لوگوں میں محبتیں بانٹنا لوگوں کو آپس میں قریب کرنا۔

اللہ معاف فرمائیں آج تو ہم ایسے جملے کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ جس سے دوسرے کو لڑوا سکیں۔

میرے دوستو!!

اس زبان کی حفاظت کرو ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ اسی زبان سے پکڑ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے بڑا رتبہ رکھنے والے

ہیں اپنی زبان کو پکڑ کر کہا یہ زبان مجھے ہلاکت کے گھڑوں میں لے جاتی ہے۔اس لیے میرے محترم دوستو اللہ تعالیٰ نے یہ زبان جیسی عظیم نعمت جو دی ہے اس کی حفاظت اور اس کو چلانے میں احتیاط کرنی چاہیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کا شکر یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے وہاں استعمال کریں اور جہاں منع کیا ہے وہاں باز آجائے۔آج کا مسلمان اس زبان سے گانا گاتا ہے کیا یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے دی تھی،اس طرح اس زبان سے لوگوں کو برے القابات سے نہ پکارا کرو قرآن مجید میں اللہ نے منع فرمایا ہے وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ آپس میں ایک دوسرے کو عیب مت لگاؤ اور برے القابات سے مت پکارا کرو یہ زبان اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں دی ہے تمہیں کہ اس سے لوگوں کے القابات لگاتے رہو آج تم ان برے القابات لگا کر مزے لیتے ہو کہ بہت مزا آتا ہے یاد رکھو کل پھر جہنم میں جاؤ گے تو اس وقت بھی مزے لینا پھر پتہ چلے گا کہ کتنا مزا آتا ہے۔اللہ تعالیٰ جس کام سے منع کرتے ہیں ہم اسی کو کرتے ہیں اور شیطان کو خوش کرتے ہیں۔

میرے محترم دوستو!!

اپنی زبان کی حفاظت کریں اس کو ذکر اللہ درود شریف قرآن کی تلاوت نیکی کی دعوت اور ہر نیک کام کرنے کا عادی بنادیں تاکہ کل قیامت کے دن یہ زبان ہمارے خلاف گواہی نہ دیں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اخلاص نیت

اخلاص نیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۵ (سورۃ البینۃ)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِءٍ مَّا نَوٰی ۔ (بخاری شریف)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ اور ایک حدیث شریف پڑھی ہے آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ہم نے تمام امتوں کو یہی حکم دیا تھا کہ اخلاص کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں یک سو ہو کر اور وہ نمازیں قائم کریں اور وہ زکوٰۃ دیں اور یہی صحیح دین ہے۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمار ہے تھے کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ نیت کرے بس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے ۔اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہے بس اس کو دنیا مل کر رہے گی، اور جس کی ہجرت کسی خاتون کے لیے ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کریں بس پھر اس کی ہجرت اس کی طرف ہے۔

اعمال صالحہ کا مقصد:

قرآن کریم بھی اس آیت مبارکہ میں اور رسول اللہ بھی اس حدیث شریف میں صرف ایک بات کو بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے اعمال کے اندر اخلاص کو پیدا کرنا ہر انسان جو بھی نیکی اور اعمال صالحہ کریں اس نیکی اور اس اعمال صالحہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہو اور یہی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ تمام امتوں کا اصل الاصول ہے ۔یعنی تمام امتوں کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ جب بھی کوئی نیک عمل کرو اور جب بھی اعمال صالحہ کریں تو اس میں اپنی نیت کو درست رکھیں اور اس آیت میں اللہ نے دو باتیں ذکر کی ہیں کہ (۱) عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اپنے آپ کو شرک سے اور مشرکین سے پاک رکھو (۲) اپنے اعمال کو اخلاص نیت کی بنیاد پر کرو، کہ جو بھی مجھے عمل اور نیکی کرنی ہے اس نیکی کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے ۔اب اخلاص اعمال صالحہ کے لیے کیوں ضروری ہے، دنیا میں جو بھی انسان کوئی کام کرتا ہے تو اس کام کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے ۔کوئی بھی انسان بلا غرض کے کوئی کام نہیں کرتا ہے، اگر ایک

انسان ایک قدم بھی اٹھاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی غرض ہوتی ہے اب وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے عبادات کا حکم دیا اب اس عبادت کی بھی کوئی غرض ہے انسان نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے حج کرتا ہے زکوۃ دیتا ہے صدقات دیتا ہے تو ان کو کرنے کی غرض کیا ہے۔ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ عبادت ہماری غرض نہیں ہے ہمارا اصل مقصد نماز نہیں ہے روزہ نہیں ہے، زکوۃ اور حج نہیں ہے، ہمارا مقصد اس سے آگے ہے اور اس سے اونچا ہے۔ یہ اعمال اس عظیم مقصد کے حاصل کرنے کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور یہ عبادات اس رضا کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اور واسطہ ہے تو معلوم ہوا کہ عبادات کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو حاصل کرتے ہیں اور کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کا جو واسطہ ہوتا ہے وہ واسطہ جتنا مضبوط ہوگا، جتنا جاندار ہوگا اتنا ہی مقصد آپ کو جلدی حاصل ہو جائے گا۔ جیسے آج کے معاشرے میں کہتے ہیں کہ بڑی پرزور سفارش ہے یہ سفارش تو ایک واسطہ ہے اصل مقصد ہے اس کام کو حاصل کرنا جس کیلئے سفارش آئی ہے۔ اس طرح عبادات اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے جتنا اس میں اخلاص ہوگا اتنی ہی جلدی ہم اس رضا کو حاصل کرلیں گے۔

اخلاص کا مطلب:

کسی بھی نیکی یا کسی بھی اچھائی کو کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ میرا مالک میرا رزاق میرا خلاق مجھ سے راضی ہو جائے اور اس مالک اور خالق کے غضب اور ناراضگی سے میں بچ جاؤں اس کو کہتے ہیں اخلاص۔

ایک آدمی نماز پڑھتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، بلکہ میرے ساتھ راضی رہے تو وہ اب جتنی عبادات میں اخلاص پیدا کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ

کے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے والا ہوگا۔ اب جتنی جان اس عبادت میں ہوگی اتنا اس کا اثر پھر ہمیں دنیا میں بھی نظر آئے گا۔

اخلاص کی برکت:

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے ایک مشہور واقعہ لکھا ہے کہ تین آدمی تھے وہ جنگل میں جا رہے تھے جنگل میں جاتے ہوئے بارش ہوگئی، اب انہوں نے ایک نماز میں پناہ لی جب غار کے اندر وہ چلے گئے تو بارش طوفان تھی تو ایک بہت بڑا پہاڑ ان کے غار کے منہ پر آ کر گر گیا اور اس کو بند کرا یا اب یہ پریشان ہو گئے کہ جنگل ہے اور پھر اتنا بڑا پتھر اب ہمارا کیا ہوگا؟ نہ اس کو ہم ہٹا سکتے ہیں اور نہ اس جنگل میں کسی کو بلا سکتے ہیں تو وہ تینوں بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اس مصیبت سے جان کیسے چھوٹے تینوں نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اس عمل کو یاد کریں جو اس نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا ہو۔ اور پھر اس عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، یہی ایک صورت ہے اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔ چنانچہ تینوں نے اپنی زندگی کو دیکھا تو تینوں کو اپنی زندگی کا پر خلوص ایک ایک عمل مل گیا۔

اخلاص کے ساتھ والدین کی خدمت:

ایک نے کہا کہ اے میرے مالک میں اپنے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت صرف اور صرف تیری رضا کی خاطر تھی اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور جب شام کو میں واپس آتا تو سب سے پہلے میں دودھ اپنے والدین کو پیش کرتا تھا جب وہ پی لیتے تھے پھر اپنے بچوں کو دیتا تھا ایک دن جب مجھے جنگل سے آتے آتے دیر ہوگئی تو جب میں آیا تو میرے والدین سو چکے تھے اور میں اپنے معمول کے مطابق پیالہ لیا اور والدین کے پاس کھڑا ہو گیا والدین سو رہے تھے اور میں ان کے سرہانہ پیالہ لے کر کھڑا

ہوگیا، شاید بھوک کی شدت یا ضرورت والدین میں سے کسی کو رات کے کسی حصہ میں جگادے۔رات کے کسی حصہ میں ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے جب مجھے دیکھا تو کہا کہ آپ ابھی تک کھڑے ہو تو میں نے جواب دیا کہ ہاں آج آنے میں دیر ہوگئی تھی تو میرے بچے پاؤں میں رو رہے تھے میں نے کہا کہ جب تک والدین کو نہ دوں تو اس وقت تک ان کو نہیں دونگا۔اور اے اللہ یہ عمل خالص آپ کی رضا کے لیے تھا، آج اس کی برکت سے اس مصیبت سے ہمیں نجات دیں، کہتے ہیں کہ جب اس نے یہ دعا کی تو اس پتھر کو ایک جھٹکا لگا اور وہ تھوڑا سا اپنی جگہ سے ہل گیا۔

ترکِ گناہ اخلاص کے ساتھ:

اب دوسرے نے دعا کی کہ اے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھے بڑی محبت تھی اور میں اس کو بہت چاہتا تھا ایک وقت آیا وہ بہت مجبور ہوئی اور وہ میرے پاس آئی مالی امداد کے لیے تو میں نے اس کو کہا کہ میں تمہاری مدد کرونگا مگر اس شرط کے ساتھ کہ تو میری خواہش کو پوری کریں جب میں نے اس کو کہا تو اس نے مجھے جواب دیا اتق اللہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اے اللہ جب میں نے یہ جملہ سنا تو میرا دل کانپ گیا میں نے اس کو مطلوبہ رقم بھی دی اور میں نے اس کو ساتھ کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔اے اللہ یہ صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے۔کہتے ہیں کہ وہ پتھر پھر اپنی جگہ سے ہلا ایک اور جھٹکا لگا۔

محنت کش کے محنتانہ ادا کرنے میں اخلاص:

تیسرا آیا اس نے کہا اے اللہ میرے پاس بکریاں تھیں اور مزدور کام کرتے تھے ایک مزدور کسی وجہ سے ناراض ہو کر مجھ سے چلا گیا اور اس کی مزدوری میرے پاس رہ گئی تھی تو میں نے اس کی مزدوری کی حفاظت کی اور اس کی مزدوری سے بھی میں نے تجارت شروع کردی یہاں تک کہ اس کی مزدوری سے بہت ساری بھیڑ بکریاں جمع

ہو گئیں، ایک دن وہ آیا تو اس نے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور میری مزدوری مجھے دے دیں۔تو میں نے اس کو کہا کہ یہ بھیڑ بکریاں جو اس کی مزدوری سے بنی تھی دے دیں اور کہا کہ ان کو لے جاؤ وہ سمجھا کہ یہ میرے ساتھ کوئی مزاح کر رہا ہے کیونکہ میری تو تھوڑی سی مزدوری تھی۔اس نے کہا کہ آپ کیوں میرے ساتھ مزاح کر رہے ہو میں نے اس کو جواب دیا کہ میں مزاح نہیں کر رہا یہ آپ کی مزدوری سے بنی ہیں آپ کی ہیں۔چنانچہ وہ سب لے گیا اے اللہ یہ میں نے صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے۔ اے اللہ اس کی برکت سے ہمیں اس مصیبت سے نجات دیں کہتے ہیں کہ وہ چٹان وہاں سے ہٹ گئی اور راستہ بن گیا اور وہ اس مصیبت سے باہر نکل آئے۔

پُرخلوص عمل کی تاثیر:

یہ ہے کہ اگر ایک آدمی اخلاص کے ساتھ کوئی کام کرتا ہے تو اس اخلاص والے کام میں اتنی تاثیر ہوتی ہے اور اتنی برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اس بندے کو حاصل ہوتی ہے۔مگر اخلاص والے عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا کی پریشانیاں دور فرماتی ہیں اور اس اخلاص والے عمل کی برکتیں اس بندے کو اپنی آنکھوں سے نظر آتی ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز دکھلاوے کے لیے پڑھی تو اس نے شرک کیا اور جس نے روزہ دکھلاوے کے لیے رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے صدقہ اور خیرات دکھلاوے کے لیے دیا اس نے شرک کیا یعنی گویا دکھلاوا کتنا خطرناک عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کو شرک فرمایا لہٰذا ہر عمل کے اندر ہماری نیت خالص ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کو ہم اس مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ہمارے ساتھ بھلائی کرتا ہے یا خدمت کرتا ہے یا ہماری مدد کرتا ہے۔اور ہمیں پتہ چلے کہ یہ جو بڑے سلام دعا کر رہا ہے اور بڑے اچھے طریقے سے مل رہا ہے اس کے پیچھے یہ فلاں غرض ہے، تو پھر ہمیں اس کی خدمت نظر

نہیں آئے گی ہمارے نزدیک اس کی خدمت کا کوئی صلہ نہیں ہے، کہ اچھا یہ اس غرض اور اس بنیاد پر ہمارے پاس آتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے عمل میرے غیر کے لیے کیا میں تو شرک سے پاک ہوں اور وہ جس کے لیے عمل کرتا ہے تو پھر میں اس کا عمل اس کے شریک کے حوالے کرتا ہوں کہ جاؤ اس سے مانگو میرے پاس تمہارے لیے کوئی چیز نہیں ہے، اور آج ہمارے اندر یہ کمزوریاں ہیں کہ نماز پڑھے تاکہ لوگ نمازی کہیں اور لوگوں کا اعتبار بن جائے صدقہ اور خیرات دیں تاکہ لوگ سخی کہیں تھوڑا سا کام کیا اور اپنا نام لگا دیا بعض جگہ مساجد میں پانی کی مشین لگاتے ہیں تو ساتھ اپنا نام بھی لکھ دیتے ہیں بھائی نام لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس ذات کو دیا ہے وہ سارے معاملات کو جانتا ہے اور اگر اس ذات کے لیے نہیں ہے تو پھر ایک نام نہیں سو نام لکھ دو پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اپنے اعمال کے اندر اخلاص پیدا کرنا یہ اصل ہے۔

پرخلوص ایک دانے کا صدقہ احد پہاڑ کے برابر ہے:

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک آدمی اخلاص کے ساتھ کھجور کا ایک دانہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو احد پہاڑ جتنا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اب جن حضرات نے احد کا پہاڑ دیکھا ہے وہ کوئی ایک چھوٹا سا ڈھیلا نہیں ہے احد کا پہاڑ غالباً چھ کلومیٹر کے رقبہ پر ہے میلوں پر واقع ہے۔ یعنی اخلاص کے ساتھ والے عمل پر اللہ تعالیٰ ایک تو خوش ہوتے ہیں، اور دوسرا کتنا بڑا ثواب دیتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر عبادات کم رکھی ہیں۔ مگر اصل بات اخلاص ہے دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنی ہیں سال میں ایک مہینے روزے رکھنے ہیں، زکوۃ سو روپے میں ڈھائی روپے دینا ہے زندگی میں ایک مرتبہ حج ہے اعمال کی زیادتی مطلوب نہیں ہے کیفیت مطلوب ہے کہ جتنے بھی اعمال کرو مگر اخلاص

ہونا چاہیے اعمال بہت ہیں نمازیں بھی پڑھ رہے ہیں تہجد اشراک سب کچھ ہے مگر اخلاص نہیں ہے۔ شیطان خوش ہے کہ میں کامیاب ہوں، اس لیے حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے امت کو اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث **انما الاعمال بالنیات** کے تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

اخلاص عمل کا ترازو ہے:

علماء فرماتے ہیں کہ یہ انسان کے اعمال اور دین کے لیے ایک ترازو ہے باطن کا ترازو ہے کہ آپ کے اعمال میں جان پیدا ہو اور آپ کا عمل عند اللہ وزنی ہو اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کو آپ کے عمل پر اجر ملے وہ اخلاص سے پیدا ہو گا اور اسی سے ملے گا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے یعنی دنیا میں کوئی بھی عقل مند آدمی کوئی کام کرے تو وہ بغیر نیت کے نہیں کرتا ہے اگر بغیر نیت کے کوئی کام کرتا ہے تو اس کو عقلمند کوئی نہیں کہے گا اگر ایک آدمی کو دین دنیا کا کوئی فائدہ نہیں کسی کام میں تو اس کے کرنے والے کو لوگ عقلمند نہیں کہتے ہیں، بلکہ عقلمند اور ہوشیار آدمی وہ ہے جو کوئی بھی کام کرے دین یا دنیا کا جائز کام کرے تو اس کی کوئی نہ کوئی نیت ضرور ہو گی بغیر نیت کے کام نہیں کرے گا۔

اس طرح حدیث کے آگلے حصہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کو وہ ہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے اگر نیت کی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی تو وہ ملے گی اور اگر نیت کی ہے دنیا کے کسی معاملہ کی تو وہ اس کو دنیا میں مل جائے گی لیکن دونوں میں فرق اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے: **مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ** ۝ جو دنیا کا طالب ہے یعنی اپنے عمل سے دنیا کو طلب کرتا ہے تو ہم اس کو دنیا دے دیں گے وہ جو ہم چاہیں یہ نہیں فرمایا کہ جو وہ چاہیں یعنی نیت کرنے والا جتنی چاہتا

ہے اتنی نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ملے گی، اس کی چاہت پر نہیں ہے جو آخرت کا طلب گار ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا جس نے آخرت کا ارادہ کیا یا اس کی طرف کوشش کی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ یہ مومن ہے اور اس کی کوشش کی قدر کی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ وہ عمل جو دنیا کی نیت سے کیا جائے اس کے پھل کا ملنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔

ابتدائے اسلام میں جب مسلمان ہجرت کر کے مکۃ المکرمہ سے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اب یہ ہجرت ایک نیکی کا عمل تھا تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اس کی مثال دے کر فرمایا کہ دیکھو یہ جو نیکی کر رہا ہے اگر اس نیکی سے اس کا غرض اللہ تعالیٰ اس کے رسول کی رضا ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل گی اب بھی ہجرت ایک نیک عمل ہے، اگر کوئی آدمی کافروں کے ملک سے اسلیے ہجرت کرتا ہے کہ وہاں اسے نماز اور اسلام کے اعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، تو وہ ہجرت کر سکتا ہے، اور اس پر یہ ہجرت کرنا واجب ہے اور اگر پابندی نہیں ہے تو علماء نے لکھا اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسلمانوں کے ملک میں رہے، کافروں کے ملک میں نہ رہے، اس لیے کہ کفر کے اثرات اس کی اولاد پر پڑیں گے تو اب اس ہجرت پر اس کو کتنا ثواب ملے گا، اس وجہ سے کہ اس کی نیت میں اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ کی رضا تھی چنانچہ ایک اور حدیث میں آتا ہے، ایک صحابی تھے جن کا نام روایات میں منقول نہیں ہے، انہوں نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس خاتون نے کہا کہ آپ ہجرت کر کے میرے پاس آجائیں تو میں آپ کے ساتھ شادی کرلونگی چنانچہ اس صحابی نے ہجرت کی تو ان کی نیت یہ تھی کہ اس خاتون سے نکاح کرلوں گا تو روایات میں اس صحابی کا نام مہاجر ام قیس اس خاتون کا نام ام قیس تھا ام قیس کے لیے ہجرت کرنے والا مہاجر حالانکہ اگر سوچا جائے نکاح یہ شریعت کا ایک

حصّہ ہے نکاح کرنا پیغمبر کی سنت ہے، اور دین کا ایک حصّہ ہے۔

مگر اس کے باوجود اس نیک عمل میں اس کو شریک کر دیا گیا، تو اللہ کے رسول نے بتا دیا کہ اگر نکاح تمہاری غرض ہے اللہ کی رضا کے ساتھ یہ بھی شریک نہیں ہوسکتا ہے، یعنی کوئی بھی عمل کرنا ہے تو اس کو ہر چیز سے پاک رکھ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اس میں شامل رکھو، انسان جب نیت اخلاص کی کرتا ہے تو بسا اوقات نہ کیا ہوا عمل بھی انسان پا لیتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے جب واپس آرہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ ہم میدان جہاد میں جب کسی گھاٹی اور کسی راستے سے گزر رہے تھے تو وہ ہمارے ساتھ تھے مگر وہ کسی عذر کی وجہ سے آنہ سکے نیت ان کی بھی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اس نیت پر ان کو جہاد کا ثواب عطا فرما دیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے وضو کرتا ہے اور وہ جب اپنے گھر سے چلتا ہے نماز کے علاوہ اس کی کوئی نیت نہ ہو اس نیت کے ساتھ گھر سے نکلا کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں، فرمایا کہ ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کو ایک نیکی عطا فرماتے ہیں، اور ایک گناہ معاف کرتے ہیں، اور جب مسجد میں آکر یہ بیٹھ جاتا ہے جب تک یہ نماز کے انتظار میں رہے اللہ کے رسول نے فرمایا یہ ایسا ہے جیسے نماز میں ہے، ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے ہیں کہ یہ آنے والا کالا ہے یا گورا ہے، کیسا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ مال کو دیکھتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں کہ تمہارے اندر کیا ہے اور نیت کا مرکز وہ دل ہے اگر دل میں اخلاص ہے تو بہت اچھی بات ہے۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَافِی الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ فرمایا کہ

جب کپڑے پھٹ جائیں گے تو جو دل میں ہوگا وہ ظاہر ہو جائے گا۔ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ ○ جس دن ہم رازوں کو کھول دیں گے کہ آیا یہ عبادت کرنے والا کسی کے لیے کر رہا تھا، اللہ تعالیٰ کے لیے کر رہا تھا یا صرف نام مود کے لیے کر رہا تھا ایک اللہ والے نے دکھلاوے کی مثال اس طرح دی ہے کہ ایک آدمی اپنی جیب کو کاغذ سے بھر دے تا کہ لوگ کہیں کہ اس کے پاس بڑا مال ہے، جب اصل وقت آیا تو جیب سے کوئی چیز نہیں نکلے گی، فرمایا کہ اسی طرح یہ اعمال اگر تم کسی کو دکھانے کے لیے کرتے ہو لوگوں کو اپنی بزرگی بتانے کے لیے کرتا ہے جب اعمال کی قیامت والے دن ضرورت پڑے گی، تو نامۂ اعمال خالی ہوگا سوائے حسرتوں اور افسوس کے کوئی چیز ہاتھ نہ آئے گی۔

اکابرین کے اخلاص کی مثال:

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں حضرت کا دہلی کی جامع مسجد میں بیان تھا جب بیان سے فارغ ہوئے تو سیڑھی سے نیچے اترنے لگے، ایک دیہاتی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اندر مولوی اسماعیل کا بیان تھا لوگوں نے کہا کہ وہ بیان تو ختم ہوگیا۔

شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بابا جی وہ اسماعیل میں ہوں میں آپ کو وہ سارا بیان سنا دوں گا جو میں نے منبر پر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے سارا بیان اول تا آخر سارا سنا دیا ساتھ والوں نے کہا کہ حضرت اس بابا جی کے لیے آپ نے سارا بیان سنا دیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ پہلے بھی ایک ہی کو بیان سنا رہا تھا اور اب بھی ایک ہی کو سنا رہا، یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے میں نے بیان کیا ہے اس کی رضا مطلوب ہے، اس وجہ سے ان حضرات کے وعظ اور نصیحت میں بڑا اثر ہوتا تھا ایک ایک مجلس میں پورا کا پورا مجمع توبہ کرتا تھا، اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے آج ہمارے وعظ میں بھی اثر نہیں ہے، ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا۔

زیادہ سے زیادہ اتنا کہتے ہیں کہ بڑا ہی اچھا بیان تھا، بیان تو اچھا تھا مگر آپ میں کیا انقلاب آیا۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بہت بڑے عالم دین کا انتقال ہوا۔ تو ان کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم نے بڑی تصنیف کی ہے علمی میدان میں بڑے کام کیے ہیں، ہماری ان نعمتوں کا کوئی تذکرہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ہاں جب ہماری پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کا فلاں عمل ہمیں منظور ہوا ہے اس کی وجہ سے آپ کی بخشش ہوتی ہے، وہ عمل یہ ہے کہ ایک دن آپ لکھ رہے تھے اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوتے تھے آپ نے لکھنے کے دوران اپنے قلم کو ایک دفعہ روکا تو ایک مکھی آئی اور وہ سیاہی کو چوسنے لگی آپ نے جب اس مکھی کو دیکھا تو اپنے قلم کو روک دیا تا کہ یہ مکھی بے چاری پیاسی ہے اس کو پینے دیا جائے، اس عمل کی برکت کی وجہ سے آپ کی مغفرت کردی، کیونکہ یہ عمل آپ کا بڑا اخلاص والا تھا، اس لیے میرے دوستو ہر عمل میں اخلاص کو پیدا کریں تا کہ کل قیامت کے دن ہمارے اعمال باوزن ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مقبولیت ہو، اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

سچّائی کی اہمیّت

سچّائی کی اہمیّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○

سچّائی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے:

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

سچ بولنا اور سچ کو اختیار کرنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے والوں کی تعریف کی ہے اور اس کے مقابلے میں جھوٹ بولنے والوں کی مذمت بیان کی ہے قرآن مجید میں آتا ہے لعنة الله علی الکاذبین (ال عمران)، جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے ہمیشہ اپنی زندگی کو سچائی کے ساتھ گزاری اور صحابہ کرام کی بھی یہی تربیت فرمائی ہے اور

انہوں نے بھی ہمیشہ سچ ہی بولا ہے آپ کے اندر نبوت کے بعد تو سچائی تھی ہی لیکن نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی جو زندگی تھی وہ بھی سچائی پر گزری تھی۔آپ علیہ السلام نبوت سے پہلے آپ نے معاشرے میں قابل احترام تھے اور نبوت سے پہلے بھی لوگ آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے تو گویا سچ بولنا اور سچ اختیار کرنا یہ اسلام کی بنیاد میں شامل ہے اور آج ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دین نام ہے نماز اور روزے کا ہے، یعنی نماز اور روزے کے بعد ہم آزاد ہیں، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے یقیناً نماز اور روزہ دین کا ایک اہم حصہ ہے اور مسلمان کے فرائض میں شامل ہے، مگر یہ سمجھنا کہ مسجد سے باہر نکل کر گھر میں ہوں دوستوں میں ہوں یا کاروبار میں ہوں غمی یا خوشی میں ہوں میں آزاد ہوں۔ایسی بات نہیں ہے رمضان کے روزے رکھ لیے اور پھر ہم آزاد ہیں ایسی بات نہیں ہے دین تو زندگی کے تمام شعبوں کو دین کا تابع کرنا ضروری ہے، پیدا ہونے سے لے کر موت تک کے حالات اور طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں بتا دیئے ہیں، چنانچہ آج ہمارے معاشرے میں جھوٹ اتنی سرایت کر گئی ہے جیسے انسان کی رگوں میں خون ہے کوئی جھوٹ کہتا ہے کہ مزاق کر رہا تھا آج جھوٹ مزاق اور ہنسانے کے لیے بولا جاتا ہے۔حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا عذاب ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹ بولے اس وجہ سے کہ لوگ اس پر ہنسیں اس طرح کوئی جھوٹ بولتا ہے اپنے فائدے کے لیے۔

لین دین میں سچائی باعث خیر و برکت ہے:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بازار میں خرید و فروخت کرنے والے اگر اس میں سچ بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سودے میں برکت ڈال دیتے ہیں، اور جب جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ برکت کو ختم فرما دیتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھا کر کوئی چیز بیچ ڈالے فرمایا وہ چیز تو

اس نے فروخت کردی مگراس کے سودے میں برکت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ اس سے برکت ختم فرمادیں گے، اور کبھی ہم جھوٹ بولتے ہیں اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لیے یعنی لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے، جب حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے (۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھے تو وہ اس میں خیانت کرے، فرمایا کہ اگر چہ یہ نمازیں پڑھے روزے رکھے اور اپنے کو مسلمان کہتا رہے، مگر یہ منافق ہے جو بات میں جھوٹ بولتا ہو وہ منافق ہے، مومن تو سچا ہوتا ہے مومن کی زندگی سچائی پر گزرتی ہے۔

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا:

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہوسکتا ہے پھر تیسری دفعہ پوچھا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مومن کبھی بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ ایمان اور اسلام تو سچائی کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل میں ایمان کی بنیاد سچ پر ہے اس لیے کہ مومن اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو اللہ تعالیٰ کے رسول کو اور کتاب اللہ کو مانتا ہے۔ یہ سب سچائیاں ہیں ان کو ماننا ایمان ہے اور کفر اور نفاق کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ اور یاد رکھیں سچ اور جھوٹ کبھی جمع نہیں ہوسکتا ہے ایمان کے ساتھ کبھی جھوٹ جمع نہیں ہوسکتا ہے اس لیے کہ وہ تو کفر کا نتیجہ اور کفر کے ساتھ جمع ہوگا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ زمر ۳۳) جو سچ کے ساتھ آیا اور جس نے سچ کی تصدیق کی یہی تقویٰ والے لوگ ہیں۔ تقویٰ والے کون ہیں وہ جو اپنی زندگی میں سچ

کو اپناتا ہے۔ حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بڑے عاقل اور سمجھ دار آدمی تھے ان کی سمجھداری والی باتیں بہت مشہور ہیں۔

وہ ایک دفعہ وعظ فرمارہے تھے کسی نے کہا کہ جناب آپ فلاں قبیلے کی بکریاں نہیں چرایا کرتے تھے تو کہنے لگے کہ ہاں میں اس قبیلے کا غلام بھی تھا اور اس کی بکریاں بھی چرایا کرتا تھا تو اس نے کہا کہ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا مرتبہ کیسے دے دیا آج آپ لوگوں کو سمجھداری کی باتیں حکمت اور دانائی کی باتیں بتاتے ہیں آخر یہ کیسے ہوا ہے، حضرت لقمان حکیمؒ نے فرمایا کہ چار باتوں کو اپنانے کی وجہ سے اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

چار عظیم صفات:

۱.....تقویٰ اختیار کرنا اور تقویٰ کے معنی ہے پرہیز گاری اختیار کرنا ڈاکٹر جب علاج کرتا ہے تو ایک طرف علاج اور دوا ہے اور دوسری طرف پرہیز ہے، یہ پرہیز دوا سے زیادہ سخت ہے اور ضروری ہے۔

اگر مریض دوائی کھاتا رہے اور پرہیز نہ کرے تو اس کو زیادہ نقصان ہوگا تو تقویٰ حاصل ہوتا ہے گناہوں سے پرہیز کرنے سے نیکیوں پر نیکیاں کر رہے ہیں، مگر پرہیز نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲.....دوسری صفت کہ میں امانت دار تھا خیانت میں نے کبھی بھی کسی کے ساتھ نہیں کی ہے جس نے جو چیز رکھوائی ہو اسی طرح اس کو واپس کی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔

۳.....بات میں سچائی کا پابند تھا ہمیشہ میں سچ بولنے کا عادی تھا چاہے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔

۴.....فضول اور لایعنی باتوں سے بچتا تھا نہ فضول کام نہیں کرتا تھا، ان چار باتوں پر

عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان حکیم کو اتنا مرتبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر قرآن کریم میں کر دیا اور ان کے نام پر ایک مستقل سورت ہے جس کا نام سورۃ لقمان رکھا گیا ہے۔ اور پھر ان کی نصیحت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اور آپ اندازہ کریں کہ یہ کتنا بڑا سمجھدار اور دانا ہوگا۔ کہ جس کی دانائی کی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار اہم نصیحتیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ اگر چار باتیں آپ میں موجود ہیں اور ساری دنیا آپ سے چلی جائے تو کوئی فکر نہیں ہے کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔

(۱) امانت داری (۲) سچائی (۳) اخلاق کی عمدگی (۴) لقمہ کا حلال ہونا۔ اگر تو امانتدار ہے سچی بات کرنیوالا ہے اور اخلاق اچھے ہیں اور کھانا حلال کھاتا ہے تو یاد رکھ ساری دنیا آپ کو مل گئی ہے۔

میرے دوستو! اپنی زندگی میں اپنے اقوال میں اپنے اعمال میں اپنی نیتوں میں ہم سچ کو شامل کریں سچ صرف گفتگو میں نہیں ہے، بلکہ ہمارے وعدے اور ارادے بھی سچے ہونے چاہئیں، جھوٹ اتنا برا عمل ہے کہ جب سے دنیا قائم ہے آج تک کسی نے اسکو اچھا عمل نہیں کہا ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ عنہ تجارتی سفر پر روم گئے تھے اور وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے روم کے بادشاہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام کا دعوت نامہ ملا کہ آپ مسلمان ہو جاؤ تو روم کے بادشاہ نے کہا کہ ذرا ان کے بارے میں معلومات کرو کہ یہ کونسی شخصیت ہے جس نے مجھے اسلام کی دعوت دی ہے، اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم روم میں دیکھو کہ یہاں مکۃ المکرمۃ کا کوئی تجارتی قافلہ تو نہیں آیا ہوا تاکہ میں ان سے کچھ سوالات کروں جب انہوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ابوسفیان

تجارتی قافلہ لے کر آئے ہوئے تھے، ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے سخت مخالف ہیں اور سرداران قریش میں سے ہیں۔

شاہ روم کا ابوسفیان سے آپ ﷺ کے بارے میں سوالات:

روم کے بادشاہ نے ان کو بلا کر پہلا سوال کیا کہ تمہارے ملک میں ایک شخص ہے اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں وہ پیدا ہوا ہے اور اس نے نبوت کا دعوی بھی کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں آپ سے کچھ اور سوالات کرتا ہوں ان کے جواب دینا پہلا سوال یہ ہے کہ اس شخص کا خاندان کیسا ہے، اعلیٰ خاندان کا ہے یا کسی نچلے خاندان کا ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا خاندان ہمارے علاقے کا سب سے اعلیٰ خاندان ہے سب سے بہترین خاندان ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے نبی ایسے ہی اعلیٰ خاندان سے آتا ہے۔

دوسرا سوال: یہ ہے کہ اس نبی کو ماننے والے مالدار زیادہ ہیں یا غریب لوگ زیادہ ہیں، ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں اس کے ماننے والے زیادہ تر غریب ہیں، بادشاہ نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک ہے نبی کو ماننے والے زیادہ تر غریب ہی ہوتے ہیں۔

تیسرا سوال: تمہارے اور ان کے درمیان لڑائی ہوئی ہے، کیا وہ غالب آئے ہیں یا آپ لوگ غالب آئے ہو، ابوسفیان نے فرمایا کہ کبھی وہ غالب آتے ہیں کبھی ہم غالب آتے ہیں کیونکہ ابھی تک دو ہی لڑائیاں ہوئی تھی غزوہ بدر اور غزوہ احد غزوہ بدر میں مسلمان کامیاب ہوئے اور غزوہ احد میں ان کو کچھ کامیابی ہوئی تھی تو بادشاہ نے کہا کہ ایسا بھی ہوتا ہے۔

کافروں کے ہاں بھی جھوٹ معیوب ہے:

بعد میں جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کہنے لگے کہ بادشاہ کے سامنے چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی بات کہوں جو ان کے مخالف ہو مگر کوئی بات مجھ سے بن نہ

سکی، اور جھوٹ میں بولنا نہیں چاہتا تھا کافر اپنے کفر کے ساتھ مشرک اپنے شرک کے ساتھ جھوٹ کو برا سمجھتا ہے اور آج مسلمان اپنے اسلام کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ جھوٹ کو کیسے جائز سمجھے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ دنیا نے اتنی ترقی کر لی اس لیے کہ انہوں نے سچائی کو اپنایا ہے، ہم جو پیچھے ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کے طریقوں کو چھوڑ دیا ہے، سچ نہیں بولتے اور اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے ہیں۔ اور جھوٹ کو اپنا لیا ہے کافر لوگ نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے ہیں۔ مگر تعلیمات نبوی کو اپنا لیا ہے ان کے معاشرے میں خنزیر کھانا شراب پینا، زنا کرنا اتنا بڑا جرم نہیں ہے۔ مگر جھوٹ بولنا ان کے معاشرے میں بہت بڑا جرم ہے۔ اور آج مسلمانوں کی آبادیاں مسلمانوں کا معاشرہ مسلمانوں کے بازار صبح سے لے کر شام تک کتنا جھوٹ بولتے ہیں، اور بسا اوقات ہم نے بلا وجہ جھوٹ بولنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ معاف کریں اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بولنے میں گناہ بھی نہیں ہے۔ اور سچ بولنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کیساتھ ہو جاؤ نہ جھوٹ بولو اور نہ جھوٹوں کے ساتھ رہو، بلکہ سچ بولو اور سچوں کو ساتھ رکھو اور اس کو عام کرو اس کی تعلیم دو تا کہ معاشرے میں سچ عام ہو۔

فرشتے انسان کے جھوٹ کی بدبو سے دور بھاگتے ہیں:

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے اس بندے سے ایک میل دور چلا جاتا ہے کہ کتنا بدبودار انسان ہے یہ اور کتنا گندا انسان ہے آج ہم اپنے کپڑوں کو اور اپنے گھروں کو اور گاڑیوں کو تو صاف کرتے ہیں، مگر اپنے اندر کو صاف کرنا ہمارے لیے کتنا مشکل ہو گیا ہے یہ اندر کا گند جو جھوٹ کی وجہ سے جمع ہے کل قبر میں یہ کھولے گا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کل قیامت کے دن کے بارے میں هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

صِدۡقُهُمۡ ۔آج سچوں کوانکا سچ فائدہ دے گا۔کیافائدہ دے گا فائدہ یہ ہے کہ آج وہ جنت میں داخل ہونگے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے یہی بڑی کامیابی ہے۔

سچ اور اخلاص کا فرق بزبان جنید بغدادی:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت سچ میں اور اخلاص میں کیا فرق ہے۔فرمایا بھائی سچ تو اصل ہے اور اخلاص تو اس کی شرح ہے۔اسکی ایک شاخ ہے سچ تو ہر حال میں ضروری ہے۔اور اخلاص تو عمل کرنے کے بعد ضروری ہے اس لیے میرے دوستو اپنی گفتگو میں اپنے عزائم میں اپنے معاملات میں غرض ہر چیز میں سچ کو اپنانے کی کوشش کریں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اخلاق حسنہ کی تعلیم امت کو دی ہے،اور وہ اعمال جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور اسلام کے لیے لازم قرار دیا ہے ان میں سے ایک عمل سچ بولنا اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

سچ بولنے والا عنداللہ صدیق ہوتا ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ پر سچ بولنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ اور حدیث میں نقل ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک سچ انسان کو نیکیوں کی طرف لے جاتا ہے اور نیکیاں انسان کو جنت کی طرف لے جاتی ہیں اور آدمی جب سچ بولتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق یعنی سچا انسان لکھا جاتا ہے اور جھوٹ انسان کو برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں انسان کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔اس لیے میرے دوستو اردو کی کہاوت ہے پہلے تولو پھر بولو تا کہ جو بات میں کر رہا ہوں کہیں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تو نہیں ہو جائیں گے کہیں اس بات پر میری پکڑ تو نہیں ہو جائے

گی، ایک صحابی حضرت عقبہ ابن عامر جو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں نجات کس چیز میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ماالنجاۃ قال رسول اللہ ﷺ

املك عليك لسانك وابك على خطيئتك وليسعك بيتك

کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنے گھر میں رہا کرو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو اسی میں تمہاری نجات ہے۔

اگر آپ سچ بولیں گے تو معاشرہ آپ کی طرف آئے گا اور اگر اس میں جھوٹ ہے تو والد اپنے بیٹے سے اور بیٹا اپنے والد سے نفرت کریں گے کیونکہ زبان پر اعتبار نہیں رہا ہے۔

شاہ عبدالقادر جیلانی کی سچائی اور ڈاکوؤں کی توبہ:

شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے پیر گزرے ہیں جن کو پیران پیر کہا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے معاملات کی بنیاد سچ پر رکھی تھی، کہتے ہیں کہ میں جب گھر سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے نکلا تو والدہ نے مجھے ایک نصیحت کی تھی وہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سچ بولنا اور مجھے چالیس دینار دے دیئے اور کہا کہ یہ تمارا خرچہ ہے جاؤ دینی تعلیم حاصل کرو اور ہمیشہ سچ بولنا اس زمانے میں قافلے چلا کرتے تھے تو شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو پکڑ لیا اور ایک ایک آدمی سے پوچھنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ جب حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ڈاکو آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ سمجھا کہ یہ چھوٹا بچہ ہے، میرے ساتھ مزاق کر رہا ہے وہ آگے چلا گیا ایک دوسرا آیا اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ چالیس دینار ہیں وہ سن کر بڑا حیران ہوا کہ ایسے موقعہ پر آدمی کوشش کرتا ہے کہ جھوٹ بول کر جان بچائی جائے اب

وہ چوران کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار نے سارے واقعہ کو سنا تو پوچھا کہ آپ نے یہ ساری بات کیوں بتا دی تو حضرت نے فرمایا کہ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا سچ بولنا تو میں نے اس وجہ سے سچ بتا دیا ہے کہتے ہیں کہ اس جملہ کا اتنا اثر تھا کہ اس ڈاکو کی آنکھ سے آنسو نکل آئے اور وہ رو پڑا اور اس نے کہا کہ یہ ایک بچہ اپنی ماں کی بات پر کس طرح عمل کر رہا ہے اور مجھے میرے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور میں اس کے باوجود چوریاں اور ڈاکے مار رہا ہوں فوراً اس نے کہا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں تو سارے چوروں نے کہا کہ جب آپ چوری میں ہمارے سردار تھے آج توبہ میں بھی ہم آپ کی طرح توبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا اب بھی آپ ہی ہمارے سردار ہیں یہ سچ کا انجام اور نتیجہ ہے۔

غزوہ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کی سچّائی اور قبولیت توبہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے صحابہ کرام کے ساتھ گئے تین صحابہ کرام تھے کعب ابن مالک عنہ حضرت ہلال ابن امیہ اور حضرت مرارہ ابن ربیعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ کسی وجہ سے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ سے واپس آئے تو روایات میں آتا ہے کہ منافقین نے جا کر معذرت کی کسی نے کہا کہ میں بیمار ہوں کسی نے کہا میرا فلاں کام تھا میں اس وجہ سے نہیں جا سکا۔ مگر ان تین صحابہ کرام نے کہا کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولنا، یہ جب گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا عذر تھا، انہوں نے فرمایا کہ کوئی عذر نہیں تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تمہارا فیصلہ اب اللہ تعالیٰ کریں گے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہا کہ ان سے ہاتھ مت ملاؤ اور جب چالیس دن گزر گئے تو ان کی بیویوں کے پاس پیغام بھیجا کہ ان سے الگ ہو جاؤ، یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ زمین کشادہ ہونے کے باوجود ہم پر تنگ ہوگئی اور پھر پچاس دن کے بعد قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی پیغمبر پر مہاجرین اور انصار پر اور ان تین صحابہ پر جو پیچھے رہ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی چنانچہ کعب ابن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں زندگی میں ایمان لانے کے بعد میری خوشی کا سب سے بڑا موقع تھا جب اعلان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری معافی کا اعلان کر دیا ہے اور جو منافقین تھے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ وہ آپ کے پاس آتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں ان سے اعراض کریں اس وجہ سے کے ان کا انجام جہنم ہے، جھوٹ کا انجام جہنم ہے سچ کا انجام جنت ہے جھوٹ کا انجام اللہ تعالیٰ کا غضب ہے سچ کا انجام اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

سچائی زمین پر زرخیزی لاتی ہے:

سچ سے زمین پر نیکیاں اور بھلائیاں پھیلتی ہیں اور جھوٹ سے زمین پر برائیاں پھیلتی ہیں، چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سچوں کی کامیابی کا اعلان کریں گے کہ آج سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اس لیے میرے دوستو اپنے ساتھ سچ کو لازم پکڑو تا کہ کل کسی بھی قسم کی شرمندگی سے یا ناکامی سے بچا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

گانا بجانے کی حرمت

گانا بجانے کی حرمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ o وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا کَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْہِ وَقْرًا فَبَشِّرْہُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ o خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o (سورۃ لقمان)

قال رسول اللہ ﷺ الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع (الحدیث)

محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے سورۃ لقمان کی چار آیات تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں بعض لوگ ایسے ہیں جو خریدتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی چیزیں تاکہ وہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بغیر علم کے اور وہ بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کو مزاق ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جب تلاوت کی جاتی ہیں، ان پر ہماری آیتیں تکبّر کرتے ہوئے منہ موڑ لیتے ہیں، گویا کہ انہوں نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں گویا کہ ان کے دونوں کان بہرے ہیں انہیں بھی دردناک عذاب کی خبر دے دو، بے شک وہ لوگ جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کئے ان کے لیے جنّت کے باغات ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ حکمت والا بھی ہے۔

موسیقی حرام ہے:

ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے، پہلے نافرمانیوں کا ذکر کیا ہے اور دوسری دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کا ذکر کیا ہے تو جو نیک عمل والے ہیں نیکیاں کرتے ہیں بھلائیاں کرتے ہیں ایسے لوگ تو آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کریں گے اور ان نعمتوں کا وعدہ اللہ تعالیٰ ان سے کرتا ہے، اور جسکو اللہ تعالیٰ کے وعدے کا یقین ہوگا، وہ ان نعمتوں کو ضرور حاصل کریں گے اور ان نعمتوں کے حصول میں وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکموں کو اپنائے گا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا طبقہ ہے اور یہ وہ طبقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین نہیں ہوتا ہے، اور آخرت ان کو سمجھ نہیں آتی ہے بس نفس کا بندہ بن کر اس کی غلامی اور اتباع کامیابی سمجھ رہے ہیں۔ وہ سب کچھ اس دنیا کو سمجھ بیٹھتے ہیں اور پھر اس کے لیے اپنی نعمتوں اور راحتوں کو حاصل کرنے کے لیے ہر وہ کام کرتے ہیں، جو ان کو اچھا لگے اور جس میں ان کو مزا آئے، چاہے حرام ہو یا حلال ہو۔ جائز ہو یا ناجائز ہو اب یہاں پر اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کے ایک گناہ کو بیان کیا ہے اور وہ گناہ ہے گانا بجانا گانا سننا گانا گانا اور

گانے کی کیسٹیں سی ڈی اور موبائل کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ کرنا اور اس کی خرید و فروخت کرنا یہ سارے کام شریعت کی رو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ وہ گانے اور وہ آلات لہو جن کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے، مجھے گانے بجانے کے آلات کو توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے، یعنی وہ نبی آخرالزماں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید کو پھیلانے کے لیے اور کفر اور شرک کو مٹانے کے لیے بھیجا تھا اس کے ساتھ ساتھ گانے بجانے کو بھی ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، اور آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا ان آلات پر اپنے دل اور جان سے فدا ہے۔ اگر دعوتوں میں شادی بیاہ میں میوزک نہ لگایا ہو تو کھانا اس کے حلق سے نیچے نہیں جاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اب تو اس کو جائز بنانے کے بارے میں سوچا جارہا ہے کہتے ہیں موسیقی روح کی غذا ہے یاد رکھئے موسیقی روح کی غذا کافر کی تو ہو سکتی ہے مسلمان کی نہیں ہے۔

ذکر خداوند روح کی غذاء ہے:

یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی کہے کہ خنزیر بھی غذا ہے وہ دوسرے ملکوں میں فروخت ہوتا ہے اور لوگ اس کو کھاتے ہیں کھا کر کسی کے پیٹ میں آج تک درد نہیں ہوا ہے اور خنزیر کھا کر کوئی خنزیر نہیں بنا ہے۔ لوگ تو سانپ چوہے کتے ہر چیز کھا رہے ہیں کہ یہ غذا ہے، یقیناً غذا ہے، مگر کافر کی غذا ہے مشرک کی غذا ہے، اللہ تعالیٰ کے باغی اور قرآن اور نبی کریم ﷺ کے باغی کی غذا ہے اسی طرح موسیقی بھی غذا ہوگی، مگر کافر اور مشرک کی غذا ہوگی، اور جو مسلمان ہے نبی علیہ السلام کا ماننے والا ہے، اس کی یہ غذا نہیں ہو سکتی ہے، آسمانی خدائی تعلیم بتلاتی ہے کہ روح کی غذا ذکر میں ہے تبھی اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ دلوں کا سکون ذکر الٰہی میں ہے اللہ اللہ کی صدائے بلند کرنے میں اور دوسری جگہ آتا

ہے فاذکرونی اذکرکم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔

سامعین محترم! اللہ کو جس نے یاد کیا اس کو اللہ نے یاد کیا اور جس کو اللہ یاد کرے اس کے دل ودماغ زندگی میں سکون ہی سکون ہے راحت وآرام ہے، یاد رکھیں شریعت چودہ سو سال پہلے سے مکمل چلی آرہی ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مکمل کردیا ہے، ہماری شریعت نہ صرف مکمل ہے بلکہ محفوظ بھی ہے۔

دین میں حلال اور حرام بالکل واضح ہیں:

لہٰذا شریعت نے جس چیز کو حلال کہا وہ قیامت تک حلال ہے اور جو چیز چودہ سو سال پہلے حرام تھی آج بھی حرام ہے اور رہتی دنیا تک حرام رہے گی، کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات کہ حلال وحرام سب روشن اور واضح ہیں۔ اگر چہ ساری دنیا کے ووٹ اس کے خلاف کیوں نہ ہوں، کسی آدمی کے قول کا کیا مقام ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں وہ اللہ جو آسمان زمین کا مالک ہے، اس اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا انسان کی مرضی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں نہیں چل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو لغو چیزوں کو خریدتے ہیں، قرآن کریم میں خود جا کر دیکھیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے عالم تھے قرآن اور حدیث کو سمجھنے والے تھے ان کے شاگردوں نے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ لغو والی حدیث کیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں اس سے مراد گانا بجانا ہے یہ الفاظ حضرت نے تین مرتبہ ادا فرمائے، آج بتایئے وہ کون سا گھر ہے مسلمان کا جس کے گھر میں گانے کی کیسٹیں موجود نہیں ہیں، گھر تو دور کی بات ہے یہ جو آدھے گھنٹہ کا سفر کرتے ہیں اس میں بھی

گانا گاتے ہیں اور وہ گانوں کی کیسٹوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور پھر اس کیسٹ پر جو گانا گاتا ہے اس کی تصویر بناتے ہیں اس پر اس کا نام ہوتا ہے۔ چنانچہ آج ایک دس سال کے بچے کے سامنے کوئی گانا لگائیں تو وہ ان سب کے نام پہنچانتا ہوگا، آج مسلمان ایک ایک بچہ اس بات کو فخر سے پہچانتا ہے اور کہتے ہیں یہ ہماری ثقافت ہے، اور یہ ہمارا فنکار ہے اور اس کو بڑے اعزاز سے نوازا جاتا ہے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمیں بالی ووڈ ہالی ووڈ کے فنکاروں اور ان کی فلمی تاریخ کا تو علم ہوتا ہے لیکن اسلام کے ہیروؤں کا پتہ نہیں ہوتا اسلامی تاریخ ہمیں معلوم نہیں ہوتی کسی نے کیا خوب کہا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاک نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

آج کے مسلمان کو کلمہ کے تصحیح الفاظ تک نہیں آتے کلمہ کا صحیح ترجمہ آنا تو درکنار ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہے یہ رونے کا مقام ہے کلمہ کا مقصد پتہ ہی نہیں ہے، فجر کی نماز کتنے بجے ہوتی ہے۔ جواب دیتا ہے پتہ نہیں کتنے بجے ہوتی ہے معلوم تو اس کو ہوتا ہے جو پڑھتا ہو، قضا کتنے بجے ہوتی ہے، اس کا بھی کسی کو معلوم نہیں ہے اور کہتا ہے کہ میں تو نو بجے اٹھ کر پڑھتا ہوں ایسے بول رہا ہوتا ہے جیسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے کہ میں تو نو بجے نماز پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نو بجے فرض نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے صبح صادق کے بعد فرض کیا ہے۔

آج ہر فنکار کا نام ہمیں یاد ہے ہر گانے کا سر ہمیں آتا ہے، اپنے گھروں میں اسکولوں میں باقاعدہ میوزیکل روم بنائے جاتے ہیں جہاں اپنے بچوں کو فنکار بنانے کیلئے باقاعدہ فنکار کرائے پر رکھے جاتے ہیں مگر افسوس کہ ہمارے اسکولوں اور گھروں میں ذکر کے لئے خانقاہ نہیں بنائی جائیں گی۔ ہماری مسلمانیت پر افسوس کی بات ہے، ہمیں قرآن کریم صحیح پڑھنا نہیں آتا، ہمیں کلمہ اور نماز نہیں آتی ہے کتنے لوگ ہیں جو

روزانہ وتر پڑھتے ہیں، مگر ان کو دعائے قنوت نہیں آتی ہے، کتنے مسلمان ہیں جن کو جنازہ پڑھنا نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ان گانوں والی چیزوں کو خرید تا ہے ان کے لیے ذلت والا عذاب ہے۔

میرے دوستو!

آج کے مسلمان پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے ایک قاری صاحب نے بتایا کہ وہ کسی گھر میں قرآن پڑھانے جاتا تھا حسب معمول ایک دن اس نے دروازہ بجاتا تو اندر سے آواز آئی کہ آج بچے اسکول کے فنکشن کیلئے ڈانس کا ریہرسل کر رہے ہیں اسلیے آج قرآن نہیں پڑھیں گے۔

محترم دوستو!

جب ہم دین سے اس قدر بیزار ہو چکے ہیں تو یاد رکھئے ہماری زندگیوں میں خوشگواری آ ہی نہیں سکتی۔

گانا نفاق پیدا کرتا ہے:

اس آیت کے شان نزول میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے جسکا نام روایات نضر ابن حارث لکھا ہے، یہ آپ ﷺ کا بہت سخت دشمن تھا جب اس کو پتہ چلتا کہ کوئی آدمی اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے، اس کے دل مین اسلام کی محبت آ رہی ہے تو یہ نضر ابن حارث اس کو اپنے پاس بلاتا تھا، اس کی دعوت کرتا تھا اس کو کھلاتا پلاتا تھا پھر اس کی ایک لونڈی تھی وہ اس کو کہتا تھا کہ اب اس کو گانا سناؤ تو وہ اس کو گانا سناتی تھی، جب پروگرام ختم ہوتا تو جو شخص وہاں گیا ہوتا تھا وہ اس کو کہتا تھا کہ محمد ﷺ کا قرآن بہتر ہے یا یہ گانا بہتر ہے، یاد رکھنا یہ گانا صرف گانا نہیں ہے بلکہ اسلام کے خلاف ایک زبردست تحریک ہے، یہ دشمن کا مہلک اور خاموش ہتھیار ہے، خاموش تلوار ہے مسلمانوں کو ذبح کرتا

جارہا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع کہ گانا دل میں ایسا نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے۔

گانا شیطانی منتر ہے:

جب آپ گانے سنیں گے تو اس سے دل میں نفاق پیدا ہوگا۔ جو گانے سنے گا اس کے دل سے قرآن کی عظمت نکل جائے گی، قرآن کا ادب نکل جائے گا اس لیے کہ قرآن نے گانے کی آواز کو شیطان کی آواز کہا ہے سورت بنی اسرائیل میں ذکر ہے، وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ اے شیطان ابھار جس پر تیری قدرت چلتی ہے ان انسانوں میں سے اپنی آواز کے ساتھ، مفسّرین نے لکھا ہے کہ بصوتک سے گانے کی آواز مراد ہے اور گانا شیطان کی آواز ہے اور قرآن یہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے گانا شیطان کا منتر ہے اور جس دل میں شیطان کا منتر ہو وہاں یہ اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں آسکتی ہے، لہٰذا جس دل کا تعلّق گانے سے ہوگا اس دل کا تعلّق قرآن سے نہیں ہوسکتا ہے، اور جس گھر میں گانا بجے گا وہ گھر شیطان کا مرکز بنے گا، اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق ملائکہ نہیں آئیں گے، پھر اس گھر میں شوہر بیوی سے ناراض ہوگا اور بیوی شوہر سے ناراض ہوگی بیٹا باپ سے تنگ ہوگا اس لیے کہ ملائکہ نہیں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نہیں آتی ہیں، وہاں تو شیاطین نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، وہاں کوئی قرآن کی تلاوت کرنے والا نہیں ہے، وہاں کوئی نماز نہیں پڑھے گا اس گھر میں پھر خدا کے باغی اور نافرمان پلیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ اور وہ آدمی جو خریدتا ہے غفلت میں ڈالنے والی چیزیں آج آپ اس کا ترجمہ یہ کرسکتے ہیں جو آدمی گانوں کی کیسٹیں سی ڈیز یا میموری کارڈ اور یو ایس بی میں گانے بھرتا یا بھرواتا ہے یا خریدتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو گمراہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کے دین کو مزاح بنائے۔

میں ایک دن ایک جگہ کھڑا تھا ایک ٹیکسی میں میوزک لگا ہوا تھا میرے ساتھ دو تین طلباء تھے میں نے ان کو کہا کہ اس کو بند کریں یہ میوزک لگایا ہوا ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ نعت لگائی ہوئی ہے اور اس نعت میں میوزک ہے تو میں نے جب غور سے سنا تو وہ مشہور نعت ہے عربی کی اللہ ہو اللہ ہو جس میں آپ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے اب اس نعت کے ساتھ کتنا ظلم عظیم ہے کہ اس میں میوزک ڈال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی تعریف ہو رہی ہے۔

یاد رکھیں یہ ڈھول باجے اور ان کے متعلق تمام امور شیطانی کام ہیں آج کل کیبل سسٹم لگا دیا ہے اور کہتے ہیں یہ قانونی کام ہے، مسلمان لگا رہے ہیں مسلمانوں کے ملک میں ہے مسلمان اس کو استعمال کر رہے ہیں، یہ قانون بن گیا ہے، یہ ملک اس قانون کے لیے نہیں بنا تھا، یہ ملک اسلامی قانون کے لیے بنا تھا اس قانون کا کوئی نام نہیں لیتا ہے اور بے حیائی کے قانون دن بدن بنتے جا رہے ہیں، یہ شیطانی قانون ہمارے ملک میں بن رہے ہیں اور ہم ان کو اپنے گھروں میں ڈال رہے ہیں۔

گانوں سے بچیں:

میرے مسلمان بھائیو!!

خود کو بچاؤ اپنی اولادوں کو بچاؤ، اور خاص طور پر نوجوانوں کو کہ ان گانے والے آلات کو توڑ دو اور ان کی جگہ قرآن کریم کی تلاوت علماء کے بیانات خود بھی سنیں اور مسلمانوں کو بھی سنائیں، ان ملعونوں کے کاموں سے بچو تم ان کے گانوں کو سن کر ان کے کاروبار کو بھی ترقی دیتے ہو اور اپنے دل کو بھی نفاق سے بھرتے ہو۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے ہدایت اور رحمت بنا کر ایمان والوں کے لیے میں ان کی راہنمائی کرتا ہوں اور ان کو صحیح راستہ بتاتا ہوں اور رحمت بنا کر بھیجا ہے کہ اس سیدھے راستہ پر چل کر تم خدا کی رحمت پالو گے لوگ کہتے

ہیں حالات ٹھیک نہیں ہیں، خراب ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان خود غلط راستہ پر چلتا ہے تو حالات خراب ہوتے ہیں، پریشانیاں ملتی ہیں دنیا کا بھی اصول ہے کہ ہر بڑا اپنے چھوٹے سے کہتا ہے کہ بیٹا سیدھے راستے پر چلنا اگر بچہ اسکول جارہا ہے تو اس کو راستہ بتاتے ہیں کہ یہ سیدھا راستہ ہے اگر وہ راستہ سے ہٹ گیا تو خود ہی پریشان ہوگا اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو راستہ میں تمہیں دے رہا ہوں اس راستہ پر چلو تو تم کامیاب بھی ہوگے اور پریشانیاں بھی نہیں آئیں گیں اور تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پالو گے اور وہ تمہیں مل جائے گی اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے چلیں گے اور خدائی رحمت چاہیے۔ تو وہ اسطرح نہیں مل سکتی کہ چھت کے نیچے بیٹھ کر کوئی آدمی کہے کہ مجھے بارش مل جائے ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ اس بارش کو حاصل کرنے کے لیے مجھے میدان میں نکلنا پڑے گا اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش بھی برس رہی ہے وہ بارش بند نہیں ہوئی دنیا میں بہت سارے ایمان والے موجود ہیں صلحاء اور نیک لوگ موجود ہیں اللہ تعالیٰ کی بارش ان کے ذریعہ برس رہی ہے، لیکن وہ اس راستے پر برس رہی ہے جس راستہ پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلے تھے اگر اس راستہ پر چلے گا تو وہ یہ بارش پالے گا، وہ خوشیاں اور اللہ تعالیٰ کے تعلق امن کو پالے گا، سب کچھ مل سکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ راستہ نبی کریم ﷺ والا ہو مگر ہمارا نفس اتنا موٹا ہو چکا ہے شیطان ہم پر اتنا حاوی ہوگیا ہے کہ اس کا مقابلہ اب کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے، اس لیے فرمایا جنت میں جانا بہت آسان ہے ایک قدم نفس پر رکھو تو اگلا قدم جنت میں ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اور مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں گانے بجانے کو ختم کروں اور آج مسلمان اس کو سجا کر رکھتا ہے۔

آج کا مسلمان اور اس کا گھر:

آج مسلمان کا مہمان خانہ جو سجا ہوا ہے ہر مسلمان اس کو ایمان کی نظر سے دیکھے

دنیا کی نظر سے اور کافروں کے گھروں کی نظر سے نہیں بلکہ اس کو ایک مسلمان کی حیثیت سے دیکھیں، ایک مسلمان کے گھر میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے، آج مسلمان کے مہمان خانے میں اتنی بڑی ایل سی ڈی ہے جتنی یہ دیوار ہے اور پھر اس کو رکھتے ہیں مہمان خانہ میں تاکہ آنے والا دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا کتنا باغی ہوں اور گھروں کے اوپر اتنے بڑے بڑے ڈش رکھے ہوئے ہیں تاکہ ساری دنیا کو پتہ چلے کہ ہم اپنے رسول کے کتنے بڑے نافرمان ہیں، ہمارے دین اور ہمارے اسلام کے دشمنوں نے ان کو نکالا ہے اور ہم لگا رہے ہیں کہ تم خوش ہو جاؤ ہم تمہارے ہیں، باطل آج ہمارے اوپر کیوں اتنا حاوی ہو گیا ہے اور ہمارے ایمان آج اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہیں، ایک زمانہ تھا جو ہم نے بھی نہیں دیکھا ہے، مگر اپنے بزرگوں سے سنا اور کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب صبح نماز کے لیے جاتے تھے تو گلیوں سے قرآن کی تلاوت کی ذکر اللہ کی آوازیں آیا کرتی تھیں عورتیں گھروں میں نمازیں پڑھا کرتی تھیں اور مرد مسجدوں میں آیا کرتے تھے اور آج مسلمان کے گھر سے مسلمان کی دوکان سے اور مسلمان کی گاڑی سے بلکہ مسلمان کی زبان سے گانوں کی آواز آتی ہے مسلمانوں کی وہ زبانیں جو کبھی اللہ اللہ سے تر ہوتی تھیں آج گانوں کی چکنائی ان زبانوں کو لگی ہوئی ہے جو ہٹ کر نہیں دیتی۔

خوشی کا موقع اللہ کو یاد کرنے کا ہے:

ہمارے پروگرام اس وقت تک نامکمل رہتے ہیں جب تک کسی پاپ سنگر کو بلا کر محفل کی زینت نہ بنا لیا جائے ہماری خوشی اسوقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں گانا اور میوزک نہ ہو۔ کیا خوشی کا موقع خدا کی نافرمانی کا موقعہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا دو آوازیں ایسی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک خوشی میں گانے کے آلات بجانا اور دوسری آواز غم میں چیخ چیخ کر رونا بعض عورتیں

ہوتی ہیں ان کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اوروں کو بھی رلاتی ہیں، اب یہ غم اور خوشی ہمیں اللہ نے دی ہے، خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے، اے بندے شکر کرو چنانچہ ہماری جو خوشی کے دن ہیں وہ سال میں دو دن ہیں کہ ہم اجتماعی طور پر اس میں خوشی مناتے ہیں تو روزانہ ہم کتنی نمازیں پڑھتے ہیں، پانچ اور عید والے دن چھ پڑھتے ہیں۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے بندے یہ تمہاری اجتماعی خوشی ہے تو تم میرا شکر ادا کرتے رہو اگر تمہیں دنیا میں کوئی خوشی ملے تو اس عید کے دن سے عبرت حاصل کرو کہ جب بھی خوشی آئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس میں نافرمانی نہ کرو، اور غم اللہ تعالیٰ نے دیا اگر کوئی بیمار ہے یا ہمارے کسی رشتہ دار کا انتقال ہوا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کا کہا ہے اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اس لیے کہ صبر کرنے والے کا اجر بے حساب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اجر دیں تو اس کا حساب کس کے پاس ہے، اب ہم بے صبرے بن کر کیا کرتے ہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا، جو ہمیں ثواب ملنا تھا اس سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

گانا سننا نفاق ہے:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو ایسے پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح جب تم گانے سنو گے تو یہ تمہارے دل میں نفاق کو پیدا کرے گا۔

نفاق کس کو کہتے ہیں: نفاق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کا ظاہر ایک طرح ہو اور اندر دوسری طرح ہو اس کو کہتے ہیں نفاق اب ایک آدمی گانا سنتا ہے اب دو صورتیں ہیں یا تو یہ آدمی نماز روزے کا پابند ہی نہیں ہے اب اس گانے نے اسکے اندر نفاق

کو پیدا کیا کہ دعویٰ تو ایمان کا ہے جو اس کے اندر ہے ہی نہیں، یہ مسلمانوں والے اعمال نہیں، دوسری صورت کہ وہ نماز روزے کا بھی پابند ہے اور گانا بھی سنتا ہے، اب دعویٰ تو یہ ہے کہ میں اللہ اور رسول سے محبّت کرتا ہوں، مگر دوسری طرف جب گانے سنتا ہے تو مطلب ہے کہ نافرمانی سے نہیں بچتا ہے، جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے نہیں بچتا ہے۔

گانا سننے والوں پر آسمانی عذاب:

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ ہونگے اللہ تعالیٰ انکو خنزیر اور بندر کی شکل میں بنادیں گے صحابہ کرام نے فرمایا یا رسول اللہ کیا وہ مسلمان بھی ہونگے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ مسلمان بھی ہونگے اور وہ گواہی بھی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ روزے بھی رکھیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ پھر کیا وجہ ہے فرمایا کہ وہ گانے سنا کریں گے، اور شراب پیا کریں گے، اور ایک رات وہ شراب پئیں گے اور وہ صبح اس حال میں اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر بنا چکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور امت مسلمہ کی اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائیں، محدثین فرماتے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر جو بنائے گا وہ قرب قیامت کا وقت ہوگا اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعا کیا کریں۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے جو گانے سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خنزیر اور بندر بنانے کا مطلب یہ ہے جو عادت خنزیر اور بندر میں ہیں وہ اس گانا سننے والے کے اندر پیدا ہوجاتی ہیں خنزیر کی سب سے بری عادت یہ ہے کہ وہ جانور میں سب سے بے غیرت جانور ہے اور بندر میں یہ عادت ہے کہ وہ نقال ہوتا ہے نقالی کرتا ہے، اب جو گانا سنے گا اس کے اندر ایک تو خنزیر والی عادت یہ ہوگی کہ وہ بہت بے حیاء ہوگا اور بندر کی طرح

نقال ہوگا، چنانچہ جو گانا سنتے ہیں وہ کبھی ایک کی طرح اپنی شکل بناتے ہیں کہ دوسرے کی طرح بناتے ہیں،

اور یہی وجہ ہے کہ جو گانا سنتا ہے اس کے اندر حیا بالکل ختم ہو جاتی ہے اور آج تو گانے سے بھی آگے نکل گئے ہیں، باپ بیٹے کے سامنے بیٹھ کر فلم دیکھ رہا ہوتا ہے اور ساتھ سارے گھر والے موجود ہوتے ہیں، ٹی وی پر کس قسم کے لوگ آتے ہیں اور کس طرح وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ آپ لوگ سب جانتے ہیں، مگر باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی ہے، گھر کے اندر ٹی وی لاؤنج بنایا ہوتا ہے وہیں کھانا کھاتے ہیں وہیں سامنے ماں اور بیٹی ٹی وی دیکھ رہے ہیں کوئی تو خدا کا خوف کریں آج ہمارا یہ حال ہو چکا کہ اس کو کوئی برا کہنے والا نہیں ہے، پورا گھر اس پر خاموش ہوتا ہے اور اس کو گناہ تک نہیں سمجھتے ہیں مزید ستم یہ کہ سارے گھر ان فلمی ایکٹروں کے ڈائیلاگ پر تبصرے کرتے ہیں خود ان ایکٹروں پر تبصرے کرتے ہیں کہیں سے کسی کو حیاء نہیں آتی ۔ اس لیے میرے دوستو یہ بہت بڑی لعنت ہے اور اس لعنت سے اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو بچاؤ۔

قیامت کے دن گانا سننے والے کان میں سیسہ پگلا کر ڈالا جائے گا:

حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو گانے سنتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا یہ کان اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرآن سنو اس کان سے نیکی کی باتیں سنو اور اس زبان سے نیکی کی باتیں کرو،

گانے سے پرہیز کرنے والے کا انعام:

ایک حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں کو اور اپنی زبان کو غنا سے محفوظ رکھتے تھے، ان کو مجمع سے نکالا جائے گا، اور ان کو مشک کے ٹیلوں پر بٹھا کر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیں گے ان کو میری تسبیح اور تمجید سناؤ اسی آواز سے سنیں گے کہ اس سے پہلے کبھی انہوں نے ایسی آواز نہی سنی ہوگی ہم گانے سن سن کر اپنے آپ کو بد بخت بنا رہے ہیں۔

میرے دوستو! اللہ کا قرآن سنو اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے گا اور اللہ تعالیٰ خود قرآن سنائے گا، اور یہ لذت اس کان کو ملے گی جو دنیا میں پاک ہونگے، جو بے حیاء لوگوں کے گانے نہیں سنتے تھے اپنے کانوں کو پاک رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو قرآن سنائیں گے، گانا شیطان کا اثر ہے، اور جہاں شیطان کا اثر جائے گا وہاں قرآن نہیں جائے گا اس لیے آج مسلمان قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے، اگر کسی سے کہو کہ سناؤ قرآن تو کہتے ہیں مجھے تو نہیں آتا ہے، تم کیسے مسلمان ہو تمہارے دل میں کبھی یہ جذبہ نہیں آیا ہے کہ میں قرآن صحیح پڑھنا شروع کردوں، ورنہ کل تم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو گانوں سے اور آج کے اس معاشرے کی تمام لغویات سے اپنی حفاظت میں رکھیں اور اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے

ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے تباہی ہے، وہ لوگ جب اپنے لیے ناپتے ہیں لوگوں سے تو وہ اپنا حق پورا پورا لیتے ہیں، اور جب وہ لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو وہ اس میں کمی کرتے ہیں، کیا ان لوگوں کو اس بات کا خیال نہیں ہے کہ انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا ایک بہت بڑے دن کے لیے جس دن ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی ہوگی،

ان آیات مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے جو تجارت اور کاروبار کرتے ہیں اور اس میں لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں ناپ تول میں کمی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے

لیے عذاب کا اعلان کیا گیا ہے اور تباہی اور بربادی کا اعلان ہے یہ سورت مکی سورت ہے کیونکہ مکۃ المکرمۃ میں مکہ والے بہت بڑے بڑے تاجر تھے اور یہ مختلف ملکوں میں تجارت کی غرض سے سفر کیا کرتے تھے، ملک شام روم فارس وغیرہ ملکوں میں ان کا سفر عام تھا اور چونکہ مکۃ المکرمہ کو روز اول سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مرکزیت عطا کی ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں سے لوگ وہاں عبادت کی نیت سے اور حرمین کی زیارت کی نیت سے سفر کرتے ہیں، اور جب وہاں جائیں گے تو لازما کوئی نہ کوئی چیز ضرور خریدیں گے، اپنی ضروریات کو حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری مخلوق کو اور ہمارے بندوں کو جو انسان دھوکہ دے وہ انسان کامیاب نہیں ہے وہ تو ناکام ہے وہ تباہ انسان ہے اور اس حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کہ قوم شعیب علیہ السلام کا ایک واقعہ بھی ذکر کیا ہے: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس قوم کی طرف بھیجا تھا یہ مدین والے تھے یہ ان کے علاقہ کا نام تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے پہلے ان کے سامنے وہ بنیادی بات پیش کی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرو اور اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات میں اکیلا مانو یہ ہے تمہاری بنیاد اور جب تم نے اللہ تعالیٰ کو تسلیم کر لیا تو اب تم کاروباری لوگ ہو اپنے زمانے کے بڑے تاجر ہو لہٰذا فرمایا کہ تم ناپ تول پورا کرو انصاف کے ساتھ اور لوگوں کے لیے ان کی چیزوں میں کمی نہ کیا کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ پھرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اہل مدین کو نصیحت:

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے سامنے دو باتیں رکھیں جو ان کے اندر پائی جاتی تھیں ایک تو ان کا عقیدہ خراب تھا کہ اپنا عقیدہ درست رکھو شرک کا عقیدہ مت رکھو اور دوسرے نمبر پر کہ تمہاری عملی زندگی میں جو تمہاری بڑی کوتاہی ہے وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ دھوکہ کرتے ہو یہ مت کرو حق دار کو اس کا پورا حق دیا کرو بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وہ جو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے باقی رکھے گا وہ تمہارے لیے بہتر ہے، یعنی وہ نفع جو تمہیں منافع کے بعد ملے گا وہ بہت بہتر ہے، اگر تمہارے دل میں ایمان ہے تو قوم نے جواب دیا، يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۔ حضرت یہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں، یہ آپ کی عبادت آپ کی نماز یہ بتاتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں وہ طریقہ جس پر ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے اور ہم چھوڑ دے اس بات کو کہ ہم اپنے مالوں میں جو کرنا چاہیں کریں یہ اختیار ہمارا ختم ہو جائے اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ آپ تو بڑے سمجھدار نظر آتے تھے، مفسّرین لکھتے ہیں کہ قوم کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں تو آپ سے بڑی امیدیں تھیں، یعنی آپ ہمارے اس کام کو اور آگے بڑھاؤ گے، اور ہمارے کاروبار میں اور ترقی دلائیں گے آپ تو ہمارے جداد کے طریقے کو اور گھٹا رہے ہیں۔

زمین و آسمان کے ہر ذرے کا مالک اللہ ہے:

معلوم ہوا کہ جو مال اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے ظاہراً تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مالک بنایا ہے مگر اصل میں یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے ہمارا نہیں ہے، وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی آسمان اور زمین کا وارث ہے، اس لیے ہمیں مال

سود میں لگانے کی اجازت نہیں ہے، ہمیں اس مال سے شراب خریدنے کی اجازت نہیں ہے، اور وہ تمام امور جن کو شریعت نے حرام قرار دیا۔ وہاں اپنا مال نہیں خرچ کر سکتے ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج ہم بھی وہی قوم شعیب والی بات کرتے ہیں، کہ ہمارا مال ہے ہماری مرضی ہے یہ کون ہوتا ہے جو ہمیں منع کرے، ہم اپنے مال سے مصلیٰ خریدیں یا ڈی وی ڈی خریدیں کوئی ہمیں منع نہیں کرسکتا۔

مال خدائی عطاء ہے اس کو خدائی قانون پر کمانا اور خرچ کرنا ضروری ہے:

اس لیے اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے قرآن کریم میں وضاحت کے لیے بات کو دل میں اتارنے کے لیے دلیل کے طور پر اقوام کے واقعات بتاتے ہیں کہ دیکھو ہمارا یہ حکم اگر پورا نہیں کیا جائے گا تو تمہیں پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے، کوئی بھی کمپنی والے کوئی مشین بنا کر دیتے ہیں تو اس کے ساتھ ایک کتابچہ بھی دیتے ہیں کہ دیکھو اس بٹن کو اس طرح چلانا ہے، اور فلاں بٹن کو اس طرح چلانا ہے، اگر ہم نے کمپنی کے اصول کو پورا نہیں کیا اور وہ مشین خراب ہوگئی تو ہم خود ذمہ دار ہیں کمپنی ذمہ دار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اس کو صحیح طریقہ پر زندگی گزارنے کے لیے اس کے ساتھ کتاب بھی ہے جس کو قرآن کریم کہا جاتا ہے، اور اس میں احکامات بھی ہیں، اور ہر حکم کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ساتھ مثالیں بھی دی ہیں، ساتھ میں واقعات اور دلائل بیان کیے تا کہ بات صرف حکم تک نہ رہے اور بات صحیح طریقہ دل میں اتر جائے۔

مگر یہ اس کے لیے ہے جو بات کو سمجھنا چاہتا ہو، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ○ فرمایا قرآن نصیحت والی کتاب ہے، مگر کس کے لیے اس کے لیے جس کے پاس دل تو ہو یا کان لگا کر اللہ تعالیٰ کے قرآن کو سنے تو صحیح جس کے پاس دل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کی طرف متوجہ کریں اور کان نہیں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن سنے تو پھر اس کو کیسے نصیحت حاصل

ہوگئی، جب قوم شعیب نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی اور اس کے ماننے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب پر سخت گرمی بھیجی اور روایات میں آتا ہے کہ تین دن اور تین رات سخت تپش رہی اور تین دن کے بعد آسمان سے ایک بادل کا ٹکڑا آیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، اب لازمی بات ہے کہ انسان جب سخت گرمی اور حبس میں ہوتا ہے تو کہیں سے ہوا آئے تو اسی طرف جاتا ہے تاکہ مجھے بھی تھوڑی سی ہوا مل جائے، ساری کی ساری قوم اس بادل کے ٹکڑے کے نیچے جمع ہوگئی تاکہ ہمیں یہ ٹھنڈک حاصل ہو، جب ساری قوم جمع ہوگئی، فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بادل سے ہم نے آگ کے انگارے برسا کر ساری قوم کو ہلاک کردیا، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے اس میں علامت ہے اس میں دلیل ہے اس میں سچ ہے ان کے لیے جو سمجھنا چاہیں کہ قوم شعیب نے اپنی زندگی کے چند دن اپنی مرضی کے گزار لیے معاملات میں دھوکہ کرلیا مگر آخر میں ان کا انجام اور نتیجہ کیا ہوا رب نے ان کو ھلاک کردیا اور قیامت تک آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنادیا، آج اگر یہی حکم میں اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ میں کیوں صحیح طریقہ سے تولوں، دوسرا صحیح نہیں تول رہا، مگر میں صحیح ناپتا ہوں تو میرا پڑوسی صحیح نہیں ناپ رہا، او بھائی کم از کم میں اپنے سے تو شروع کروں، جب میں شروع کروں گا تو میرے آس پاس اللہ تعالیٰ اس برکت کو رائج کریں گے، میرے بچوں پر اس کا اثر پڑے گا۔

دھوکہ دینے والا مسلمان نہیں:

میرے بھائیو!! اور کچھ نہیں تو کم از کم عند اللہ میں تو کامیاب ہو جاؤں گا، اس لیے کہ اپنی ذمہ داری تو پوری کرنی ہے، آپ ﷺ مدینہ منورہ میں بازار میں تشریف لے گئے ایک گندم والا اس کو بیچ رہا تھا اور اس کی بولی لگی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی بوری میں ہاتھ ڈالا، اور اس کی گندم کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کی بوری کے نیچے

دیکھا تو گندم گیلی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں یہ کیا ہے اوپر تو آپ نے صحیح گندم ڈالی ہے اور نیچے گیلی ڈالی ہے، اس نے کہا کہ اس کو بارش کا پانی لگ گیا تھا تو میں نے اس کو نیچے کر دیا تا کہ یہ ساری بک جائے۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کہ جس نے کسی کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی سودا کیا اور کوئی چیز فروخت کی اس حال میں کہ وہ چیز عیب دار تھی اور اس کے عیب کو نہیں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا شخص مسلسل خدا کے غضب میں ہوگا، اور فرشتوں کی لعنت اس پر ہوگی، مسلمان کو دھوکہ دیتا ہے اور دھوکہ والے کام کرتا ہے۔

حضرت امام اعظم کا تجارت میں کمال دیانت:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی ہم تقلید کرتے ہیں جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم مجتہد فقیہ تھے وہ کپڑے کے تاجر تھے ایک دفعہ ان کے کپڑوں میں ایک تھان کپڑے کا عیب دار آیا تو امام صاحب نے اپنے ملازمین سے فرمایا کہ دیکھو بھائی اس تھان میں عیب ہے اور جب تم اس کو فروخت کرو تو خریدار کو یہ بتا دینا کہ اس میں یہ عیب ہے، اس کو مرضی ہے کہ وہ لینا چاہے یا نہ لینا چاہے، آپ نے عیب ضرور بتانا ہے، چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمی کاموں میں مصروف ہوتے تھے کسی موقع پر آئے تو وہ تھان نہیں تھا آپ نے پوچھا کہ وہ تھان کہاں ہے تو ملازمین نے کہا کہ وہ فروخت کر دیا ہے، فرمایا کہ وہ عیب بتایا تھا ملازمین نے کہا کہ نہیں بتایا تھا اب اگر ہم ہوتے تو کہتے یہ زبردست ملازم ہے یہ ہے کام کا بندہ اس کو اور ترقی دو۔

مگر امام صاحب بڑے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا کہ اس عیب کو بتانا ہے، اس ملازم نے کہا کہ حضرت میں بھول گیا تھا تو امام صاحب نے پورے شہر میں اعلان کروایا کہ بھائی ہماری دوکان سے کوئی بندہ کپڑے کا تھان لے گیا ہے وہ جو شخص بھی ہے ہم سے رابطہ کرے، چنانچہ وہ شخص آیا تو امام صاحب نے

اس کو بتایا کہ یہ جو تھان ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں عیب ہے اس کو کہتے ہیں تقویٰ اس کو کہتے ہیں خوف خدا، اس کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا احساس، آج ہمیں مالک کے سامنے حاضری کا احساس ایسے ختم ہوگیا ہے جیسے ہم نے مرنا ہی نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ o کیا یہ جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں انہیں یہ خیال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ زندہ کریں گے، لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ o اس بڑے دن سے، یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ o جس دن ساری دنیا رب العالمین کے سامنے کھڑی ہوگی۔

معاملات میں سچائی غیر مسلموں کی کامیابی کا راز ہے:

چنانچہ آج مسلمان کا بنایا ہوا مال کوئی خریدنے کو تیار نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں، ہماری بنی ہوئی چیز اس وقت تک ہے جس وقت تک وہ ہماری دوکان میں ہے، اور جب ہماری دوکان سے نکلتی ہے اس کی ساری کیفیت بدل جاتی ہے، اھل مغرب والوں کی چیزیں آج لوگ کیوں خریدتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ جو کہتے ہیں وہی ہوتا ہے، وہ جو لکھتے ہیں وہی ہوتا ہے، ان الباطل کان زھوقا o باطل تو مٹتا ہے، ان کی تجارت اور معیشت آج آسمانوں سے باتیں کیوں کر رہی ہے اس پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ معاملات میں سچائی نے ان کی معیشت کو مضبوط کر دیا جب کہ ہماری معیشت آخری سسکیاں لے رہی ہے، دیانت اور امانت کی بات معاملات میں سچائی یہ ساری اسلامی ھدایات تھیں جن کو انہوں نے اپنایا تو وہ خوشحال ہوگئے ہم نے مسلمان ہونے کے باوجود اسلامی تعلیمات سے منہ موڑ دیا تو آج سسک سسک کر جی رہے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باطل مٹتا ہے، تو یہ ترقی کیوں کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس باطل میں کوئی حق مل گیا ہے جو اس کو

اونچا کررہا ہے، آج ہمارے ساتھ باطل مل گیا ہے، ہمارے وعدے سچے ہیں، مگر اندر ہمارے باطل آگیا ہے، جس کی وجہ سے ہماری چیز اور ہماری بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے آج دیکھ لیں ہماری تجارت کا کیا حال ہے ہمارے سرکاری دفاتر کا کیا حال ہے نہ وقت پر آتے ہیں اور نہ وقت پر جاتے ہیں بس صرف حاضری لگائی اور چلے جاتے ہیں کیوں ایسا کرتے ہیں؟ اس وجہ سے کہ ہمارا ایمان کمزور ہوچکا ہے ہمارے اندر بددیانتی آگئی ہے، تنخواہ کے وقت ایسے تنخواہ مانگنے آتے ہیں جیسے پورا مہینہ ایک بھی غیر حاضری نہیں کی ہے، ایک وقت تھا کہ ملازم اپنی ڈیوٹی کے وقت میں اپنا ذاتی کام چھپ کر کرتے تھے مگر آج تو سرعام کرتے ہیں۔

اکابر علماء دیو بندؒ کا کمال دیانت:

ہمارے اکابر دیو بند جب مدرسہ دیو بند میں پڑھاتے تھے تو اگر تعلیم کے دوران کوئی مہمان آتا تو اپنی گھڑی کو دیکھ لیتے تھے، اور اس وقت کو نوٹ کر لیتے تھے کہ کتنا وقت مہمان کے ساتھ لگایا ہے اور مہینہ ختم ہونے کے بعد وہ یہ بتادیتے تھے کہ اتنا وقت میں نے مدرسہ میں نہیں پڑھایا تھا لہٰذا اتنی تنخواہ ہماری کاٹ لیں، ان کو جواب دہی کا احساس تھا آج ہمارے اندر یہ چیز ختم ہوگئی ہے، بس کسی طرح اگلے کے جیب سے مال نکلے اور میں وہ حاصل کرلوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ پیسے تو تمہارے پاس آئیں گے مگر ان کے ساتھ تباہی بھی ہوگی۔

تمام معاملات میں دھوکہ دھی ان آیات کا مصداق ہے:

علماء نے لکھا ہے کہ یہ معاملہ صرف تاجر کے ساتھ حاصل نہیں ہے، بلکہ دنیا کا ہر شخص جو دوسرے سے اپنا حق وصول کرنا چاہے لیکن دوسرا اس کو اس کا حق نہ دے یہ

سارے اس میں شامل ہیں، یعنی یہ بھی اس تباہی میں شامل ہیں جو ان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے ہر انسان دوسرے کی کمزوریوں کو تلاش کرتا ہے، مگر اپنی کمزوری کو سننا برداشت نہیں کرتا ہے، مگر دوسرے کے عیوب کی پوری فہرست لگا دیتا ہے، دوسروں سے آج ہر کوئی انصاف مانگتا ہے، لیکن خود انصاف پر قائم نہیں رہتا، عدل پر قائم نہیں رہا ہے۔ ملازمین سے کام پورا لیتا ہے، مگر جب تنخواہ کا وقت آئے اس میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ تمام صورتیں اس میں شامل ہیں۔ اپنے لیے عافیت اور مال مانگتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کے احکام آتے ہیں تو ان سے جی چراتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص حاکم کی عدالت میں جا کر جھوٹی قسم کھائے اور دوسرے کا مال حاصل کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ غضبناک ہونگے۔

قیامت کے روز خدا کی نگاہ رحمت سے محروم تین قسم کے لوگ:

ایک اور روایت میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے گفتگو نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے ان کو نہیں دیکھے گا اور ان کے گناہ کے گند کو ان سے صاف نہیں کیا جائے گا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ تو بڑے نقصان میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ کون لوگ ہیں فرمایا پہلا شخص وہ ہے جو اپنا تہبند حد سے زیادہ نیچے لٹکانے والا ہو یعنی وہ لوگ جو اپنے پائجامہ کو ٹخنے سے زیادہ نیچے کر کے تکبرانہ انداز میں چلتے ہیں اور پھر امید بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔ آج ہمارے نوجوانوں کا یہ فیشن ہے پینٹ ایسی پہنتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ ابھی اتر جائے گی اور پھر اس بات میں فخر محسوس کرتے ہیں تو کل قیامت کو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دیکھے گا بھی نہیں اور سخت

ترین عذاب اس کو ملے گا تواضع اور عاجزی انکساری سے زمین میں چلنا ہے۔

حضرت محمد عربی ﷺ مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہورہے ہیں اور وہ مکۃ المکرمۃ جہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کو نکلنے پر مجبور کیا، جہاں آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو تکلیف دی گئی تھی، مگر جب آپ اس میں داخل ہورہے تھے تو آپ کا سر جھکا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا○ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم اکڑ کر چلتے ہو کیا لمبائی میں ہمارے پہاڑوں کو پہنچ جاؤ گے، اور تم ہماری زمین کو پھاڑ سکتے ہو، اللہ کی زمین پر عاجزی سے چلا کرو اور یہ عاجزی والے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہوتے ہیں۔

دوسرا شخص جو احسان جتلانے والا ہو کسی غریب کو کپڑا دے دیا تو پھر ہر بار جب ملاقات ہوتی ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے دیا تھا فرماتے ہیں کہ ایسی چیز اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کے منہ پر مار دے گا کہ تم نے خدا کے نام پر دی تھی یا پھر لوگوں کو احسان جتلانے کے لیے دی تھی۔

تیسرا شخص وہ ہے جو اپنے سودے کو جھوٹی قسموں کے ساتھ بازاروں میں فروخت کرتا ہو ایسے تاجر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اس سے بات نہیں کرے گا اور اسے دردناک عذاب ہوگا آج معاشرے میں قسمیں کھا کھا کر اپنے سودے فروخت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی اہانت کرنا دو پیسوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام کو بیچ میں لانا اور پھر اس کی توہین کرنا ہم نے کس قدر اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ڈھال بنایا ہے۔ ایسا تاجر اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں برکت نہیں دیتے ہیں، اسکی تجارت اور اس کے مال سے خیر کے کام کہاں سے ہونگے، جب وہ مردود ہو گیا تو اس کا مال بھی مردود ہو گیا۔ پھر کبھی اولاد لڑتی ہے کبھی

باپ بیٹے لڑتے ہیں کبھی مالک اور ملازم لڑتے ہیں کبھی وہ پیسہ عدالتوں کے چکر میں خرچ ہوتے ہیں، مگر یاد رکھیں وہ تاجر جو سچ بولتا ہے اس کے بارے میں بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وہ تاجر جو سچا ہوامانت دار ہو قیامت کے دن انبیاء کرام شہداء صدیقین صالحین کے ساتھ وہ کھڑا ہوگا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی بازار میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہے جیسے مسجد میں بیٹھ کر حاصل کیا جاتا ہے تو وہ قرب بازار میں بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ مگراس کے لیے شرط یہ ہے کہ سچ بولنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق تجارت کرنی ہے اس کے لیے دو باتوں کو زیادہ کرنا ہے۔ (۱) سچ بولنا مگر ہمارا دعوی یہ ہے کہ سچ کے ساتھ کاروبار چل ہی نہیں سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اس کا پتہ ہی نہیں تھا، (۲) امانت دار ہو اس لیے کہ تاجر ایک دوسرے کے پاس امانت رکھواتے ہیں کوئی مال رکھواتا ہے کوئی پیسے رکھواتا ہے، جب یہ معاملات آپس میں کرتے ہیں تو امانت دار ہونا ہے اگر یہ دو باتیں تاجر کے اندر ہیں اور وہ ان دونوں باتوں کا اپنے آپ کو پابند کر لیتا ہے تو وہ تاجر کامیاب ترین تاجر ہے، اللہ تعالیٰ تمام تاجروں کو احکام الٰہی اور رسول اللہ کے طریقہ کے مطابق تجارت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مساجد کی عظمت اور آداب

مساجد کی عظمت اور آداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًاo

(سورۃ الجن)

وقال النبی ﷺ احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا (الحدیث)

اور بے شک یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، شہروں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مسجدیں ہیں اور شہروں میں سب سے زیادہ مبغوض جگہیں وہ بازار ہیں، مساجد انہیں اللہ تعالیٰ کا گھر کہا جاتا ہے، اس امت کی دینی خدمت اور اس امت اور اسلام کی حفاظت کے مراکز وہ مساجد ہیں چنانچہ جب اس زمین کو آباد کیا

گیا اور اس زمین پر نسل انسانی کی ابتداء کا ارادہ رب العالمین نے فرمایا تو سب سے پہلے روئے زمین پر جو تعمیر ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ٥ بے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ جو مکّہ میں ہے وہ جگہ برکت والی ہے ھدایت والی ہے تمام جہاں والوں کے لیے مکمل برکتوں کا مرکز اور ھدایت کا سرچشمہ اس بیت اللہ کو قرار دیا گیا، کہ اس سے آکر اللہ تعالیٰ کے فضل کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرو، چنانچہ اسی نسبت سے دنیا کی تمام مساجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر کہا گیا ہے، دنیا میں جہاں بھی مسجدیں بنی ہوئی ہیں چاہے وہ کچی ہوں یا پکی، ان کو اللہ تعالیٰ کا گھر کہا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام مساجد کا رخ اس بیت اللہ کی طرف ہوتا ہے، گویا یہ بیت اللہ ان تمام مساجد کا ہیڈ آفس ہے سب سے بڑا مرکز ہے اور اس اللہ تعالیٰ کے گھر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر وقت اترتی رہتی ہیں رحمتوں کا عمومی نزول اس بیت اللہ پر ہوتا ہے، اور پھر وہاں سے وہ رحمتیں اور وہ انوارات دنیا کی مساجد میں تقسیم ہوتی ہیں اور ان مساجد سے پھر مسجد میں آنے والوں کو اس کا حصّہ ملتا ہے، اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں یعنی ان مساجد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے لہٰذا ہم کہیں بھی ہوں ہمارا قلبی تعلّق اور لگاؤ مسجد کے ساتھ ہونا چاہیے، چنانچہ وہ حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہونگے اور فرمایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا ان سات آدمیوں میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس کا لگاؤ مسجد کے ساتھ ہوگا وہ اپنی دوکان، فیکٹری اور دفتر میں بیٹھا ہوا ہوگا، مگر اس کا لگاؤ مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ تو وہ معاملات تو دنیا کے کرتا ہے، گھر میں دن بھر کا کام کر کے تھکا ہوا ہے مگر لگاؤ اور دل اس کا مسجد میں لگا ہوا ہے کہ گھڑی کا الارم لگاؤ مجھے صبح مسجد میں نماز پڑھنی ہے وہ سو رہا ہے مگر اس کا دل یہ کہتا ہے کہ میں نے صبح اٹھ کر سب سے پہلا کام اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا کر اللہ تعالیٰ کو حاضری

دینی ہے، یہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں:

پہلی بات کہ مسجد کا مقام کیا ہے، اور دوسری بات مسجد کا مقصد کیا ہے،

مسجد کا مقام:

یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گھر کہلاتا ہے، اور عربی میں مشہور کہاوت ہے مکان کی عظمت اس کے رہنے والے سے ہوتی ہے، ایک مکان ہے جس میں ایک عام آدمی رہتا ہے، مگر اسی مکان میں ایک عہدے اور مرتبہ والا آ گیا تو اس کے پہرے دار ہونگے اس کے محافظ ہونگے لوگ پوچھیں گے کہ اس میں کون رہتا ہے، جگہ کی عظمت اور اس کی قیمت نسبت کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا مسجد کی عظمت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، یہ کوئی معمولی نسبت ہے، چنانچہ جس آدمی کا جو گھر ہوتا ہے۔ تو اس کو اس سے محبت ہوتی ہے اگر اس کے گھر کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کو غصہ آتا ہے اور اگر کوئی اس سے پیار کرے تو اس مالک سے اس کو محبت ملے گی لوگ پوسٹر لگاتے ہیں اور وہ اس بات پر کتنا غصہ ہوتے ہیں اور ان کو کتنی تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ ان کے گھر کے اندر نہیں بلکہ باہر لگاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رنگ کیا ہے خرچہ ہوتا ہے ہمارا رنگ خراب کرتے ہو۔ جس طرح اس مالک مکان کو اپنے مکان کی وجہ سے دکھ ہوتا ہے، اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے گھر کو نقصان پہنچاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے کتنا غصہ کریں گے اور جو ان مساجد سے محبت کرے گا اور ان کو آباد کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہونگے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آبادیوں میں اور شہروں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو مساجد پسند ہیں اور زمین کا سب سے پیارا ٹکڑا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ

بھی مساجد ہیں اور بازاروں کا شمار سب سے مبغوض ترین جگہوں پر ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی دو کیفیتیں ہیں، (۱) ایک کیفیت روحانی اور (۲) مادی۔

خریداری ایک خاتون کریگی مگر گاڑی بھر کر لے جائیں گی کہ چلو تم بھی آجاؤ پڑوس والی سے پوچھ لو کہ تم بھی ہمارے ساتھ بازار چلوگی، اور اگر کسی سے کہیں کہ چلو مساجد نماز کا وقت ہوگیا ہے تو جواب میں کہتے ہیں بس آپ جائیں میں آرہا ہوں جو شیطان کے اڈے ہیں وہاں ہمارے دل اٹکے ہوئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں وہاں سے ہمارے دل اجڑے ہوئے ہیں، مسجد کے ساتھ تعلّق کا یہ پیمانہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلّق قائم کرے گا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ایسا بھی ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوا ہے، اور وہ معجزہ ہے معراج کا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کروائی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور نماز کا تحفہ لے کر آئے مگر معراج کے واقعے کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

شب معراج کی ابتداء اور اختتام مسجد پر ہوئی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی معراج کا واقعہ جب شروع ہوتا ہے اس واقعہ کی ابتداء مسجد سے ہے اور اس کی انتہاء بھی مسجد میں ہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے معراج کے واقعہ کے دو حصّہ ہیں، ایک حصّہ بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ تک اور دوسرا حصّہ مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں تک بلکہ جہاں تک نبی اکرم ﷺ نے چاہا وہاں تک آپ ﷺ گئے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ کے اندر میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور پھر وہاں سے ہم روانہ ہوئے اُن لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے لوگوں نے یہ بات مشہور کی ہے

الصلوۃ معراج المومن یہ حدیث ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نماز ایمان والے کی معراج ہے مسجد میں آؤ تو نماز پڑھو، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی ابتداء میں نماز پڑھی اور انتہاء میں بھی نماز پڑھی معلوم ہوا کہ مسجد میں آؤ تو نماز پڑھو، مسجد سے آپ کا تعلّق جس درجے کا ہوگا اسی درجے کا تعلّق اللہ تعالیٰ سے آپ کا ہوگا جس کا صدرِ مملکت کے گھر آنا جانا زیادہ ہو تو لوگ کیا کہتے ہیں کہ اس کا تعلّق اس گھر سے ہے، نہیں! بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلّق صدر سے ہے اسی طرح جو مسجد میں کثرت سے آتا جاتا ہے اہتمام سے آتا جاتا ہے اس کا تعلّق اسی اہتمام کے ساتھ اسی درجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا۔ مگر آج کا مسلمان کلب کے ساتھ اپنا تعلّق زیادہ رکھتا ہے اور کلب میں پابندی کے ساتھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے سیر کرنی ہوتی ہے مجھے ورزش کرنی ہوتی ہے کلب کا رکن بننے کے لیے لاکھوں روپے دیتا ہے، آؤ خانۂ خدا کے رکن بن جاؤ، جنّت کے حقدار بن جاؤ گے، اس رکنیت میں کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔

آج ہم دوستوں میں کیا بات کرتے ہیں کہ جی آج میں کلب گیا تھا میں آج بچوں کو بھی ساتھ لے گیا تھا میں تو روزانہ صبح جاتا ہوں، جاتے ہو تو کیا ہوا یہ کوئی فخر والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی فضیلت بیان نہیں فرمائی کہ بازار جانے کی کوئی فضیلت ہے اور باہر ممالک جانے کی کوئی فضیلت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر عظمت اور فضیلت بیان فرمائی ہے تو وہ مساجد کی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی فضیلت ہے: فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○ مسجد میں آکر تعلّق اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھو، مسجد میں آکر ہمارا عقیدہ توحید کا کب درست ہوگا؟ جب ہم اس کے گھر میں آئیں گے اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِكَ اَنْ

یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ o اللہ تعالیٰ کے گھر کو وہ لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں مساجد کو آباد کرنا اھل ایمان کا کام ہے، اس لیے حدیث میں آتا ہے، جامع ترمذی اور ابوداؤد شریف کی روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خوشخبری سنادو مکمل روشنی کی ان لوگوں کو جو تاریکیوں میں مسجدوں کی طرف جاتے ہیں، جن کے قدم راتوں کو مسجد کی طرف جاتے ہیں کتنے خوش نصیب ہیں ایسے لوگ جن کو خود نبی اکرم ﷺ خوشخبری سنارہے ہیں آج ہم رات کو اس گلی اور سڑک سے چلتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ اسی راستہ میں بجلی نہیں ہے سڑک میں بجلی نہیں ہے، اس دنیا کی تاریکی سے ڈرتے ہیں کبھی اس قبر کی تاریکی کا بھی سوچا ہے اس کی روشنی کہاں سے آئے گی، فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کرنے سے آئے گی، آج ہم نے ہر جگہ کو آباد کرلیا کلب کو آباد کردیا بازاروں کو آباد کردیا پارکوں کو بھی آباد کردیا اور دنیا کی ہر جگہ سے ہو کر ہم آگئے ہیں لیکن ہم اگر بھول گئے ہیں تو وہ مساجد ہیں جن کو آباد کرنا آج ہماری فہرست میں شامل ہی نہیں ہے اور یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے مساجد میں آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بازاروں میں کلب میں نہیں برستی ہیں۔

مسجد سے تعلق ایمان کی علامت ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ایک آدمی کو دیکھوں کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے تو تم اس کے ایمان کی گواہی دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجدوں کو آباد وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ بات بتادی گئی کہ مساجد سے تعلق رکھنا اور مسجد کی خدمت کرنا مسجد کی نگرانی کرنا فرمایا جو ایسا کام کریں وہ مومن

ہے اور اس کے ایمان کی گواہی دے دو، اس شخص کو ایمان کی دولت حاصل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ جزبہ عطا کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا خیال رکھتا ہے، جس طرح مسجد کی ظاہری تعمیر ہے، ایک ظاہری عمارت ہے اس طرح مسجد کی اصلی آبادی اور مسجد کی حقیقی تعمیر وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے آباد کرنا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ ایسے گھر اللہ تعالیٰ کے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کی عظمت کی جائے اور اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جائے، اھل ایمان تو ان گھروں میں آ کر صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں تو گویا ان مساجد کی اصل آبادی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا ذکر خود فرمایا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ فرمایا نماز میری یاد کے لیے پڑھو یہ سب سے بہترین ذکر ہے لہذا مساجد کی آبادکاری نماز کے ذریعہ کرو جو شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتا ہے اور مسجد میں نماز کو ادا کرتا ہے تو یہ شخص مسجد کا حق ادا کرنے والا ہے تو اب جو شخص اذان سنے اور مسجد میں نہ آئے اور اس کو کوئی عذر اور بیماری نہ ہو تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ وہ مسجد کے حقوق میں کوتاہی کرنے والا ہے یہ مساجد بنائی اس لیے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اب حال یہ ہے کہ اذان ہو گئی اور لوگ بازاروں میں پھر رہے ہیں مسجد میں جانے کی تکلیف نہیں کرتے اپنے دفاتر میں آرام وہ فوم کی کرسیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اپنے کمرے سے نکلنے کی تکلیف نہیں کرتے کہ مسجد میں جا کر نماز ادا کرلیں۔ یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں، یہاں قرآن کی تلاوت کریں ذکر اللہ کریں۔

مسجد میں آنے والے کی اللہ پاک مہمان نوازی کرتا ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی صبح کو یا شام کو مسجد کی طرف چلا اللہ تعالیٰ

اس کے لیے مہمانی تیار کرتا ہے جنّت میں جس وقت بھی وہ صبح اور شام کو چاہیے جائے مسجد مین آنے والا یہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا میزبان ہے تو کتنا خوش نصیب ہے یہ شخص کہ جس کا میزبان خود اللہ تعالیٰ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مہمانی اور اکرام پھر اللہ اپنی شان کے مطابق کرتا ہے، چنانچہ رمضان کے مہینے میں جب ہم پابندی سے آتے ہیں اور ہماری مسجدیں بھر جاتی ہیں تو ہمارے لیے نعمتوں میں بھی فراوانی ہوجاتی ہے اندر مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اور ادھر گھر کھانے پینے کی اشیاء سے بھر جاتے ہیں یہاں تک کہ غریب سے غریب آدمی بھی دو چار قسم کی چیزیں صبح شام کھالیتا ہے۔ یہ برکات مساجد کی عبادت سے ہے اگر آپ مساجد کو خانہ خدا کو آباد کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں کو آباد بھی کریں گے اور اپنے رزق اور انعامات سے بھی بھر دیں گے، مسجد کی آبادی کو اگر ترجیح دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گھر کو اسی طرح آباد کردے گا، مگر ہم مسجد میں تو آجاتے ہیں، پہلے نمبر پر اور پہلی صف میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر باتیں شروع ہوجاتی ہیں دنیا کی، اتنی جلدی آپ آئے ہو اس سے فائدہ اٹھاؤ ذکر کرو قرآن کریم کی تلاوت کرو دین کی اگر کوئی بات ہے تو وہ کرو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان کی دنیا کی باتیں ان کی مساجد میں ہونگی اور پھر نبی علیہ السلام نے ہمیں کیا تعلیم دی فرمایا کہ خبردار ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی سروکار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر میں آکر دفتر والے دفتر کی باتیں کرتے ہیں کاروبار والے کاروبار کی باتیں کرتے ہیں گھر والے گھر کی باتیں کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، یہ آپ کے کاروبار کے لیے دفتر تو نہیں بنایا گیا ہے، آپ اگر کسی صاحب منصب کے گھر جاتے ہیں یا اس کے دفتر میں جاتے ہیں تو بڑے ہی باادب ہوکر بیٹھتے ہیں، اور ایک دوسرے کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہاں یہ بات اس طرح

کرنی ہے تا کہ کوئی بے ادبی نہ ہو جائے اتنا خیال دنیا کے لیے کرتے ہیں مگر وہ ذات جو رب العالمین ہے اس کا کوئی خیال نہیں ہے اس کے گھر کا کوئی ادب نہیں ہے۔اس کے گھر میں آ کر اس کی مہمان نوازی کو قبول کر کے اپنے دنیا اور اپنے گھر بار کی باتیں انصاف کے خلاف ہے اس لئے بندوں کو چاہیے کہ اللہ کے ساتھ اسی طرح احسان اور اچھائی کرے جیسے وہ اپنے بندوں پر ہر آن ہر پل ہر دم کرتا ہے۔

مسجد آخرت کے سودہ گروں کی منڈی:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد مین آئے تو وہ یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اے اللہ میرے لیے اپنے رحمت کے دروازے کھول دے، اور فرمایا جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کو مانگتا ہوں، محدثین نے لکھا ہے کہ داخل ہوتے وقت رحمت کو مانگا اس لیے کہ رحمت کا تعلق آخرت کی نعمتوں سے ہے اب مسجد میں آ کر ہم آخرت والے اعمال کریں گے نماز پڑھیں گے تلاوت کریں گے کسی سے دین کی بات کریں گے، اچھی بات کریں گے تو بندے نے کہا کہ اے اللہ میرے لیے آخرت کے دروازے کھول دیں اب میں آخرت کی منڈی میں آ گیا ہوں آخرت کی منڈی میں آ کر آخرت کے اعمال خوب خریدلوں اور اس کی میں خوب کمائی کرلوں کہیں ایسا نہ ہو کہ منڈی میں آخرت کے واسطے سازوسامان جمع کرنے کے بجائے الٹا نقصان کر بیٹھو کیونکہ منڈی میں جیب کترے بھی ہوتے ہیں جو جیب کاٹ کر سرمایہ غارت کر سکتے ہیں، اسی طرح مسجد میں آ کر شیطان کے حملے سے بچو تا کہ وہ آپ کا سرمایہ خراب نہ کر دے۔

اور جب انسان باہر جاتا ہے تو دنیا کی طرف جاتا ہے تو اس کو فضل سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی اے اللہ اب میں آپ سے حلال اور جائز دنیا مانگتا ہوں اور نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے سب سے پہلے وہ دو رکعت نماز پڑھے جس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس کو بڑی فضیلت حاصل ہے علماء فرماتے ہیں کہ ان دو رکعت کی مثال ایسی ہے جیسے اس نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سلامی پیش کی، جب آدمی کسی کے گھر جاتا ہے تو اس کو سلام کرتا ہے اس طرح جب مسجد میں آؤ تو اگر مکروہ وقت نہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعات تحیۃ المسجد ادا کرو آج ہمارے ہاں ایک رواج ہے لوگ مسجد میں آتے ہیں پہلے بیٹھتے ہیں پھر نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، یہ غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے تھے، پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر میں جاتے تھے پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے، جب بھی آدمی سفر سے آئے تو مسنون یہ ہے کہ پہلے محلّہ کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرے، مگر چونکہ آج کل ہمارا تعلق مساجد سے نہیں رہا ہے، آج ہمارے دلوں میں مساجد کی عظمت نہیں رہی آج دنیا میں ہم اتنے مصروف ہوگئے اور دنیا کی عمارتیں ہمارے لیے اتنی محبوب ہوگئیں اتنی پیاری ہوگئیں کہ اب مسجد تو ہمیں نظر ہی نہیں آتی ہے مسجد میں جانا تو صوفی صاحب کا کام ہے مولوی صاحب کا کام ہے، اور جو بوڑھے ہوجاتے ہیں ان کا کام ہے ہم تو بڑے ترقی یافتہ بڑے ہی کاروباری اور بڑے ہی مرتبہ رکھنے والے ہیں ہم تو کبھی کبھی مسجد میں جاتے ہیں آج ہماری ذہنیت اس قدر گر چکی ہے کہ جس کا تصور ممکن نہیں۔

میرے دوستو!! مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں جتنے اخلاص کے ساتھ آؤ گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے اجر پاؤ گے کوئی تاجر اگر اخلاص کے ساتھ آتا ہے تو اس کا اجر بھی اتنا ہے جتنا ایک غریب مزدور کا ہے، اور اگر مزدور تاجر سے زیادہ اخلاص کے ساتھ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مزدور اس تاجر اس مالدار سے زیادہ محبوب ہے جو صرف دکھانے

کے لیے مسجد میں آتا ہو کہ لوگ کہہ کر نماز بھی صاحب ادا کرتے ہیں اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مسجد کا احترام ضروری ہے:

لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد کو آباد کریں عبادت کے ساتھ اور مسجد میں آئے پابندی کے ساتھ اور مسجد کی عظمت اور مسجد کے احترام اور حقوق کا خیال رکھیں، مسجد میں دنیاوی باتیں نہ کریں مسجد مین شور نہ کریں لوگوں کو تکلیف اور ایذاء نہ دیں۔ ہمارے ہاں بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں آدمی آرہا ہے تو دوسروں کے اوپر سے گزرتے ہوئے آرہا ہوتا ہے اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، یہ مسلمان کے اکرام کے خلاف ہے۔آج ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے، اگر بچہ پہلی دفعہ میں آگیا ہے تو اس کو نماز کے دوران پیچھے کرتے رہتے ہیں یہ غلط ہے آپ پہلے آتے اگر اتنی ہی پہلی صف کی اہمیت تھی آپ کے دل میں اور جب نماز ختم ہو چکی ہوتی ہے تو بچہ سب سے آخری صف میں پہنچ چکا ہوتا ہے اس سے اس کے دل میں آپ کی کیا عظمت آئے گی اور اس کی نماز بھی آپ نے خراب کردی۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور بڑوں کا ادب نہ کریں وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس لیے بچوں کا بھی خیال رکھیں ہاں علماء کرام نے بچوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

وہ بچے جو ابھی سات سال سے کم ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ کی عمر سات سال ہو جائے تو اس کو نماز کا کہا کرو، لہٰذا جو بچہ سات سال سے کم عمر میں ہے چھ سال ہے پانچ سال ہے چار سال ہے ایسے بچہ کا مسجد میں لانا شرعا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ نا سمجھ بچہ ہے اس کو مسجد کی عظمت کا پتہ ہے نہ احترام کا پتہ ہے، اور اس سے گندگی وغیرہ کا بھی خطرہ ہے اور اگر وہ بچہ کوئی بھی کام کرے گا جس سے لوگوں کی نماز

خلل آتا ہو تو اس کا گناہ بھی اس کے والد کو ہوگا، اس بچے کو نہیں۔

دوسری قسم سات سال سے لے کر دس سال تک، سات سال سے لے کر دس سال تک یہ تین سال تعلیم کے ہیں اس کو نماز سکھائی جائے اس کو نماز کا طریقہ بتایا جائے گا، اب ایسے بچہ کو مسجد میں لانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں ہے اس لیے کہ یہ بھی ناسمجھ ہوتا ہے، کبھی کبھی لے آؤ مگر پابندی سے نہیں لانا چاہیے اس کو گھر میں تعلیم دو۔

تیسری قسم گیارہ سال کے بعد کی ہے اب آپ بچہ کو مسجد میں لا سکتے ہیں اور جو آپ کے گھر میں بیس سال کے ہیں ان کو کان سے پکڑ کر لانا چاہیے ان کو آپ لاتے نہیں ہیں، ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جی کیا کروں یہ بات مانتے نہیں ہیں وہ آٹھ سال کے پوتے کو مسجد میں کھیلنے کے لئے اٹھا کر لے آتے ہیں، اس بیس سال اور پچیس سال والے کو مار مار کر مسجد میں لاؤ کہ تم مسجد میں کیوں نہیں آتے ہو،

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ دس سال کا ہو جائے تو وہ نماز نہ پڑھے تو اس کی پٹائی کرو تو لہٰذا بچوں کو یہ تین قسمیں یاد رکھنی چاہئیں سات سال سے کم عمر والوں کو لانا جائز نہیں ہے۔ سات سال سے دس سال تک بچہ کو بہتر ہے کہ گھر میں تعلیم دو گیارہ سال سے اوپر جو بچہ بھی ہوگا اس کو مسجد میں لانا چاہیے، اسکو ترغیب ہو وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھے، حقوق آداب کا خیال رکھیں، لہٰذا ایسا بچہ جو گیارہ سال سے اوپر ہے وہ صف میں آکر کہیں بھی کھڑا ہو جائے اس کے ساتھ نماز ہوتی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے ساتھ نماز نہیں ہوتی ہے بالکل ہوتی ہے،

اس لیے میرے دوستو مسجد کو آباد کرنے والے بن جائیں، ہم جتنا وقت مسجد کو دیں گے اتنا ہی تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے گا، حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی گھر سے وضو کر کے مسجد کے لیے نکلے گا ہر قدم پر اس کو نیکی ملے گی ایک گناہ معاف ہوگا اور اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اس کا اہتمام ہمیں کرنا چاہیے کہ

ہم گھر سے وضو کر کے آئیں اور مسجد میں آکر جب تک نماز شروع نہ ہو ذکر میں تلاوت میں مشغول رہیں، نماز پڑھنے کے بعد بھی ذکر تلاوت میں مشغول رہیں، دنیا کی باتیں کرنا یا مسجد میں شور کرنا یا اور ایسی کوئی حرکت کرنا، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو یہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں،

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مسجد کے آداب کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمی

• • •

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اسوہ رسول اکرم ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورة الاحزاب، پاره ۲۱)

قال النبی ﷺ لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ. (الحدیث)

محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۱ تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہارے لیے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے طرز زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرتا ہو۔

ایک حدیث مبارکہ میں نے پڑھی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا ہے، جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے چار مراحل ہیں:

ربیع الاول کا مہینہ ہے اور آپ ﷺ کی سیرت پر بیانات بھی ہورہے ہیں جلسے بھی ہورہے ہیں نعت خوانیاں بھی ہورہی ہیں، آپ ﷺ کے ساتھ لوگ مختلف انداز میں محبت کا اظہار بھی کررہے ہیں یہ محبّت کا اظہار صرف آپ ﷺ کی زندگی کے ایک حصّے کو لے کر کیا جارہا ہے اور وہ ہے ولادت رسول اکرم ﷺ کو بیان کرنا اور آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کرنا یقیناً ہر مسلمان کے لیے باعث سعادت ہے، لیکن آپ ﷺ کی زندگی کا صرف یہ ایک مرحلہ ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے کل چار مراحل اور ادوار ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کی ولادت (۲) آپ ﷺ کی رسالت (۳) آپ ﷺ کی ہجرت (۴) آپ ﷺ کی رحلت یعنی سفر آخرت

آپ ﷺ کی زندگی کے یہ چار اھم ادوار ہیں، آپ ﷺ کی ولادت مسلمانوں کے لیے یقیناً بہت بڑا انعام ہے، بشارت ہے خوشخبری ہے آپ ﷺ نے خود بتایا تھا کہ میں حضرت ابراھیمؑ کی دعاؤں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں انہوں نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد نبی آخر الزماں آئیں گے، آپ ﷺ کی ولادت سے پوری انسانیت کو بشارت اور خوشخبری ملی انسانیت کے ساتھ جو ظلم کیا جارہا تھا ان کے ساتھ جو زیادتیاں ہورہی تھیں جو غلامی کی زندگی لوگ گزار رہے تھے ان کے لیے خوش خبری تھی کہ ان کو آزادیاں ملیں گی غلاموں کے حقوق بیان ہونگے، انسانیت کو تعلیم ملے گی جہالت سے دور ہونگے۔

آپ ﷺ کی ولادت بشارت ہے اور آپ ﷺ کی رسالت شریعت ہے اور آپ کی ہجرت میں ریاست کے سارے اصول ہیں اور آپ کے سفر آخرت میں امت کو خلافت ملی سیرت تو یہ ہے کہ ہر ہر شعبہ کو واضح کیا جائے، ولادت سے تو کسی یہودی اور عیسائی کو بھی انکار نہیں ہے۔ بلکہ جو مسجد میں نہیں آتا وہ بھی کہتا ہے کہ یہ مسجد ہے جو نماز نہیں پڑھتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ یہ مسجد ہے، پھر کتنے ہی لوگ ہونگے مگر الحمراء مسجد کو ماننے میں کسی کا انکار نہیں اگر اس محلہ میں کوئی کافر رہتا ہو وہ بھی کہے گا کہ ہاں یہ مسجد ہے جیسے ہم شہر میں کہیں جا رہے ہوں تو کوئی گرجا ہو اور کوئی پوچھے یہ کیا ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ گرجا ہے اس پر کسی کو انکار نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ولادت سے کسی کو انکار نہیں ہے آپؐ کی ولادت پر خوشی ہر انسان کو ہے مسلمان کو خاص طور پر ہے۔

اسوۂ رسول ﷺ کو اپنانا رسول ﷺ سے محبت ہے:

آپ ﷺ کی ولادت میں آپ کا تعارف محمد ابن عبداللہ ہے اور آپ ﷺ کی رسالت میں آپ کا تعارف محمد رسول اللہ ہے، آپ ﷺ کی رسالت سے ہمیں شریعت ملی، ہمیں اللہ تعالیٰ کا سارا دین ملا ہمیں حلال اور حرام کے تمام احکامات ملے آج ہم یہ کیا کر رہے ہیں، مجھے ایک دفعہ ایک اسکول میں سیرت کے جلسہ میں بلایا گیا جس میں مرد اور خواتین دونوں موجود تھے اللہ تعالیٰ کے نام پر گناہ کیا جا رہا ہے نعت پڑھی جا رہی ہے، ضرور پڑھیے مگر وہ نعتیں جو گانوں سے لی جا رہی ہیں، گانوں کے وزن پر بنائی جا رہی ہیں جس کے ساتھ میوزک بجائی جاتی ہے، میں کسی کی تنقید یا رد نہیں کر رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی جو تعلیمات ہیں وہ تعلیمات آپ تک اور اپنے تک پہنچانا چاہتا ہوں افسوس تو اس بات کا ہے کہ جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے وہ رسول پاک کے نام مبارک پر کیا جا رہا ہے راستہ بند ہیں گلیاں بند ہیں، لوگوں کو

تکالیف کتنے بیمار ہیں کتنے ایمرجنسی میں جانے والے ہیں اور جواب کیا ملتا ہے کہ جی اور لوگ جو کرتے ہیں او بھائی نبی علیہ السلام کے نام پر تو نہیں کرتے۔

ہمارے نبی ﷺ تو رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آہستہ سے اٹھتے تھے آہستہ سے دروازہ کھولتے تھے اور اسی طرح آہستہ سے تہجد کی تیاری فرماتے تھے اور یہی حکم ہے امت کو اگر کوئی شخص رات کو تہجد کے لیے اٹھے تو یہ اس کا ذاتی عمل ہے نفلی عمل ہے نہ وہ بیوی کی نیند خراب کریں نہ وہ بچوں کی نیند کو خراب کریں نہ وہ گھر میں کسی اور کو تکلیف دیں بس اپنی خاموشی سے اٹھے تا کہ کسی کی نیند میں خلل نہ آئے۔ مشہور واقعہ ہے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایک دن بیٹھے اور آپس میں کہنے لگے کہ مدینہ منورہ کے اندر جتنے بھی کمزور لوگ ہیں یتیم لوگ ہیں بیوائیں ہیں ایسی ترتیب بنائی جائے اور اھل مدینہ پر ان کو تقسیم کر دیا جائے کہ یہ فیملی آپ لے لو تا کہ کسی ایک پر اسکا بوجھ نہ پڑے تو یوں تقسیم کرتے کرتے ایک بیوا تھی نابینا جب اس کے گھر کی باری آئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا ذمہ کسی کو لگا دیتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا ذمہ کسی نے لیا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کس کے ذمہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس چھوڑ دو کسی نے لیا ہے، انسانی مزاج ہے اگر کسی کو کسی کام سے روکا جائے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے وہ زیادہ تحقیق میں جاتا ہے زیادہ جستجو بڑھ جاتی ہے، حضرت عمرؓ کی جستجو بڑھی کہ یہ کون ہے تو اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر پڑھتے ہی مسجد سے سیدھے اس خاتون کے گھر گئے اور کہا کہ کوئی کام وغیرہ ہے تو بتا دو تو اس خاتون نے کہا کہ سارا کام نماز سے پہلے ایک آدمی آ کر کر دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون ہے، وہ شخص اس خاتون نے کہا کہ میں نابینا ہوں مجھے کیا پتہ ہے وہ آتا ہے میرا گھر صاف کر دیتا ہے پانی رکھ دیتا

ہے میرے کام کر کے چلا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جستجو اور بڑھی آگلے فجر سے پہلے آئے تو پتہ چلا کہ اس دن بھی اس کا کام ہو گیا ہے، اگلے دن تہجد کے وقت آئے تو دیکھا کہ اندھیرے میں ایک شخص ننگے پاؤں چل رہا ہے تو دیکھا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو بکر جوتے کیوں نہیں پہنے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کا وقت ہے میں نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے کسی کی نیند خراب ہو جائے یہ تھے رسول اللہ سے محبت کرنے والے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ایک مسلم امر ہے:

میں پھر کہتا ہوں کہ میں کسی کو تنقید نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی کسی کی تائید۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ یہ ہم نبی علیہ السلام کے نام پر کیا کر رہے ہیں، اتنے بڑے بڑے ڈیگ لگاتے ہیں اور پڑوس میں لوگ رہتے ہیں ساری رات اس میں ایک شور شرابہ شروع ہوتا ہے اور اگر کوئی بے چارہ بات کر دے تو جواب ملتا گستاخ رسول ہے کیا نبی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا ہے، یا صحابہ کرام رسول اللہ سے ایسے محبت کرتے تھے کہ پورے محلے میں لوگوں کو تکلیف دینا جان بوجھ کر لوگوں کو اٹھانا اور یہ سارا کچھ کس نام سے ہو رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر کسی کو انکار نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تو یہودی اور عیسائی بھی انکار نہیں کرتا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی کہا کہ ولادت سے انکار نہیں ہو سکتا ہے محمد ابن عبداللہ کی ولادت ہوئی ہے، مگر جب آپ کہتے ہیں محمد رسول اللہ تو یہودی کہتا ہے کہ میں اس کو نہیں مانتا ہوں، اسی طرح عیسائی کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا ہوں وہ کسی بزرگ نے بڑی اچھی مثال دی ہے کہ اگر گھر میں کوئی مہمان آتا ہے تو گھر میں بڑے بھی خوش ہوتے ہیں اور بچے بھی خوش ہوتے ہیں مگر بڑوں کی خوشی کی نوعیت الگ ہوتی ہے اور چھوٹوں کی نوعیت الگ ہوتی ہے۔ بچے کیوں خوش ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ آج گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے گا کوئی بریانی آئے گی اس بات پر

بچوں کی خوشی ہوتی ہے، بڑے اس لیے خوش ہیں کہ ایک مقصد ہے، مثال کے طور پر اس کے والدین آرہے ہیں یا کوئی سسرال والے آرہے ہیں اس وجہ سے وہ خوش ہے کوئی مقصد ہے اسی طرح نبی علیہ السلام کی تشریف آوری آپ کی ولادت باسعادت پر دوقسم کی خوشیاں، ہیں ایک یہ کہ میں شربت تقسیم کروں اور جھنڈا لہرادوں، اور میں کہوں کہ دیکھو جناب میں نے کتنا اچھا کام کیا ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ میں کہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے کتنا قریب ہوں، میری زندگی نبی علیہ السلام کی زندگی سے کتنی ملتی ہے، میں آپ ﷺ کی زندگی کو اپنے گھر میں لاتا ہوں یا اس سے کتنی تعلیم حاصل کرتا ہوں اور اپنے کاروبار میں اس کو لا رہا ہوں، کتنا عمل کرتا ہوں، یہ ہے ایک سمجھدار کی خوشی اور آج ہم جو خوشی کر رہے ہیں وہ ہے بچوں والی خوشی مٹھائی تقسیم کردو شربت تقسیم کردو بریانیاں تقسیم کردو، اور جو کوئی بھی طریقہ ہے آج کے اس زمانے میں آپ سب حضرات اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کرے، نبی علیہ السلام کے نام پھر آج کل لوگ ناچ رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے میلاد رسول سے ہمارا اصل مقصد کیا ہے یہ اپنے دوست احباب کو بتائیں سمجھائیں، آپ ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے ان کی اتباع اور پیروی کی وہ کامیاب ہوگیا، آپ علیہ السلام سے پہلے جتنے انبیاء کرام آئے ان سب کا پیغام یہ تھا کہ جو میں کروں وہ امت نے کرنا ہے لیکن ہمارے نبی علیہ السلام کی شان دیکھیے ہمارے نبی علیہ السلام نے محنت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی پیاری جماعت دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کروگے تم ھدایت پاجاؤ گے، اور ان سارے صحابہ کرام پر حضرات خلفائے راشدین کو حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو امیر بنایا۔ فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھتدین

نبی کریم کا مقصد بعثت:

میرے دوستو! رسول پاک ﷺ کی ولادت کے نتیجہ میں انسانیت کو خوشخبری ملی کہ نبی آخرالزماں آ گیا اور ظلم کا دور ختم ہو گیا، اب عدل اور تعلیم کا دور ہو گا اب سمجھ دار لوگوں کا دور ہو گا لوگوں کو آزادیاں ملیں گی یہ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں خوشخبری ملی اب چلتے چلتے چالیس سال میں آپ کو نبوت ملی۔ آپ ﷺ کی نبوت کے صدقے ہمیں اللہ رب العزت نے پاکیزہ شریعت سے نوازا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا اور ہمیں شریعت دے دی اور بتادیا کہ حلال کیا ہے حرام کیا ہے، جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، عقیدہ کیسا ہونا چاہیے عبادت کیسی ہونی چاہیے۔ ہماری معاد کیسی ہو ہماری معاشرت کیسی ہو، تو اس شریعت کا انکار مسلمانوں کے علاوہ سب قومیں کرتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہم اس کو تو مانتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ ہے ابو طالب کا بھتیجا ہے بنو ہاشم کے خاندان سے ہے، مکّہ میں رہتے ہیں اس کو مانتے ہیں، اس لیے تو ابولہب نے آپ کی ولادت پر خوشخبری سنانے والی باندی کو آزاد کر دیا تھا اس لیے کہ اس کو خوشی ہوئی کہ اس کا بھتیجا ہوا ہے، مگر جب چالیس سال بعد بات آ گئی رسالت کی جب نبی علیہ السلام نے کہا قولوا لا الہ الا اللہ تو ابولہب نے کیا کہا تھا تبا لك الهذا جمعتنا هلاک ہو جاؤ تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک سورت نازل کی تبت یدا ابی لهب وتب ابولہب هلاک ہو گیا، جشن منایا ابولہب نے مگر جب بات آئی مشن کی رسول اللہ کی تعلیم کی تو پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر بن گئے۔ اور ابولہب زندیق اکبر بن گیا اب مرضی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو لے کر صدیق اکبر کے راستے پر چلیں یا پھر ابولہب کی طرح خوشی منائیں بقیہ نمازوں کا پتہ ہے نہ سنتوں کی تابعداری ہے، نہ شریعت کی تابعداری ہے نہ آپ ﷺ والے اخلاق

نہ کردار تو پھر یہ کیسی محبّت ہے آپ ﷺ کے نام پر جوس بریانی مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، مگر جب یہ بات بتائے کہ آپ ﷺ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے تھے لوگوں کی خدمت کرتے تھے، نبی علیہ السلام صلح رحمی کرتے تھے رسول اللہ بے کسوں کا ساتھ دیتے تھے آپ ﷺ کی رسالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں شریعت دی ہے، اتنا پیارا دین دیا ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے رضیت لکم الاسلام دینا، اے میرے بندو میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا، اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا دین عزت والا نہیں ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بنایا ہے، اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا، اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے، لہٰذا وہ اسلام ہماری زندگی میں ہو وہ دین ہماری زندگی میں ہو چنانچہ آپ ﷺ سے سارے مکّہ والے نبوت سے پہلے محبت کرتے تھے کوئی بھی مخالف نہیں تھا۔ سب یک زبان ہو کر کہتے تھے کہ مکّہ کا سب سے سچّا انسان سب سے زیادہ امانت دار انسان سب سے اچھا انسان محمد ہے۔ لیکن جہاں آپ کی رسالت کا اعلان ہوا جہاں آپ نے کہا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو پھر کیسی مخالفت ہوئی پھر آپ علیہ السلام کو کیسی اذیت دی گئی آپ ﷺ کو کتنا پریشان کیا گیا اس لیے میرے پیارے دوستو! ہمیں نبی علیہ السلام کی ولادت پر خوشی ہے اور ہم آپ ﷺ کی رسالت کے نتیجے میں ملنے والی شریعت پر اپنی زندگی گزارنا چاہیے، جو آپ ﷺ کے آنے کا مقصد تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ھم نے رسول اللہ کو بھیجا تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو جائے اور مخلوق کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے تو اس نبی ﷺ نے آکر اس دین کی دعوت بھی دی اور پھر اسکے لیے ہر طرح کی قربانی بھی اسی دین کی وجہ سے آپ ﷺ کو مکّہ مکرمہ سے نکالا گیا تھا

آپ ﷺ کی ولادت، بعثت، ہجرت، سفر آخرت چاروں ماہ ربیع الاول میں ہوئیں:

چوتھی بات آپ ﷺ کی ہجرت بھی ربیع الاول میں ہوئی ہے آج جو ہمارے ہاں صرف اور صرف آپ ﷺ کی ولادت پر بات ہوتی ہے یہ پوری بات نہیں بتائی جاتی ہے پوری اور مکمل بات بتائے یعنی آپ ﷺ کی ولادت بھی ربیع الاول میں ہوئی، اور رسالت بھی ربیع الاول میں ملی آپ کی ہجرت بھی ہوئی اور سفر آخرت بھی ہوا ہے، اور ہر ہر واقعہ سے امت کے لیے جو سبق ہے وہ سبق امت کو بتلاؤ کہ مجھے اور آپ کو کیا کرنا ہے اگر ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور ہم نے چند نظمیں پڑھ لیں تو کیا میرے ذمہ یہی تھا نہیں بلکہ اور بہت سارے کام ہیں آپ ﷺ نے ربیع الاول میں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لائے، ہجرت کے نتیجہ میں امت کو سبق دیا اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے قربانی کا، سب سے پیارا اور کامیاب انسان اپنے گھر کو اور اپنے تمام معاملات کو اپنے محلّہ اور شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر کی طرف روانہ ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی بقا کے لیے صرف اپنے آپ کو اور دین کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جارہے ہیں اس ہجرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مکّہ بھی دے دیا اور مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست بھی قائم ہوگئی۔

تو یہ بھی بیان ہونا چاہیے کہ نبی علیہ السلام نے ہجرت کی ہے ربیع الاول میں یہ امت کے لیے درس ہے کہ اس دین کے لیے قربانی دوگے تو مسئلہ حل ہوگا اگر قربانی کا جذبہ ہوگا تو یہ دین آگے بڑھے گا۔ یہ پھلے گا پھولے گا، ماہ ربیع الاول میں جہاں لنگر تقسیم کرنے کی بات ہو وہاں قربانیوں کا ذکر ضرور ہونا چاہئے اور آپ ﷺ کی قربانیوں کو زندگی میں رائج کرنا چاہئے۔ یاد رکھئے گا سنت صرف آسانیوں کا نام نہیں بلکہ مکمل اتباع کا نام ہے۔ اور قربانی کا جذبہ نہ ہو تو پھر میں نبی کی سیرت کیا بیان کرونگا یاد رکھیں سیرت اپنانی ہوتی ہے سیرت منانی نہیں ہوتی، ربیع الاول منانے کی چیز نہیں

ہے بلکہ ربیع الاول اپنانے کی چیز ہے نبی کی سیرت میری زندگی میں آئے تو ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اتنی بڑی قربانی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، مکہ مکرمہ سے جارہے ہیں، اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیاون سال گزارے ہیں آسان نہیں ہوتا ایسی جگہ کو چھوڑنا تو یہ تعلیم تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے دین پر آؤ گے تو دنیائے کفر تم سے کبھی بھی خوش نہیں ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں فرمادیا ہے وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فرمایا کہ یہ جو یہودی اور عیسائی ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد وہ تمہیں کافر بنا کر چھوڑے وہ تم پر محنت کررہے ہیں بوجہ اس حسد کے جو ان کے سینوں میں ہے اس کے بعد کہ ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام دنیا کا سچا دین ہے جیسے آج دنیا میں ہمارے ایک دوسرے سے حسد چلتی ہے کہ اس کا کاروبار کیوں اتنا اچھا ہوگیا ہے اس کا بیٹا کیوں پڑھ گیا، اس کو یہ منصب کیوں مل گیا ہے۔اسی طرح من حیث القوم یہودی اور عیسائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے ہیں ان کے پاس اسلام کیوں ہے اور اس حسد کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے خلاف مختلف اوقات میں مختلف کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ آئے دن گستاخی کرتے ہیں، اور آج ہمارے ہاں لوگ آکر پوچھتے ہیں، مولوی صاحب یہ جو آدمی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس کو مارنا جائز ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے ایسے پوچھنے والے کا منہ توڑنے کے قابل ہے اس کو آپ اپنا مہمان بنائیں اس کی دعوت کریں اگر اتنی ہی اس سے محبّت ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی چنگاری ختم ہوگئی ہے کوئی آدمی آپ کے ابا کا کارٹون بنائے

آپ کے دادا کا کارٹون بنائے تو پھر کیا آپ کسی سے قانون پوچھو گے۔ قانون صرف اسلام اور دین کے لیے ہی ہے ایک دفعہ میں جہاز میں جا رہا تھا جہاز اڑا نہیں تھا تو نماز کا وقت ہوا تو میرے ساتھ والوں نے کہا کہ نماز پڑھ لیتے ہیں ہم جیسے ہی نماز پڑھنے لگے تو ایک جہاز کا آدمی آگیا اور اس نے کہا کہ قانوناً نماز کی اجازت نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ کون سا قانون تو کہنے لگا کہ ائرلائن کا جو قانون ہے اس کے مطابق تو میں نے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اس کا کیا کریں تو کہنے لگا کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا آپ نے نماز نہیں پڑھنی ہے اتنی دیر میں ایک اور بڑا افسر آگیا اس نے کہا کہ کیا بات ہے میں نے کہا کہ نماز پڑھنی ہے تو اس نے جواب دیا کہ پڑھو اس میں کیا مسئلہ ہے جہاز تو ابھی کھڑا ہے، ابھی دس پندرہ منٹ باقی ہیں چلنے میں آپ نماز پڑھ لیں، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ اصل بات ہے ثواب کی یہ اس کے مقدر میں ثواب تھا ہی نہیں جس کے مقدر میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے پاس بھیج دیا ان سب کا ثواب اس کو ملے گا تو آج لوگ کس منہ سے یہ پوچھتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے بڑی ہی حیرانگی ہوتی ہے اس بدبخت نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے ساتھ گستاخی کی ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی شان میں ابولہب نے گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا جواب دیا کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، اس کو میں جہنم میں ڈالونگا۔ اور سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ، اے نبی ﷺ ہم ان کے لیے کافی ہیں جو آپ کا مزاق اڑا رہے ہیں، ایسے لوگ اس زمانے میں بھی موجود تھے، اس زمانے میں بھی دنیائے کفر اس بات پر اڑی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا مزاق اڑایا جائے یہ کیا ہے یہ ان کا وہ حسد اور وہ بغض ہے جو اندر سے نکل رہا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین پر

ہیں کیوں اسلام پر ہیں کیوں یہ اپنے رسول کی تابعداری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی ہجرت سے ہمیں قربانی کا درس ملا ہے کہ یہ دین قربانی مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا کہ یادرکھو یہ یہودی اور عیسائی آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہونگے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ جب تک یہودی اور عیسائی آپ کو یہودی اور عیسائی بنا کر نہ چھوڑے اس وقت تک یہ آپ سے کبھی بھی راضی نہیں ہونگے، اور نبی علیہ السلام کی رحلت ربیع الاول میں ہوئی اور آپ کی رحلت کے نتیجہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت ملی جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمادیا تھا میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری سنت جب تک تم اس پر پابند رہو گے تو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے، آپ ﷺ کی رحلت ربیع الاول میں ہوتی ہے ہر واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک سبق دیا ہے آپ ﷺ کی ولادت کائنات کے لیے رحمت ہے، اور آپ کی رسالت اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اور آپ کی ہجرت میں دین کی قربانی ہے، اور آپ کی رحلت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے چمٹ جانا ہے، لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنتوں کو اور زندہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو خاک کے شائع کر رہے ہیں اگر اس کے مقابلے میں ہم اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنتوں سے اور زیادہ محبت کرنے والے بن جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو اس سے خوشی ہوگی یا سمجھیں کہ جی بہت بڑا ہوا ہے، مگر میں تو فجر کی نماز کے لیے نہیں آسکتا ہوں وہ لوگ غلط کر رہے ہیں میں تو صحیح کر رہا ہوں، میں رات کو دیر سے سوتا ہوں، اور فجر میں اٹھنا میرے لیے بہت مشکل ہے، بات تو اصل یہ ہے کہ بڑا مجرم تو میں ہوں کہ میں اس نبی کی محبت کا بڑا دعوے دار بنتا ہوں، اس کا امتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، مگر اس نبی ﷺ کی زندگی کو

نہیں اپنا رہا ہوں، میں اپنی زندگی کو اس نبی کی زندگی کے قریب نہیں کر رہا ہوں، فائدہ تو اسی وقت ہے جب میں نبی علیہ السلام کی زندگی کے قریب ہو جاؤں، اور جو آپ ﷺ کے دنیا میں آنے کا مقصد تھا وہ میرا مقصد ہو جائے یہ ہے سنت سے محبت۔

اسوہ حسنہ بہترین تربیت رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اگر تم نے بہترین تابعداری کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ہے، آپ ﷺ سے بہترین انسان اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، جو کمالات اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو عطا فرمائے تھے وہ کسی کو بھی نہیں عطا کیے ہیں۔

نبی کی اتباع میں اللہ کی محبت ہے:

میرے بھائیو دوستو اور بزرگو!!

نبی ﷺ کی سنتوں کو اپنے اندر لانے کی کوشش کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اس کے داعی بنیں، آپ ﷺ کی زندگی کو پھیلانے والے بنیں، آج باطل باوجود باطل ہونے کے اس کا پرچار کر رہا ہے، مگر میں اپنے نبی ﷺ کی زندگی کی پرچار نہیں کر رہا ہوں، اس لیے میرے دوستو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میرا قرب چاہتے ہو تو میرے نبی ﷺ کی تابعداری کرو، اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اے نبی ان سے کہہ دو کہ میری تابعداری کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا تابعداری عمل میں ہوتی ہے، یعنی اس عمل کو مکمل طور پر اپنی زندگی میں لے آؤ جو رسول اللہ ﷺ کا ہے جو کام آپ ﷺ کرتے تھے اس کو کرو ہاں اگر ایک آدمی نہیں کرنا چاہتا کہ میں رسول کی اتباع نہیں کرتا ہوں تو یہ ایک الگ بات ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات نہیں مانی ہے تو اس کا انجام جہنم ہے مگر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کی محبت یہ ایک عظیم سرمایہ ہے ظالم اور بد بخت ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے نام کی اہانت کر رہے ہیں، اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اذیت دینا چاہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ملعون ہے، اور جو ایسے ملعون کا ساتھ دے گا وہ بھی اسی طرح ملعون بن جائے گا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مومن کی آزمائش

مومن کی آزمائش

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۝ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ العنکبوت)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ العنکبوت کی ابتدائی چند آیتیں تلاوت کی ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہم ایمان لاتے

ہیں اور ان کا کوئی امتحان نہیں ہوگا۔ البتہ تحقیق پہلے کے مسلمانوں کا امتحان ہوا اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا سچے لوگوں کو اور ظاہر کیا جھوٹے لوگوں کو، کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ جائیں گے، برا فیصلہ کرتے ہیں وہ، جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں، وہ وقت آکے رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے اور جو کشش کرتا ہے تو وہ اپنے لیے کوشش کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے تمام جہاں کے لوگوں سے، ان آیات کے اندر جو مرکزی بات اور اہم مضمون ہے۔ وہ مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اور ہم سے قبل جو مسلمان تھے ان سے اور جو ہمارے بعد آئیں گے ان سے یعنی ہر زمانے کے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ یہ بات ارشاد فرمارہے ہیں کہ دیکھو انسان کچھ کرے گا۔ تو کچھ پائے گا، انسان یہ چاہے کہ میں کچھ کروں نہیں اور مجھے کچھ مل جائے یعنی مجھے کوئی محنت نہ کرنی پڑے مگر مجھے اس کا نتیجہ اچھا مل جائے یہ تو دنیا کے کسی بھی اصول میں نہیں ہے کہ انسان کرے کچھ بھی نہیں اور اس کو نتیجہ اچھا ملے، اچھے احوال ملیں اچھی چیزیں ملیں ایسا نہیں ہوتا ہے، ''ایں خیال است ومحال است وجنوں'' یہ پاگل پن کی باتیں ہیں، انسان کو اپنی عملی زندگی بنانی پڑتی ہے، وہ دنیا کے اندر بھی دین کے اندر بھی وہ معاشرت کے اندر بھی، وہ اپنی عبادات کے اندر بھی غرض زندگی کے ہر شعبے کے اندر جس کے اندر وہ مشغول ہوگا، تو اس کو کچھ ملے گا۔

ہر کامیابی کے لئے محنت ضروری ہے:

مثال کے طور پر بچہ سکول میں جائے گا تو پڑے گا مزدور مزدوری کے لیے جائے گا تو مزدوری ملے گی، تاجر مارکیٹ میں جائے گا تو تجارت ہوگی، نماز کے لیے مصلیٰ اٹھائے گا تو نماز پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں کہ انسان عملاً کچھ کرے گا تو کچھ پائے گا، ہم اپنے ذہنوں میں بہت ساری چیزوں کو غلط سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی

میرا اللہ تعالیٰ پر بڑا بھروسہ ہے، اور ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں، اب توکل کا مطلب کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ میں کوئی کام نہ کروں اور میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے دفتر کو بند کردو اور سب سے کہو کہ دفتر آنے کی ضرورت نہیں ہے، تنخواہ آپ کے اکاؤنٹ میں آجائے گی اس مہینے توکل پر چلتے ہیں، اب ایک مہینہ ہم یہ کرنے کو تیار نہیں ہیں کیوں اس وجہ سے کہ ہمیں کام پر آنا پڑے گا اور دفتر اور فیکٹری کے بتائے ہوئے وقت پر آنا پڑے گا ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی ڈیوٹی صبح کی تھی اور وہ شام کو آرہا ہے کہ دن کو میرا کام تھا آج رات میں ڈیوٹی کرتا ہوں اب دفتر بند ہوگیا ہے، آپ چوکیدار تو نہیں ہیں آپ کو کام کے لیے رکھا ہے چوکیداری کے لیے نہیں رکھا ہے۔ تو اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ آپ جس میدان میں، جس وقت ہونگے اس میدان میں آپ کو کوئی اپنا کردار دکھانا ہوگا اس عمل اور کردار کے بعد نتیجہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اس کو توکل کہتے ہیں ہم نے اپنی سستی کو اپنی نا اھلی کو اور اپنی کمزوریوں کو اللہ تعالیٰ پر ڈال دیتے ہیں کہ جی اللہ تعالیٰ پر توکل ہے امتحان آئے اور طلباء پڑھے نہیں اور کہے کہ صبح دیکھیں گے، کیا دیکھا جائے گا، جب نتیجہ آتا ہے تو پوچھو کیا ہوا رزلٹ کا تو جواب دیتے ہیں کہ میں نے اپنا رزلٹ دیکھا نہیں ہے، جو طالب علم یہ بات کہے کہ میں نے نہیں دیکھا تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ فیل ہوگیا ہے، یہ کون سا آدمی تھا یہ توکل کرنے والا تھا۔ یہ درحقیقت توکل والا نہیں تھا بلکہ ست تھا نا اھل تھا کاہل تھا۔

جناب نبی کریم ﷺ کی زندگی حضرات صحابہ کرام کی زندگی عمل سے بھرپور زندگی تھی اپنی پوری محنت پوری کوشش کے بعد اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اپنے ظاہری تمام اسباب اختیار کر کے دوکاندار دوکان میں بیٹھ جاتا ہے، اب اپنی محنت کرلی اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اب جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دینا ہو دے گا۔

توکل نام ہے ان اسباب کو اختیار کرنے کا جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے بتلائے ہیں ان اسباب کو اختیار کر کے انسان اپنی محنت اور کوشش کو صرف کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کر کے چلتا چلا چلائے۔ ہمارے نبی ﷺ کی زندگی بھی یہی بتلاتی ہے آپ ﷺ نے محنت مشقت کے ساتھ زندگی گزاری، آپ ﷺ نے آٹھ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کی طرف اپنا پہلا تجارتی سفر کیا تھا تو گویا آٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے محنت کی ہے، مکۃ المکرّمۃ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان علاقوں میں بکریاں چرائی ہیں، ایک بھرپور عمل والی اور محنت والی زندگی تھی، پھر اس محنت والی زندگی میں آپ ﷺ نے اس مکّہ کی سرزمین میں رہتے ہوئے تجارت کی اور محنت کی مزدوری کی آپ ﷺ نے معاملات کئے رشتے کئے آپ ﷺ نے نکاح کیا اور اپنی بیٹیوں کے رشتے کروائے، مگر ان تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کا وہ نبی کتنا پکا اور کتنا سچا تھا کہ پورے مکّہ والوں کو کہنا پڑا کہ اگر اس مکّہ میں کوئی سچا انسان ہے تو وہ محمد ابن عبداللہ ہے آپ ﷺ کو مکّہ والوں نے صادق اور امین کا لقب دیا اور اصل میں آپ ﷺ وعدے کے سچے تھے اور صادق الوعد تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور مسجد نبوی کے محراب میں لکھا ہوا ہے، صادق الوعد یہ لفظ کثرت استعمال کی وجہ سے مختصر ہو کر صرف صادق رہ گیا تو ہمارے نبی ﷺ وعدے کے بڑے پکے اور سچے تھے اور دیانت میں امانت میں مالیات میں ایک کھرے انسان تھے نبوت سے پہلے جو چالیس سالہ زندگی تھی آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے اس میں مکّہ والوں نے آپ کو صادق الوعد کا لقب دیا تھا تو آپ ﷺ نے چند وعدے توڑے ہوں گے، کسی کو کوئی معلوم ہے؟ تو معلوم ہوا کہ چالیس سال میں ایک وعدہ بھی نہیں توڑا، ہم اس نبی ﷺ کے امتی ہیں جس کا کردار

اتنا عالی شان تھا کہ کوئی وعدہ نہیں توڑا تھا اور ہم روزانہ کتنے ہی وعدے توڑ دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں برکت نہیں ہے۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ایک اللہ والے فرماتے تھے کہ جس دن گناہ ہو جاتا ہے مجھے پتہ چل جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس دن میری سواری بھی بدکی ہوئی ہوتی ہے، بیگم صاحبہ اور سارے ہی منہ بنا کر بیٹھے ہوتے ہیں، میں سمجھ جاتا ہوں کہ مجھ ہی سے کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے، یہ سواری بھی ٹھیک چل رہی تھی یہ بیگم بھی ٹھیک تھی، بچے بھی ٹھیک تھے آج سب عجیب سے لگ رہے ہیں کہتے ہیں کہ جی میں نے تو نماز پڑھی ہے بڑی دعائیں کر کے آرہا ہوں، مگر اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ بھی بول کر آرہا ہوں وعدے بھی توڑ کر آرہا ہوں کسی خردار پارٹی نے فون پر پوچھا کہ مال آرہا ہے، تو میں نے جواب دیا ابھی لوڈ ہو رہا ہے، جب کہ مال ابھی تک گودام میں ہوتا ہے اور یا کبھی حالات کی خرابی کا رونا دھونا سنا کر جھوٹ بولدیتے ہیں کہ فلاں جگہ سے آرہا تھا، وہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں، یہ جھوٹ اور وعدہ خلافیاں کرتے ہیں، عملی زندگی بنانے کو ہم تیار نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ دیکھو انسان جو انسان کہلاتا ہے وہ اپنی عملی زندگی سے کہلاتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو درست کرے اور اپنی زندگی کے رخ کو درست کرے اور مومن کا تو یہ کمال ہے کہ اس کی دنیا بھی دین ہے۔ جب وہ اپنے دنیا کے معاملات کرے تو وہ اس میں بھی مخلص ہو آج کوئی شخص اپنے کام میں مخلص نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنے دنیا کے معاملات کرتے تھے تجارت کرتے تھے ذمہ داریاں اور باغبانیاں کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ آپ ﷺ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کا دین بھی سمجھتے تھے، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ کیا گمان کرتے ہیں لوگ کہ ایمان لانے کے بعد ان کو پرکھا نہیں جائے گا۔ ہر ہر قدم پر مومن کو پرکھا جاتا ہے آزمایا جاتا ہے نماز کے وقت میں اس کا امتحان ہے کہ یہ نماز کے لیے آتا ہے یا نہیں جب یہ دفتر جاتا ہے تو

سودے کے وقت اس کا امتحان ہے کہ کیا یہ سچ بولتا ہے کہ نہیں وعدہ پورا کرتا ہے یا توڑتا ہے، حلال طریقہ سے کرتا ہے یا حرام طریقہ اپناتا ہے، اور آج یہ جملہ مشہور ہوگیا ہے کہ جھوٹ کے بغیر کاروبار چل ہی نہیں سکتا ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں جملہ ہے سچ سے کاروبار میں برکت ہوتی ہے، اور پھر اس سچ والے سودے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو جس سودے اور تجارت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو تو پھر اس میں کتنی برکت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ دنیاوی مصائب سے بندوں کو آزماتا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا وہ تاجر جو سچ کے ساتھ صداقت اور امانت کے ساتھ تجارت کرتا ہے، یہ تجارت کر کے انبیاء کرام کی صف میں کھڑا ہوگا، آپ اندازہ کریں کتنی اعزاز کی بات ہے یہ کبھی بھی اپنے دو پیسوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا ہے اس لئے کہ اس کو پتہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، اور سوال جواب دینا ہے، اب جب کہ نماز سے اس کی آخرت بن رہی ہے اسی طرح تجارت سے بھی اس کی آخرت بن رہی ہے۔ جب نماز صحیح طریقہ سے ادا کرتا ہے رکوع سجدہ وغیرہ صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے، اسی طرح نماز سے پہلے وضو اچھے طریقہ سے کرتا ہے اب جا کر اس کو اس نماز کا اعلیٰ درجہ ملے گا اور اگر وہ نماز کے اندر رکوع سجدے ٹھیک طریقہ سے نہیں کرتا ہے تو حدیث میں آتا ہے کہ اس کی نماز اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے، اسی طرح جو آدمی اچھے طریقے سے تجارت کرتا ہے سچ بولتا ہے وعدہ خلافی نہیں کرتا جو بات کرتا ہے اس کا پابند رہتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس پر اجر دیتے ہیں، اور مزدور کو سچائی کی بنیاد پر اس کی مزدوری فائدہ دے گی اسی وجہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایمان کے بعد تمہیں جانچا جائے گا کہ تم نماز میں کیا کرتے ہو تم دنیا کے معاملات میں کیا کرتے ہو، اپنی معاشرت میں اپنے گھر میں اپنے رشتہ داروں میں کیسے معاملات کرتے ہو، یہ تمام اس کے امتحانی مراکز ہیں کہ ان میں وہ بندے کیسے

کامیاب ہوتے ہیں، اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کہ میں ڈنڈی ماروں گا اور اللہ تعالیٰ سے بچ نکلونگا اللہ نے فرمایا ساء ما یحکمون بہت برا فیصلہ ہے اس کا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ کو کون دھوکہ دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے، وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اور جو آدمی کوشش کرتا ہے جو بھاگ دوڑ کرتا ہے جو آدمی اپنی عملی زندگی بناتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ بے شک میں تو بے نیاز ہوں میں تو کسی کا محتاج نہیں ہوں بیٹے سے والدین کہتے ہیں کہ دیکھو بیٹا پڑھو محنت کرو تو مستقبل میں فائدہ کس کو ہوگا اسی بچہ کو ہوگا استاذ شاگرد سے کہتا ہے پڑھو باتیں نہ کرو، وقت ضائع نہ کرو، تو فائدہ کس کو ہوگا اس طالب علم کو ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو ہمیں فرماتے ہیں تو اس کا فائدہ ہمیں ہوگا، نماز ہم پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں ہر نیکی کا کام کرتے ہیں، اس کا فائدہ ہمیں ہوگا۔ اسی طرح رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے تو فائدہ ہمیں ہوگا پڑوسیوں کا خیال رکھیں گے تو فائدہ ہمیں ہوگا۔

آپ ﷺ کی اتباع نے گدا کو شاہ بنا دیا:

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ جو کوئی بھی محنت کرتا ہے مشقت برداشت کرتا ہے تو وہ اپنے لئے کرتا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی آپ ﷺ کے ساتھ لگادی اپنی جان مال ہر چیز کو لگادیا تو اب فائدہ کس کو ہوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا حضرات صحابہ کرام میں بزرگ شخصیت ہونگے اور کتنے ہی فضائل ہیں ان کے بارے میں جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کے مختلف دروازے ہیں کسی سے نماز والوں کو بلایا جائے گا کسی سے صدقہ والوں کو کسی سے حج والوں کو بلایا جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو

جنّت کا ہر دروازہ بلائے گا کہ آؤ مجھ سے داخل ہو جاؤ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ان ہی میں سے ہے کہ جنّت کا ہر دروازہ کہے گا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ادھر سے آؤ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتنا بڑا مرتبہ کیسے بنا نبی علیہ السلام کے اعتبار سے بنا اس بات سے نہیں بنا کہ وہ عرب تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اتنا مرتبہ کیسے بنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے تھے عمر تیرا کیا ہوگا تجھے تو بکریاں چرانی بھی نہیں آتی ہیں تو دنیا میں کیسے زندگی گزارے گا، اور کہتے ہیں کہ آج میں مسلمانوں کا امیر المؤمنین ہوں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت ہے۔ ہر صحابی کے حالات اٹھا کر پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنی محنت مشقت برداشت کی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کریں ہم کوئی کام کرنے کو تیار نہیں دنیا کے کام میں ہم ڈھیلے دین کے کام میں ہم ڈھیلے دفتر دیر سے پہنچنا ہمارا کام نمازوں میں پیچھے صفوں میں آنا، ہمارا کام دیر سے سونا، ہمارا کام دیر سے اٹھنا، ہماری پہچان سستی اور کاہلی بن چکی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: **المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف** کہ طاقت ور مضبوط چست مومن ست اور کاہل مومن سے بہتر ہے۔ ست انسان اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، ست آدمی کوئی بھی کام نہیں کرسکتا ہے۔ ڈھیلا اور ست انسان فیل ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں کہا **وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى** جب نماز کے لیے آئے گا تو ایسے سستی سے آئے گا جیسے کہ کوئی نماز کیلئے زبردستی لایا ہو اور پھر نماز کا وقت ہوگیا بس صرف اور صرف **یراؤون الناس** صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہونگے **لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا مُّذَبْذَبِيْنَ ذٰلِكَ** میں ہیں کہ کیا کریں ہم ان کو سمجھ ہی نہیں آرہا کہ ہم کیا کریں نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنّم کے سب سے نچلے حصّے میں یہ منافق ہوگا کافر

سے بھی نیچے اوراس کی سب سے بری عادت اس کی سستی اور کاہلی ہے، آج ہمیں کس چیز نے مارا سستی نے قوم سورہی ہے صبح جاؤ تو سورہی ہے شام کو جاؤ تو سورہی ہے، گیارہ بجے تک صاحب سوتے ہیں ایسی قوم کیا کام کرے گی۔

محنت کامیابی کی ضمانت ہے:

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ انسان وہ ہے جواپنی عملی زندگی بنائیں وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ جوکوشش کرے گا کامیابی اسی کو ملے گی، ہم انتظار میں ہوتے ہیں کہ صبح اٹھیں گے اور جنگ اخبار دیکھیں گے، وہ جو پرائس بونڈ خریدا تھا اس کی کیا پوزیشن ہے اور پھر لوگوں سے کہتا ہے پانچ کروڑ کا میرا انعام نکلنے والا ہے یہ نہ ہوا تو پانچ لاکھ والا تو نکل ہی جائے گا، ہم اس امید پر شب وروز گزارتے ہیں کہ یہ خوش قسمت انسان ہوتا ہے اس کی قسمت جاگ گئی ہے اب تو یہ ارب پتی بننے والا ہے۔ جب کہ خوش قسمتی اور سعادت مندی کا تعلق انسان کے اعمال سے ہے، جب انسان محنت اور کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کامیابیاں عطا فرماتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام والتسلیمات کی زندگیاں جہد مسلسل ایک لگاتار محنت ہے جناب رسول کریم ﷺ کی زندگی مبارک ایک مسلسل جہد ہے لہٰذا سعادت مندی اس کا نام ہے کہ آپ اپنی زندگی کو اعمال سے آراستہ رکھیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ کہ سارے انسان خسارے میں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ مگر ایمان اور عمل صالح والے نقصان سے بچے ہوئے ہیں تو انسان کی زندگی باعمل ہونی چاہیئے بے عمل کی کوئی حیثیت نہیں انسان کی قیمت اس کے عمل سے بنتی ہے اپنے آپ کو باعمل باکردار بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باعمل اور باکردار زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وما توفیقی الا باللہ

نفس کا بندہ نہ بنیں

نفسانی خواہشات سے بچیں

نفس کا بندہ نہ بنیں

نفسانی خواہشات سے بچیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ w حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَکَارِہِ

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے جناب نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ پڑھی ہے، حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے امت کو یہ پیغام دیا ہے خواہشات پر چلنے والا راستہ انسان کو جہنّم کی طرف لے کر جاتا ہے، اور نیکیوں اور مشقت والا راستہ انسان کو جنّت میں لے کر جاتا ہے خواہشات والا راستہ وہ ہے جس میں انسان حلال اور

حرام کی تمیز نہ کریں جائز اور نا جائز کو نہ دیکھے اچھے اور برے کو نہ دیکھے جو جی میں آئے بس اسی کو کرتا چلا جائے اس کو کہتے ہیں خواہش اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جہنّم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے یعنی جب انسان خواہشات والا راستہ اختیار کرتا ہے اپنی من مانی پر چلتا ہے تو یہ من مانی اس کو جہنّم کے گڑھے تک پہنچا دیتی ہے، چنانچہ آج انسان اپنی خواہشات پر اپنا مال خرچ کر کے اپنے لئے اور اپنے اھل وعیال کے لیے جہنّم کے آگ کے انگارے خرید کر لاتا ہے، اس لئے کہ اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے، اس کو مزا آتا ہے، اب انسان کی خواہش ہے کہ مجھے ٹی وی چاہیے جس میں ڈرامہ دیکھے اور مختلف چیزیں دیکھے جس سے مجھے اور میرے دل کو خوشی حاصل ہو، تو پھر جہنّم کے انگارے بازار سے خرید کر اپنے گھر میں لاتا ہے ایک وقت تھا جب لوگوں کو ٹی وی دیکھنے کے لئے باہر جانا پڑتا تھا لیکن باطل کی محنت اور کفر کی محنت نے اس کو اتنا عام کر دیا کہ اب آپ کو باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے، ایک زمانہ تھا کہ ٹی وی کے اوقات ہوا کرتے تھے۔ کہ جی شام ۵ بجے سے رات گیارہ بجے تک ٹی وی میں پروگرام چلے گا، مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک نیک صالح آدمی نے مجھے کہا تھا کہا بھی تو یہ دو چار گھنٹے چل رہا ہے، یاد رکھنا ایک وقت آئے گا ٹی وی چوبیس گھنٹے چلے گا ابھی تو اس کی ابتداء ہے آپ کو باطل کا یہ حسین یہ دل فریب نعرہ سنایا جا رہا ہے کہ حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے چوبیس گھنٹے ٹی وی کے سامنے رہیں۔ آپ کو دنیا کے حالات بتائے جا رہے ہیں، اور ایک زمانہ تھا کہ یہ جہنّم کا انگارا ہزاروں میں ملتا تھا آج یہ جہنّم کا انگارا لاکھوں میں ملتا ہے ایسے گھر بھی موجود ہیں ان میں پچاس ہزار سے لاکھ روپے تک کی ایل سی ڈی لگی ہوئی ہے۔ اور اگر کوئی غریب ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق اور ستا مل جاتا ہے، آج گھر تو گھر لوگوں نے دفتر میں اور فیکٹریوں میں لگایا ہوا ہے، اور اگر زیادہ شوق ہے تو پھر گاڑی میں بھی لگا دیا ہے، ایک

زمانہ تھا فضاء گناہوں سے پاک تھی آج فضاؤں میں بھی انسان گناہ کررہا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنی رحمتیں نازل نہیں کرتا۔ زمین دار پریشان ہوتے ہیں اور جانور بھوکے مر رہے ہوتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان نے جہنم کے انگاروں کو خرید کر اپنے گھروں کی زینت بنادیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چھوڑ دیا ہے اور ان خواہشات کے لیے انسان مشقت برداشت کرتا ہے اور پھر یاد رکھیں انسان کی یہ خواہش اور آرزو ایک لامتناہی سلسلے کا نام ہے جس کی تکمیل کے لئے انسان خوبصورت پیکنگ میں چھپا زہر آگ کا انگارہ جہنم کی آگ کو بڑھکانے والا پیٹرول خریدنے کی غلطی کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ خواہش ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے یہ نہیں ہے کہ انسان ایک مقام پر پہنچ کر کہے کہ بس اب میری خواہش ختم ہوگئی ہے مثال کے طور پر مغرب والوں نے یہ اصول بنایا ہے کہ کسی انسان کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کرنی ہے، اپنی ذاتی زندگی میں ہر انسان آزاد ہے،

چنانچہ ان لوگوں نے ہر اعتبار سے اپنے ملک میں آزادی رکھی ہے بالغ ہونے کے بعد چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی وہ ماں باپ کے پابند نہیں ہیں، اور نہ ہی حکومت نے ان کے لیے کوئی پابندی لگائی ہے اور نہ ہی کوئی اخلاقی پابندی ہے جو ان کے جی میں آتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں آخر کیوں کرتے ہین اس لیے کہ وہ اس سے لذت حاصل کرتے ہیں، لیکن کوئی ان سے سوال کریں کہ آپ کے جی میں جو آیا وہ آپ نے کیا ہے کیا ہے آپ لذت کے آخری حد تک پہنچ گئے ہیں دنیا کے سارے مزے آپ کو مل گئے ہیں۔ کبھی کبھی وہ اس سے خوش نہیں ہیں اور نہ ہی ان کو اس مین اطمینان ہے بلکہ ان کا دل اندر سے پریشان ہے، اور ضمیر اس کو پریشانی کے جوتے مار رہا ہے اس لئے کہ اگر انسان یہ چاہتا ہے کہ میں خواہشات کے ذریعہ کسی مقام تک پہنچ جاؤں تو وہ یہ کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ خواہشات تو انسان کو ہلاک کردیتی ہے اور دوسری

بات رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں بیان فرمائی حجبت الجنة بالمکارہ جنّت کو ڈھانپا گیا ہے، مشقت والے اور ناپسندیدہ کاموں کے ذریعہ، رات کو آپ سوئے صبح نماز کا وقت ہے اب نفس کہتا ہے کہ سو جاؤ کون ابھی اٹھے گا وضو کرے گا اور پھر مسجد میں جائے گا نماز پڑھے گا خاص کر سردی کی ٹھٹھرتی راتوں میں اٹھ کر وضو کرنا پھر مسجد جانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ آرام سے اپنے بستر میں سو جاؤ، فرمایا کہ جنّت اسی میں ہے اسی مشقت کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جنّت رکھی ہے۔ میرے رب کی جنّت اتنی سستی نہیں کہ بغیر عمل اور مشقت کے مل جائے جب دنیا کی فانی نعمتوں کیلئے رات دن ایک کر دیتے ہیں تو جنّت کی دائمی نعمتوں کیلئے کچھ تو محنت درکار ہوگی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر انسان دنیا میں مشقت ضرور برداشت کرتا ہے، دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ سو فیصد اس کے مسائل حل ہوں ہر انسان کسی نہ کسی مسئلہ میں اٹکا ہوا ہے، اب صورتیں دو ہیں ایک یہ کہ انسان وہ مشقت برداشت کرے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے اس مشقت کو برداشت کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرمائیں گے۔

اور دوسرے نمبر پر وہ مشقت جو بغیر نیت کے اس کو آرہی ہے، اس پر کوئی اجر و ثواب اس کو نہیں مل رہا ہے یہ ایک گناہ میں مبتلاء ہے، اور مشقت برداشت کر رہا ہے اس لیے کہ نفس سیر نہیں ہوتا ہے آج اگر اس کو آپ نے اچھا کھلا دیا تو اس سے زیادہ اچھے کی طلب کرے گا، اس طرح اگر آپ نے نفس کو اچھا پہنا دیا تو وہ اور اچھے کی طلب کرے گا، اور اگر نہیں ملا تو وہ اس بات پر پریشان ہے لیکن اگر یہی انسان یہ کہتا ہے کہ جو میرے اللہ نے میرے لیے مقرر کیا ہے میں اس پر راضی ہوں، اب بھی مشقت ہے مگر اس پر اس کو ثواب ملے گا، تو فرمایا کہ جنّت کو ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے، اور بغیر مشقت کے جنّت حاصل نہیں ہوگی۔

ترکِ گناہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی:

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اصل بات یہ ہے کہ انسان کا نفس لذت کو چاہتا ہے، اس کو جس کام میں مزا آئے وہ کرتا ہے، لیکن اس لذت کا حصول کوئی حاصل مشکل نہیں ہے کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو گناہوں کی لذت میں پھنسا دیا ہے، اس کو نیکیوں کی لذت کا پتہ ہی نہیں ہے، کہ نماز پڑھنے میں کتنا مزا ہے، قرآن کریم کی تلاوت میں کتنا مزا ہے اور ذکر کرنے میں کتنا لطف ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں کتنا مزا آتا ہے۔

نفس اس سے بے خبر ہے تم نے اس کو گناہوں کا عادی بنا دیا گناہوں کا اپنا رخ پلٹ دو، اور اس کو نیکیوں کا عادی بنا دو اور جب نیکیوں کی لذت کا اس کو عادی بناؤ گے اور اس کے لیے مشقت برداشت کرو گے پھر تمہیں ایمان کی حلاوت نصیب ہو جائے گی۔ حدیث میں آتا ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کی نظر کسی ناجائز جگہ پر پڑ جائے اور وہ اپنی نظریں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جھکا دیں رسول اللہ نے فرمایا کہ اس کو ایمان کا مزا مل جائے گا یہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا اور اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ایمان کتنی بڑی نعمت ہے، آج ہمیں مٹھائی اور شکر کی مٹھاس کا پتہ ہے مگر ایمان میں کتنی مٹھاس ہے، یہ اس وقت پتہ چلے گا جب ہم مشقت برداشت کریں گے، اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں گے۔

نفس کو کچلنے سے دل میں جذبۂ اطاعت آئے گی:

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نفس تو ہے ہی اس لیے کہ اس کو کچلا جائے کہا کہ حکیم پرانے زمانے میں نسخہ بنایا کرتے تھے تو وہ اس میں سونا ڈالتے تھے کہتے ہیں کہ جتنا سونا جل جائے اور اس کو جلایا جائے اتنا اس کا اثر زیادہ اچھا ہوتا

ہے، اس طرح انسان جتنا اپنے نفس کو روندے گا اطاعت کے راستہ میں جتنی مشقت برداشت کرے گا یہاں تک کہ اس کا دل منہ کو آنے لگے، تو پھر جا کر اس کو صحابہ کرام کی نسبت حاصل ہوگی۔

غزوہ احزاب میں جب صحابہ کرام کفار سے لڑ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے، وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا اور ان کو ہلا کر رکھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ جمے رہے، زلزلہ کے معنی کیا ہیں کہ پوری عمارت کو ہلا دیا جائے آج اگر مومن اس مشقت کو برداشت کریں اور نافرمانیوں کو اور گناہوں کو چھوڑ دیں تو پھر زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے اگر ماں باپ کو پتہ چل جائے کہ بیٹے نے داڑھی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اپنی بیوی کو باپردہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، گھر سے ٹی وی نکالنے کا عزم کیا ہے تو پھر پورے گھر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ کہ پتہ نہیں اس بیٹے کو کیا ہو گیا ہے کچھ بھی نہیں ہوا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گیا ہے، شیطان سے دور ہو گیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ آخرت کی طرف اتنا متوجہ کیوں ہو گیا ہے اور پھر اس کو سمجھاتے ہیں کہ ابھی تو تمہاری عمر نہیں ہے، ابھی تو تم جوان ہو اسکو شیطان پٹی پڑھاتے ہیں، مگر جو اس حالت میں بھی جم جائے اس کو صحابہ کرام کی نسبت حاصل ہو گئی۔

ترک گناہ پر چار انعامات:

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے چار انعام ذکر فرمائے ہیں جو گناہوں سے بچے گا چاہے کسی بھی حالت میں کیوں نہ آجائے ان فتنوں سے اور ان فساد سے اپنے آپ کو اور اپنے گھروں کو بچاتا ہے ان کو شیطان کا اڈا نہیں بناتا ہے،

ایک زمانہ تھا ٹی وی تھا پھر کیبل آیا اور اب انٹرنیٹ آگیا ہے، پہلے تو بے حیائی دیکھی جاتی تھی گناہ دیکھے جاتے تھے اب تو گناہ کے رابطے کئے جاتے ہیں، اور اللہ

تعالیٰ معاف فرمائیں پتہ نہیں اس سے آگے جا کر انسان کیا کریں گے۔اس لیے کہ خواہش کی کوئی حد نہیں ہے بس انسان چلتا جاتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب انسان نافرمان ہوتا ہے تو یہ پھر جانور سے بھی بدتر ہوجاتا ہے، یہ جانور سے بھی آگے نکل جاتا ہے یہ وہ کام کرتا ہے جو جانور بھی نہیں کرتا ہے آج وہ سارے خرافات ہر انسان کے گھر میں موجود ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ جی بڑے پریشان ہیں کیا کریں کرنا کیا ہے ان شیطانی خرافات کو گھر سے نکالیں یہاں فرشتے آتے ہی نہیں ہیں یہ تو شیطان کے اڈے بن چکے ہیں۔بھول کر بھی کوئی اس گھر میں تلاوت نہیں کرتا ہے نمازیں اس گھر میں کوئی نہیں پڑھتا ذکر اللہ کا اہتمام نہیں ہے، صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک وہ شیطانی چرخے چل رہے ہیں، مگر جوان کو توڑے گا ان سب سے اپنے آپ کو بچائے گا یہ شیطانی اڈے ختم کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ، پہلا انعام وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ہم اس کے کام کو آسان کردیں گے، حالات آئیں گے لوگ مخالفت کریں گے مگر جو ڈٹ جائے گا اور اس مشقت کو برداشت کرے گا تو پھر اس کے معاملات آسان ہوجائیں گے، ہر معاملہ میں اس کو سہولت ملے گی۔

اور دوسرا انعام وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ہر پریشانی سے بڑی ہی آسانی سے نکال دیں گے پریشانی آئے گی مگر اللہ تعالیٰ اس کو بڑی آسانی سے نمٹادیں گے۔

اور تیسرا انعام وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ ہم اس کو بے حساب رزق دیں گے، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

اور چوتھا انعام فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ہم اس کو پاک اور سکون والی زندگی دیں گے اس کو جو زندگی ملے گی وہ سکون والی ہوگی اس میں راحت اور چین ہوگا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں سکون دیا ہے اگر دنیا والوں کو پتہ چل جائے وہ اپنے لشکروں سمیت ہمارے اوپر دوڑ پڑیں، یہ جو نافرمانیاں کرنے والے ہیں ان کے دل کی کیا حالت ہے، یہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے باوجود وسعت کے باوجود فراخی کے پریشان کیا ہے۔ نافرمان کو کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا، اَلا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب قرآن کا اعلان ہے کہ سکون اللہ تعالیٰ کی یاد سے ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے سکون ملتا ہے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کٹا ہوا ہے تو پھر اس کو کیسے سکون ملے گا تو اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ جو خواہشات کے راستے پر چلتا ہے تو یہ گویا جہنّم کے راستے پر چل رہا ہے، اور اسی طرح مشقت اور پریشانی والا اور اسلام کے راستہ پر چلنے والا ایسے افراد کے لیے جنّت کو گھر بنادیا ہے اس لیے میرے دوستو ہمیں جنّت میں جانے والے اعمال کرنے چاہئیں، اور جہنّم میں لے جانے والے اعمال سے خود بھی بچیں اور اپنے گھر والوں کو بھی بچائیں، اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

قبر کی زندگی

قبر کی زندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالٰی : یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ .

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ.

انہ سمع ھانئا مولٰی عثمان قال کان عثمان رضی اللہ عنہ اذا وقف علی قبر بکی حتی یبل لحیتہ فقیل لہ تذکر الجنۃ والنار فلا تبکی وتبکی من ھذہ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان القبر اول منزل من منازل الاٰخرۃ فان نجا منہ فما بعدہ ایسر منہ وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد منہ قال وقال رسول اللہ

ﷺ مارأيت منظرا قط الا القبر اقطع منه

(ترمذی شریف ج۲ ص ۵۷. ابواب الزهد. باب

ماجاء فی ذکر الموت)

محترم دوستو اور بزرگو!!

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو زندگی عطا کی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے امانت کے اندر آدمی کو اپنا اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے اختیار اصل مالک کا ہوتا ہے اسی طرح جو زندگی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے یہ امانت ہے تو ہم اپنی زندگی گزارنے میں با اختیار نہیں ہیں، ویسے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے لیکن اسکا معنی یہ نہیں ہے کہ جو ہمارے جی میں آئے ہم کر گزریں ایسا ہم نہیں کر سکتے ہیں چنانچہ یہ ہماری زندگی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے، ہم اس کے مالک نہیں ہیں، چنانچہ اس بات سے بھی اس کو سمجھا جا سکتا ہے، کہ ہم پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم سے، ہمارے پیدا ہونے میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور اسی طرح جب ہم اس دنیا سے جائیں گے تو ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا نہ ہی دنیا مین آنا مرضی سے اور نہ ہی دنیا سے جانا اپنی مرضی سے ہے، آنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور جانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس لئے فرمایا کہ انسانی زندگی کی مثال اور انسانی زندگی کی حقیقت ایک چراغ کے مانند ہے جسے کھلی فضا میں رکھا گیا ہے، اور جب ان کھلی فضاؤں میں ہوائیں چلتی ہیں تو ہوا کا کوئی بھی جھونکا اس چراغ کو گل کر دے گا اسی طرح انسانی زندگی انسان گزارتا ہے، صبح وشام گزارتا ہے نہ جانے نہ معلوم کس وقت اس چراغ کو ہوا کا جھونکا گل کر دے اور ایک لمحہ میں انسان ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، انسان ہزار کوشش کر لے ہزار کاوشیں کر لین اطباء اور ڈاکٹروں کو بلالیں لیکن اب سب عاجز اور بے بس ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے، ایک لمحہ کے لیے بھی ایک منٹ کے لیے بھی

انسان کی زندگی کولٹایانہیں جاسکتا ہے سورۃ کاواقعہ میں اس بات کواللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے فَلَوْ لا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوم ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْن ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ فَلَوْلا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ جب روح اس حلقوم پر پہنچتی ہے اورتم اس وقت اس کواپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو کہ ہمارا عزیز ہمارا رشتہ دار ہمارا دوست ہمارے بزرگ ہمارے والدین جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔تم کیوں اس روح کوواپس نہیں کرتے، ذرالوٹا کرتو دیکھواگرتم سچے ہو یہ انسانی زندگی ہے کہ ہوا کاایک جھونکا لگااور ختم ہوگئی اوراگرانسان اس اپنی حقیقت کوبھول بھی جائے لیکن کائنات کی ہر چیز انسان کواس کی موت یاددلاتی ہے، انسان کا اس دنیا سے جانے کویاددلایا جاتا ہے،آپ دیکھتے ہیں روزانہ سوج طلوع ہوتا ہے پھر غروب ہوتا ہے پھر طلوع ہوتا ہےاور پھر غروب ہوتا ہے فرمایا یہ جو روزانہ کا سورج طلوع ہوتا ہے،اور پھر غروب ہوتا ہے یہ ہرانسان کو یہ سبق دیتا ہے کہ اے انسان ایک دن تیری بھی زندگی غروب ہوجائے گی یہ جوتیراسورج طلوع ہے یہ جوتیری جوانی ہے، تیری قوت ہے، تیری دولت ہے، تیری شوکت ہے یہ بھی ایک دن غروب ہونے والی ہے،انسان زمین میں بیج بوتا ہے معمولی سی کونپل نکل آتی ہے، بچہ بھی اگراس پر پاؤں رکھے توریزہ ریزہ ہوجائے پھر یہ بڑھتی ہے پھر یہ درخت بنتا ہے، پھر یہ تناور درخت بنتا ہے،ایک وقت تک یہ درخت رہتا ہے، پھراس کوکاٹ دیا جاتا ہے، ختم کردیا جاتا ہے یہ انسان کے لیے اس دنیا میں مثالیں ہیں یہ سب عبرت کی چیزیں ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے یہ سورج یہ چاند یہ دن اور رات یہ ستارے یہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، ہرایک آرہا ہے پھر جارہا ہے،اسی طرح اے انسان تو بھی اس دنیا میں آیا ہے پھر تجھے بھی اس دنیا سے جانا ہے دنیا میں کسی کوبھی ہمیشہ نہیں رہنا ہے، قرآن پاک کہتا ہے، وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اے نبی آپ سے

پہلے بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہا ہے اور آپ کے بعد بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا، جو بھی اس دنیا میں آیا وہ اس دنیا سے گیا وہ کہتے ہیں کہ افلاطون سے کسی نے پوچھا کہ اس فلاں آدمی کے مرنے کا سبب کیا تھا، افلاطون نے کہا کہ اس کے مرنے کا سبب اس کی زندگی ہے، جو انسان پیدا ہوا اس کو یقیناً موت آنی ہے، اور پھر اس کو قبر کے گھڑے میں جانا ہے، اس لیے سورۃ الملک میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے موت کو بھی پیدا کیا اور حیات کو بھی پیدا کیا یہاں پر اللہ تعالیٰ نے موت کو حیات سے پہلے ذکر کیا ہے کہ اے زندہ انسانو! اے زندگی گزارنے والو زندگی سے زیادہ موت کو یاد کرو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر کرو اب رخ آخرت کی طرف ہے دنیا کی چیزوں کی طرف نہیں ہے، اس لیے اھل اللہ اور اللہ تعالیٰ نیک لوگ فرماتے ہیں اے بہترین لباس کا شوق رکھنے والے انسان کفن کو بھی یاد رکھنا ہم جو آج کہتے ہیں کہ جی عید پر یہ جوڑا پہنیں گے شادی میں یہ جوڑا پہنیں گے فلاں دعوت میں یہ والا جوڑا پہننا ہے، یہ فلاں چیز دعوت کا جوڑا ہے کہا کہ دنیا سے جانے کا بھی ایک لباس ہے اس کو بھی یاد رکھو اور عمدہ مکان کی خواہش رکھنے والو بڑی بڑی کوٹھیوں کو پسند کرنے والو، قبر کے اس گھڑے کو بھی یاد رکھو ایک دن اس میں بھی آنا ہے کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا: کہ تیرے دنیا کے گھر تو بڑے کشادہ کشادہ ہیں، کاش کہ تیری قبر بھی تیری موت کے بعد تیرے لیے کشادہ ہو، دنیا میں تو بڑے بڑے کمرے بناتے ہیں، بڑے بڑے پلاٹ خریدتے ہیں، لیکن جو موت کے بعد کا پلاٹ ہے جو موت کے بعد کا کمرہ ہے جس میں کوئی جانے کو تیار نہیں ہے۔ اس کی فکر کسی کو نہیں ذرا اس کی بھی فکر کریں کیونکہ اس گھر میں جمانا یقینی ہے چاہت ہو یا نہ ہو۔

قبر سفر آخرت کی پہلی سیڑھی ہے:

چنانچہ شروع میں جو میں نے حدیث پڑھی ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے ان کے بارے میں آتا ہے کہ جب قبر پر کھڑے ہوتے اور اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ جہنم اور جنت کے تذکرے ہوتے ہیں ان سے اتنا نہیں روتے ہیں جتنا آپ قبر کے تذکروں سے روتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے آخرت کا پہلا مرحلہ پہلی سیڑھی ہے اور جو اس میں کامیاب ہو گیا اس کے لئے بعد والے مراحل طے کرنا آسان ہوگا، اور اگر یہاں پکڑا گیا تو پھر آگے آنے والے منازل میں سختی ہوگی اور ہر چیک پوسٹ میں روکا جائے گا۔ پہلی ہی منزل قبر ہے، اس میں کامیابی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم جان جاؤ تو تمہارا ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ ہو جائے فرمایا اگر قبر کی سختی جانوروں کو پتہ چلے تو کوئی جانور تمہیں موٹا نہ ملے آخرت کی پہلی منزل قبر ہے، آج ہمیں اپنی دوکان کا پتہ ہے اپنے کاروبار کا پتہ ہے، ہر چیز کو ہم جانتے ہیں ہر معاملہ کو ہم جانتے ہیں ہر کام میں ہم محنت کرتے ہیں، اگر ہم بھول چکے ہیں تو وہ قبر ہے، آخرت کو بھول گئے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قبر سے مکالمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رشتہ دار کا جنازہ تھا حضرت قبرستان تشریف لے گئے اور پھر وہاں ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے، ساتھیوں نے کہا کہ حضرت جنازہ آپ کے رشتہ دار کا ہے اور آپ ایک کونے میں بیٹھ گئے ہیں۔ فرمایا ارے لوگوں مجھے ایک قبر نے آواز دی اے عمر جب بندہ ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں تمہیں اس کا پتہ ہے میں نے کہا کہ نہیں تو قبر نے کہا کہ جب بندہ ہمارے اندر رکھ دیا جاتا ہے تو ہم اس کو پھاڑ دیتے ہیں اور اس کے خون کو چوس

لیتے ہیں اور اس کے گوشت کو کھا لیتے ہیں اور پھر آپ کو پتہ ہے ہم اس کے جوڑوں کا کیا کرتے ہیں اس کے کندھوں کو اس کے بازؤں سے جدا کر دیتے ہیں، اور اس کی سرین کو اس کی رانوں سے جدا کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ ہر ہر جوڑ کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں، اور پھر حضرت روئے اور فرمایا کہ دنیا کی زندگی بہت ہی مختصر ہے، اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے قرآن کہتا ہے، وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ٥ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ٥ جب قبریں پھٹ جائیں گی، انسان کو پتہ چل جائے گا کہ اس نے پیچھے کیا چھوڑا اور آگے کیا بھیجا یَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ٥ اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم سے دھوکے میں ڈالا ہے، آج بھی ہر قبر سے یہی آواز آرہی ہے، مگر کاش کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا تقویٰ کس کے پاس ہوگا، حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسی سوچ کس کے پاس ہوگی ہم بھی تو قبرستان جاتے ہیں، مگر پھر بھی ہمیں موت یاد نہیں آتی ہے، آج قبرستان میں مردوں کو اتارنے کے بعد بھی، ہمیں قبر کی زندگی یاد نہیں آتی ہے۔

عذاب سے پناہ مانگو:

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے قبر سے زیادہ کوئی منظر اتنا سخت نہیں دیکھا، قبر کا منظر بہت سخت ہے جہاں انسان کو اکیلا رکھ دیا جائے گا، جہاں ہمارے محبت کرنے والے بھی یہی کہیں گے، چلو جی مٹی ڈال دو، اور بہت سارے عزیز واقارب تو نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بھی نہیں آئیں گے، ان کو جب پتہ چلے گا صرف اتنا ہی کہیں گے مر گیا جی چلو مرنے ہی کے لئے آئے ہیں، اور اگر کسی کا دل اٹکا ہوا ہوگا تو وہ جنازے میں آئے گا، آدھے لوگ تو جنازے کے بعد چلے جاتے ہیں بہت ہی کم لوگ ایسے ہونگے جو یہ کہیں گے چلو جی ہمارا رشتہ دار ہے، ہمارا دوست ہے اس کو دفنا کر جاتے ہیں اب

بندہ قبر کے اندر پہنچ چکا ہے اب اس کی آگے کی زندگی شروع ہو چکی ہے اب یہاں سوال اور جواب شروع ہونگے۔

عذاب کی وجوہات:

قبر کے عذاب کی دو وجوہات ہیں:

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں سے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور ان کو عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک دنیا میں چغلی کرتا تھا ایک کی باتیں دوسرے کو پہنچاتا تھا، اور دوسرا اپنے آپ کو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچاتا تھا،

پہلا والا کون تھا، فرمایا جو چغلی کرتا تھا آج ہماری عادت بھی لگائی بجھائی کی ہے ایک کی بات دوسرے کو دوسرے کی تیسرے کو پہنچانا ایک دوسرے کو لڑانا، جس کی کسی سے لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو بدگمانی کا ایک طویل نہ ختم ہونے والا تسلسل قائم ہو جاتا ہے، آج عام طور پر ملازم اپنے صاحب کے سامنے دوسرے ملازمین کی چغلی کرتے ہیں، تاکہ مالک کے سامنے اس کی حیثیت بنے اور قرب حاصل ہو۔ اسی طرح رشتہ داریوں میں ہم چغلی کرتے ہیں، اور یہ مرض خواتین میں بہت زیادہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چغلی کھانے والا قبر میں عذاب کا مستحق ہوگا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں جواب دیتے وقت جہنّم اور جنّت کو سامنے کر لیتا ہوں اور اپنے کو مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے صحیح مسئلہ بتایا تو جنّت میں چلا جائے گا اور اگر مسئلہ غلط بتایا تو تیرا ٹھکانہ جہنّم ہوگا۔

شرعی مسئلہ بتاتے ہوئے بھی وہ اتنا ڈرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ فرمائی کہ دنیا میں زندگی گزرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھو کہ کہیں بولتے ہوئے میری

آخرت تو خراب نہیں ہو رہی ہے، جیسے ہم دنیا کی باتیں سوچ سمجھ کر کرتے ہیں اپنے کاروباری باتیں کوئی بھی کسی کو نہیں بتاتا ہے اپنے گھر کی باتیں کوئی بھی نہیں بتاتا ہے اس وجہ سے کہ کہیں مجھے نقصان نہ ہو جائے ہم نہیں بتاتے ہیں جہاں ہم اپنے دنیا کے نقصان کو برداشت نہیں کرتے دنیا کی بے عزتی کو برداشت نہیں کرتے تو آخرت کی ذلت آخرت کی ناکامی سے بھی گریز کرنا چاہئے وہ تو بہت ہی خطرناک ہے، آخرت کی رسوائی تو سارے انسانوں کے سامنے ہوگی کہ یہ ہے چغلی کرنے والا اور یہ ہے پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والا، اور آج بھی بہت سارے لوگ استنجاء نہیں کرتے ہیں جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو کہتے ہیں کہ جی میرے کپڑے پاک نہیں ہیں باتھ روم جاتے ہیں اور استنجا نہیں کرتے، مغرب نے طریقہ ہی ایسا ایجاد کیا ہے کہ کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح انسان بھی پیشاب کرتا ہے۔

قبر جنّت کے باغ میں سے ایک باغ یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گھڑا ہے:

ہمارے ایک بزرگ فرماتے تھے کہ انسان نے دیکھا کہ جانور کھڑے ہو کر کھاتا ہے تو اس نے بھی شروع کر دیا کہ یہ ترقی کا راستہ ہے پھر اس نے دیکھا کہ جانور کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے تو اس نے بھی شروع کر دیا کہ ہم تم سے کوئی پیچھے ہیں ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور دیکھا کہ جانور کے سر پر ٹوپی نہیں ہے تو اس انسان نے بھی ٹوپی کو اتار دیا ورنہ تو مسلمان عمامہ پہنتا تھا آج تو لوگ نماز میں بھی ٹوپیاں نہیں پہنتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے، اس کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے، جانوروں کے طرز پر ہم چل رہے ہیں، اسی لیے حدیث میں فرمایا کہ یہ اپنے آپ کو پیشاب سے نہیں بچاتا تھا، اب یہ گندہ ہے جب یہ گندہ ہے تو قبر مین اس کو پاک کیا جائے گا، کپڑا جب گندہ ہوتا ہے تو اس کو مشین میں ڈال کر رگڑ الگاتے ہیں، اسی طرح جب ہم نے اپنے ظاہر اور باطن کو پاک نہیں کیا ہوگا تو پھر قبر میں ہماری رگڑائی کی جائے گی۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو۔

چنانچہ ایک طویل حدیث ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں فرمایا کہ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی کا جنازہ قبرستان میں گیا اور آپ ﷺ قبرستان میں تشریف فرما تھے مگر بڑے فکر کے ساتھ جیسے کہ آپ کو بہت بڑا غم ہے اور پھر آپ نے صحابہ کرام کو نصیحت فرمائی، فرمایا کہ جب انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اس کو قبر میں لا کر رکھا جاتا ہے دو فرشتے اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور وہ اس سے سوال کرتے ہیں **من ربک** تیرا رب کون ہے مومن کہتا ہے، **ربی اللہ** میرا رب اللہ ہے، پھر اس سے سوال ہوتا ہے **مادینک** تیرا دین کیا ہے مومن کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر اس سے سوال ہوتا ہے تم اس شخص کے بارے میں کیا جانتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے یعنی محمد (ﷺ) مومن کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ہمارا ان پر ایمان ہے، تو آسمان سے اعلان ہوتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کو جنت کا بچھونا دے دو اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف سے اس کا دروازہ کھول دو اور جب کافر ہوتا ہے منافق ہوتا ہے تو جب اس سے فرشتہ پوچھتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو جواب دیتا ہے **ھاھا لاادری** مجھے تو کچھ پتہ نہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے مجھے تو کچھ پتہ نہیں اسی طرح پھر رسول اللہ کے بارے میں سوال ہوتا ہے وہ کہتا ہے مجھے تو کچھ پتہ نہیں جو اللہ کی رضا والی زندگی گزارے گا وہ کہے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے جو خواہشات والی زندگی گزارے گا اس کو رب کا کیا پتہ ہے۔ جس نے رسول اللہ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزاری ہوگی تو اس کو رسول اللہ ﷺ کا بھی پتہ ہوگا، مگر اس کو جب پتہ ہی نہیں ہے تو یہ جواب کیا دے گا کہتے ہیں کہ پھر آسمان سے اعلان ہوگا یہ جھوٹا بندہ ہے اس کیلئے آج آگ کا بچھونا بچھاؤ آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف سے اس کا دروازہ کھول دو تا کہ اس کو

پتہ چلے اور فرمایا کہ وہ قبر اس کے لیے تنگ ہو جائے گی ، اور اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گے، اور ایک ایسا فرشتہ جو نہ دیکھتا ہو گا اور نہ سنتا ہو گا اس کو اس پر مسلّط کر دیا جائے گا وہ ایسا گز اس کو مارے گا اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے یہ نافرمان کا حال ہو گا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو یہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنّم کے گھڑوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

مردے کو دفنانے میں جلدی کرو:

اس لیے فرماتے ہیں کہ جب انتقال ہو جائے تو جلدی کرنی چاہیے اس لئے کہ اگر یہ فرمانبردار ہے تو آگے اس کے مزے ہی مزے ہیں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں اس نے اس دنیا میں کیا کرنا ہے جلدی جنازہ پڑھاؤ تا کہ اپنی جنّت میں جلدی پہنچ جائے اور اگر یہ نافرمان ہے بدکردار ہے اس گندے کو اپنے پاس رکھنے کا کیا فائدہ پھر اس کو اس کے گڑھے میں ڈال دو تا کہ اپنی سزا پائے، اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ قبر آخرت کی پہلی سیڑھی ہے آخرت کی پہلی منزل ہے اور اس پہلی منزل میں جس نے اپنے آپ کو کامیاب کر لیا دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزار لی۔ رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کے مطابق گزار لی تو یہ کامیاب ہو گا اور قبر کا مراقبہ کریں انسان اپنے نفس کو قابو کرے یہ نفس بڑا ہی خطرناک ہے یہ قابو میں نہیں آتا ہے ہر چیز کو انسان قابو کر لیتا ہے، مگر قابو کرنا بہت مشکل ہے انسان سوچتا رہتا ہے کہ میں ایسا ہوں میں نے یہ کام کیا یہ "میں" انسان کو ختم کرنی چاہیے، اس سے نفس کے اندر بگاڑ آتا ہے، خودسری آتی ہے، اس کو قابو کرنے کے لیے موت کا مراقبہ ہے، اس نفس سے کہو کہ تو نے چلے جانا ہے تیسرے یہ کپڑے بھی اتار لیے جائیں گے، سب چیزیں اتار دی جائیں گی دوسروں کے ہاتھوں میں ہم ہونگے ، میں بھی ہونگا آپ بھی ہونگے یہ مرحلہ

آنے والا ہے، مگر خوش قسمت ہے وہ انسان جو اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی زندگی گزارے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب ہو جائے گا۔

مومن کے جنازے میں فرشتے آتے ہیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کی انگلیوں کے پنجے پر چل رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپ پنجوں پر کیوں چل رہے ہیں فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اتنے فرشتے ہیں کہ پاؤں رکھنے کی جگہ ہی نہیں، جب مومن ایمان والا ہو تو اس کا استقبال ایسا ہوتا ہے فرشتے پھر ان کے جنازوں میں آتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی نیک مومن کا انتقال ہوتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس پر اس کی نیکیاں جاتی تھیں وہ جگہ روتی ہے جس جگہ پر یہ مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کو قبرستان مت بناؤ اس گھر میں بھی عبادت کیا کرو، اس لیے لوگ فرض نماز پڑھنے کے بعد جگہ کو تبدیل کر دیتے ہیں تا کہ کل قیامت کے دن یہ جگہیں گواہی دیں کہ اے اللہ اس بندہ نے مجھ پر نماز پڑھی تھی تلاوت ذکر اذکار کے لئے تھے۔ اور جب مومن کی روح قبض کرنے کے لیے ملکوت آتے ہیں تو فرشتوں کی ایک جماعت لے کر آتے ہیں اس کا شاندار استقبال کرتے ہیں لیکن اگر وہ نافرمان ہے گناہوں کی زندگی گزار رہا ہے تو پھر اس کا انجام بہت ہی خطرناک ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چار اعمال

شکر، صبر، استغفار، استعاذہ

چار اعمال

شکر، صبر، استغفار، استعاذہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَّاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ زمر کی ایک آیت مبارکہ تلاوت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہہ دیجیے اے پیغمبر میرے ایمان والے بندو ڈرو اپنے رب سے، ان لوگوں کے لئے بھلائی ہے جنہوں نے دنیا میں بھلائی کی اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی کشادہ ہے پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا

فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کا حکم اھل ایمان کو یہ ہے کہ وہ تقویٰ کی زندگی کو اختیار کریں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر مومن کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تقویٰ کا معنی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو گناہوں سے پاک کرکے گزارے، اپنی زندگی کو نیک اعمال کے ساتھ گزارے گناہوں اور نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ بظاہر کہنا آسان ہے مگر عملی زندگی اس کے مطابق گزارنا دشوار ہے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ پہلے زمانے میں مشائخ بڑے بڑے مجاھدے کرواتے تھے تاکہ نفس انسانی کی اصلاح ہوجائے یہ انسان کا نفس بڑا ہی خطرناک ہے لیکن فرمایا کہ فی زمانہ وہ مجاہدے انسان نہیں کرسکتا ہے اس لیے حضرت نے فرمایا کہ چار ایسے اعمال ہیں اگر انسان ان چار اعمال کو اختیار کرلے تو اس کی زندگی گناہوں سے پاک ہوجائے گی بلکہ اس کو گناہوں سے نفرت ہوجائے گی اور اس کو گناہ اور اللہ کی نافرمانی سے خوف آنے لگے گا اور نیکیوں کی رغبت اور نیکیوں کا شوق اس کو پیدا ہوگا اور وہ چار اعمال یہ ہیں (۱) شکر (۲) صبر (۳) استغفار (۴) استعاذہ

رب کا شکر گزار رہیے:

سب سے پہلی بات کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا ہو، انسان اپنے اندر شکر کی صفت پیدا کریں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان تشکروا یرضہ لکم اگر تم شکر کروگے تو تمہارے اس شکر کے عمل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا جب کہ تم صاحب ایمان ہو اور شکر ادا کرنے والے ہو یعنی گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ایسی چیز ہے کہ انسان کو عذاب سے بچادیتی ہے، اب شکر کیا ہے، جب ہم صبح کرتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ صبح اٹھے تو آنکھ کھلتے ہی کونسی دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ دیکھو میں صحیح اور تندرست ہوں پھر اپنے اہل وعیال پر نظر پھیرتا ہے تو اس وقت شکرادا کرے پھر یہ مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہے اس کو جماعت سے نماز مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے کہ، الحمدللہ پھر یہ گھر آتا ہے ناشتہ وغیرہ کرتا ہے تو خدا کا شکر کرے الحمدللہ پھر یہ حلال کام کے لیے جاتا ہے الحمدللہ صبح سے شام تک بے شمار کام ہیں جو ہماری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں ہماری خواہش کے مطابق ہوتے ہیں ہمیں ان میں خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے، لہٰذا ہر وہ کام ہر وہ عمل جس سے ہمیں سکون مل گیا ہمیں اس سے لذت محسوس ہوگئی تو فوراً ہماری زبان پر آنا چاہیے الحمدلله اللهم لك الحمد ولك الشكر اس سے انسان اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندوں میں شامل ہوجاتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سباء کا وہ تخت منگوایا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس موجود طاقت ور جنات میں سے ایک جن ملکہ سبا کے تخت کو پلک جھپکنے کی مقدار میں لے آیا جب یہ تخت آیا تو حضرت سلیمانؑ نے فوراً کہا هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ یہ میرے رب کا فضل ہے اور وہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں شکرگزار بنتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکرادا کرنے والا ہے وہ اپنی ذات کے لئے شکر کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اور اس قرآن کریم کا سارا خلاصہ سورۃ الفاتحہ میں ہے اور سورۃ الفاتحہ کی ابتداء اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ سے ہے اور چنانچہ سورۃ الفاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے کہ اس میں بندہ اپنے رب کی حمد وثناء کو بیان کرتا ہے تو فرمایا جب سے پہلا عمل جس کو انسان اپنی زندگی کا معمول بنائیں وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا اور شکر ایسی نعمت ہے کہ اس کی وجہ سے انسان بہت سارے گناہوں سے بچ جاتا ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے تو وہ حرص کے مرض میں مبتلاء نہیں ہوتا ہے وہ حسد کے مرض میں بغض کے مرض میں مبتلاء نہیں ہوتا ہے، اگر اس کے پاس دوسو

روپیہ کا جوڑا ہے وہ اس پر بھی شکر ادا کرے گا وہ چار سو والے سے حسد نہیں کرتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ میں اس دو سو روپیہ والے کا بھی مستحق نہیں ہوں جس کے پاس چھوٹی گاڑی ہے وہ بڑی گاڑی والے سے حسد نہیں کرتا ہے وہ کہتا ہے ھٰذا من فضل ربی یہ تو میرے رب کا فضل ہے اور اسی طرح شکر گزار بندے میں جس طرح حسد بغض نہیں پیدا ہوتا اسی طرح اس میں تکبّر بھی نہیں پیدا ہوتا ہے وہ متوازن رہتا ہے اس لیے کہ تکبّر تو وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں انسان اس کو اپنا کمال سمجھے کہ دیکھو میرا کتنا بڑا کاروبار ہے میرا، کتنی بڑی دکان ہے میری کتنی بڑا دفتر ہے میرا،

لیکن یہاں تو وہ بات ہے نہیں یہاں تو ہر قدم پر الحمدللہ ہے، طالب علم اگر امتحان میں پاس ہو گیا تو کہتا ہے الحمدللہ اچھے نمبروں میں پاس ہوا وہ اس کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تکبّر کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنّت میں داخل نہیں فرماتے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبّر ہو اس لئے اپنی اصلاح کے لئے اور اپنے نفس کو درست کرنے کے لیے ایک عمل یہ ہے کہ انسان اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرے، ہر ہر نعمت پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

شکر تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا، لئن شکرتم لازیدنکم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا برکت اور اضافے کا سبب بنتا ہے جب کہ ناشکری انسان کے اندر تکبّر، عجب، خودسری جیسی مہلک بیماریوں کو پیدا کرتا ہے جن کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے سخت عذاب کی وارننگ ہے ولئن کفرتم ان عذابی لشدید .

شکر گزاری عظمت خداوندی کو پیدا کرتا ہے:

اس لیے میرے دوستو اپنی زبان کو اس بات کا عادی بناؤ کہ جو بھی خوشی ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اور جب انسان اس کا عادی بن جائے تو پھر وہ تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا وہ پریشانی میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا اگر وہ بیمار بھی

ہو جائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پاس علاج کے لئے پیسے تو موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، دیو بند کے علماء میں سے ایک بزرگ ہیں ان کے بارے میں آتا ہے کہ ان سے اگر کوئی پوچھے کہ حضرت طبیعت کیسی ہے تو وہ فرماتے تھے کہ بھائی میرے ہاتھ بالکل ٹھیک ہیں الحمدللہ میری ناک ٹھیک ہے الحمدللہ یعنی ایک ایک چیز گنواتے اور پھر آخر میں کہتے کہ بس میرے سر میں درد ہو گیا ہے پہلے نعمتوں کو گنواتے تھے پھر آخر میں آکر اس بیماری کا بتاتے تھے جب انسان کا مزاج شکر والا بنتا ہے پھر اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ہوتی ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت آتی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت آتی ہے اور وہ اپنے اللہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور وہ اس کوشش میں ہوتا ہے کہ میں قریب ہوتا جاؤں جیسے دنیا میں ہمیں نظر آتا ہے کہ فلاں رشتہ دار میرا بڑا خیال رکھتا ہے تو انسانی فطرت ہے کہ آدمی اس کے قریب ہوتا جاتا ہے۔

میرے دوستو میں سے فلاں میرا بڑا خیال رکھتا ہے تو ہم اس کے قریب ہوتے ہیں، مگر جب انسان خالق حقیقی مالک حقیقی کی نعمتوں پر نظر رکھے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے گا تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جائے گا۔ ہر نعمت پر جب یہ الحمدللہ کہے گا تو دن میں سیکڑوں دفعہ یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہوتے ہیں، اور اس کو کتنی ترقی دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم ہمارا شکر کرو گے تو ہم تمہاری نعمتوں کو اور بڑھا دیں گے۔ مگر آج ہوتے ہوئے بھی ہم کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔

پہلا عمل کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بن جائیں، جب شکر ہوگا تو گناہوں سے بچ جائیں گے، اور نیکیوں کا جذبہ اس کے دل میں ہوگا۔

ہر حال میں صبر کرنے والا بنئے:

دوسرا عمل: صبر شکر کے ساتھ صبر ہے اس زندگی میں جس طرح انسان کے موافق

حالات آتے ہیں لیکن مزاج کے مخالف حالات آتی ہے ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہو عام طور پر ذہن میں یہ بات ہے کہ یہ لفظ میت کے ساتھ خاص ہے، مگر ایسی بات نہیں ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں اللہ کے رسول یہ بھی کوئی مصیبت آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو مومن کو دکھ پہنچائے وہ مصیبت ہے لہٰذا اس زندگی میں کوئی بھی مزاج کے خلاف کام آئے جائے تو اس پر فوراً ہمیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھنا چاہیے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر صبر کریں اس پر روئیں نہ اس پر شور شرابہ نہ کریں اس پر جھگڑا نہ کریں اس پر اللہ تعالیٰ کی شکایت نہ کریں۔

بس ایک ہم ہی مصیبت میں ہیں باقی سارے لوگ مزے کر رہے ہیں، باقی سارے خوش ہیں ایسا نہ کریں بلکہ صبر کے راستہ کو پکڑیں اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ کچھ سختیاں کرتے ہیں پیار بھی کرتے ہیں، سختیاں ہوتی ہیں یہ ہر جگہ ہے مگر یاد رکھیں ماں باپ کی سختی جو اولاد کے ساتھ ہے یہ ان کے فائدے کے لئے ان کی تربیت کے لیے ان کے مستقبل کو بنانے کے لئے والدین کرتے ہیں اور اس چیز پر والدین کو محبت مجبور کرتی ہے والدین کے دل میں جو اولاد کی محبت ہے وہ والدین کو کہتی ہے کہ تم اپنی اولاد کو ڈانٹو۔ گلی میں اگر دو بچے ہوں اور وہ کوئی شرارت کرتے ہیں تو آپ اپنے بچے کو ڈانٹیں گے دوسرے کے بچے کو آپ کچھ بھی نہیں کہیں گے اس لئے کہ آپ اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہیں۔ اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے اوپر کوئی حالات آتے ہیں تو وہ انسان کو تباہ کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند کر رہے ہیں

حضرات انبیاء کا صبر:

آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ بارہا علماء سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کیا عمر دس یا بارہ سال تھی تو اس عمر میں کتنا بڑا امتحان آیا ہے یٰبُنَیَّ اِنِّیٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی اے بیٹے میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے، کتنا بڑا امتحان تھا ہم بیان کرتے ہیں اور آپ سنتے ہیں یہ الفاظ ہیں جو ایک دوسرے کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ مگر عملاً اس پر سوچا جائے تو بہت مشکل کام بھاری ہے، آج اگر ہمارے بچے کو ایک سو ایک سے اوپر بخار ہو جائے تو ہم گم سم ہو جاتے ہیں کہ ابھی پتہ نہیں کیا ہوگا، لیکن وہاں کتنا بڑا امتحان ہے، چھری لو اور ذبح کرو، یا اللہ آج تک دنیا میں ایسا نہیں ہوا مگر امتحان تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا کہا سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پاؤ گے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اے ایمان والو صبر اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کو حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے پریشانی کا عالم ہو یا کسی اور عالم میں ہو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ سے مانگئے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑا ہوا ہونا چاہیے اور فرمایا کہ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ جو صبر کرنے والے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ خصوصی رحمتیں بھی ہیں اور عمومی رحمتیں بھی ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرمائیں گے، تو اگر مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سب سے پہلے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کو پڑھا جائے ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ خالق ہے اور ہم مملوک ہیں وہ جو کرنا چاہیں کر سکتا ہے صحت میں رکھے بیماری میں رکھے خوشحالی میں

رکھے، تنگدستی میں رکھے جس حال میں بھی رکھے اس کی مرضی ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا حضرت یوسف علیہ السلام مگر کیا حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے کتنا بڑا امتحان ہوا اب ہم کیا (العیاذ باللہ) یہ گمان کریں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، مگر امتحان تھا اور وہ کامیاب ہوئے۔ خود آپ ﷺ پر کتنے امتحان آئے مگر اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا مخلوق کی طرف نظر نہ جائے، اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں رکھتا اللہ تعالیٰ سے مانگنا مخلوق پر نظر نہ جائے اس لیے کہ مخلوق تو خود محتاج ہے تو فرمایا کہ اپنے نفس کو قابو کرنے کے لیے چار اعمال پر عمل کرو شکر ادا کرو جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنا۔

اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا ممکن نہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نے کہا حضرت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا، کہنے لگا میرے پاس ہے کیا کہ میں شکر ادا کروں وہ ننگا زمین میں لپٹا ہوا تھا ہوا چلی اور وہ مٹی بھی اڑ گئی اور وہ ننگا زمین میں رہ گیا، ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے پاس ہے ہی کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔

کثرتِ استغفار کی عادت ڈالیں:

تیسری چیز: استغفار ہے انسان جب زندگی گزارتا ہے تو اس زندگی میں بسا اوقات جانے انجانے میں ایسے کام کر بیٹھتا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے پس انسان اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا، تو فرمایا کہ استغفار کثرت سے پڑھا کرو استغفروا اللہ میں اللہ سے مغفرت یعنی معافی کا طلب گار ہوں اور پھر بندہ جتنا کثرت کے ساتھ استغفار پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت سمجھ میں آئے گی کہ دیکھو میں کتنا گناہ گار بندہ ہوں دن میں کئی گناہ ہم کرتے ہیں اور جب ہر گناہ پر ہم استغفار پڑھتے رہیں گے تو پھر سمجھ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی ہی وسیع ہے،

اور پھر نظر اپنی نیکیوں پر نہیں جائے گی جس کی وجہ سے غرور نہیں پیدا ہوگا۔اس لیے کہ جب بندہ ہروقت استغفار کرے گا تو بندہ اپنے آپ کو گناہ گار ہی سمجھے گا۔اور یہی اس انسان کا کمال ہے،اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاO جب تم استغفار کروگے تو تم اللہ تعالیٰ کو بخشش کرنے والا پاؤ گے اور مہربان پاؤ گے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ایک بخش کی صفت اور دوسری رحمت کی صفت مفسّرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش کرنے والا ہے مگر جب ساتھ میں اس نے رحیم ذکر کردیا تو اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ یہ بخشا یہ ہماری مہربانی ہے کوئی زبردستی نہیں ہے تم توبہ کرتے رہو ہم معاف نہ کریں تو تم کیا کرسکتے ہو۔

بعض روایات کے مطابق پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور آخر میں نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہوگیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کرنے لگا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ او تتر که یلهث جب اس نے زبان باہر نکالی تو زبان باہر رہے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کتے کی مثال ہوتی ہے۔کہ کتا ہانپتا رہتا ہے اور اس کی زبان باہر ہوتی ہے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ یہ واقعہ بیان کرو تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم معافی مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے گا مگر یہ معافی نہ تمہارا زور ہے اور نہ کوئی زبردستی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے ہمیں اپنی نافرمانیوں پر نظر رکھنی چاہیے یہ دو آنکھیں اللہ تعالیٰ نے عطا ہی اس لئے کی ہیں کہ ایک آنکھ سے دوسرے کی نیکی دیکھو اور دوسری آنکھ سے اپنی بدی دیکھو اور ہم دوسرے کی بدی دیکھتے ہیں اور اپنی نیکی دیکھتی ہیں کہ میں کتنا پارسا آدمی ہوں میں کتنا نیک ہوں میں کتنا ہمدرد ہوں دوسرا بڑا ہی ظالم ہے بڑا ہی بے ایمان ہے اپنے گناہوں پر نظر رکھو اپنی غلطیوں اور اپنی خطاؤں پر نظر رکھو،اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے استغفار اور

معافی مانگتے رہو، ایک ہے استغفار اور ایک ہے توبہ۔

استغفار تو انسان چلتے پھرتے کوئی بھی کوتاہی غلطی ہوگئی فوراً کہہ دیا استغفر اللہ تعالیٰ مثلاً میں راستہ میں جارہا ہوں میرے ساتھ ایک بزرگ جارہے ہیں تو شریعت کہتی ہے کہ ان کے آگے مت چلو اگر میں آگے ہوگیا تو فوراً استغفر اللہ کہا میں راستہ میں جارہا ہوں میری نظر ایسی جگہ پر پڑھ گئی جہاں مجھے شریعت نے کہا کہ نظر مت ڈالو میں نے نظر ہٹالی مگر میں فوراً کہوں کہ استغفر اللہ تعالیٰ جب انسان ہر ہر قدم پر استغفار کرے گا تو اس کو اپنے گناہوں پر نظر رکھنے کا موقع بھی ملے گا اس کو پتہ چلے گا کہ میں زندگی میں کتنے گناہ کرتا ہوں فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا اس رب سے معافی مانگا کرو وہ تو غفار ہے بخشنے والا ہے ستار ہے پردہ ڈالنے والا ہے، اس رب نے اپنی رحمت سے ہم پر اور ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے۔

اللہ سے پناہ طلب کریں:

چوتھا عمل استعاذہ ہے: استعاذہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہنا فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فرمایا جب قرآن کریم کی تلاوت کرو تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ شیطان مردود سے دنیا کی اس زندگی میں بسا اوقات ہمیں خطرات لائق ہوتے ہیں ہمیں پریشانیاں آجاتی ہیں ہمیں کسی دوست سے یا رشتہ دار سے خطرہ ہے پڑوسی سے خطرہ ہے کاروبار میں خطرہ ہے تو اب اس صورت میں فرمایا کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ اور اعوذ باللہ پڑھو اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اَللّٰهُمَّ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ اِلَّا اِلَيْكَ اے اللہ میرے لیے کوئی جائے پناہ آپ کے در کے سوا نہیں ہے۔

پریشانیوں کا حل رجوع الی اللہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پریشانی میں

ہوتے تھے یا آپ تکلیف میں ہوتے تھے تو آپ یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے یا حی یا قیوم برحمتك استغیث اے وہ ذات جو حقیقی زندگی والی ہے اے وہ ذات جو قائم رہنے والی ہے میں ہمیشہ ہمیشہ تو آپ کی رحمت سے اپنی فریاد کرتا ہوں مدد طلب کرتا ہوں، اب ہمیں کبھی بھی زندگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو یہ کلمات پڑھے بچہ کھیلتا ہے کودتا ہے، مگر جب اس کو کوئی تکلیف دیتا ہے یا کوئی ڈراتا ہے تو وہ فوراً اپنے والد اور والدہ کی طرف دوڑتا ہے اور جا کر ان کے دامن سے چمٹ جاتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ میری جائے پناہ یہ ہے اسی طرح مومن کے لیے جائے پناہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسے ہر قسم کی تکلیف اور غم سے بچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے

حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ ابن خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سخت بارش ہو رہی تھی آندھی والی رات تھی۔ آپ ﷺ کی تلاش میں ہم نکلے اور ہمیں ایک جگہ میں آپ ﷺ مل گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو ہم نے کہا اللہ کے رسول ہم کیا کہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الناس، قل اعوذ برب الفلق صبح اور شام تین تین مرتبہ پڑھا کرو یہ تمہارے لیے ہر چیز سے کفایت کر جائے گی حضرات محدثین لکھتے ہیں کہ ہر چیز سے مراد ہر دکھ ہر تکلیف اور ہر پریشانی ہے آج آدھے سے زیادہ لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہم پر کسی نے تعویذ کر دیئے ہیں ہمارا کاروبار نہیں چل رہا ہے ہمارے گھر کے معاملات ٹھیک نہیں ہیں، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے دور ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو ہم یاد کرتے نہیں، شیطان نے کہا تھا ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ اللہ میں تیرے بندوں پر دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے حملہ کروں گا، اور آپ شکر گزار بہت کم پائیں گے آج یہی حال ہے اگر کسی سے پوچھے کہ کیا حال ہے کہتے ہیں بس جی

کیا بتائیں آپ کو! کوئی حال نہیں ہے۔

او بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو ہر وقت منہ سے الحمدللہ کہا کرو کم از کم شیطان کی اس بات کو تو جھٹلاؤ جو اس نے کہی ہے تو یہ جو مشکلات اور توہمات ہیں ان کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہمیں استعاذہ سکھایا ہے صبح اور شام پر پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کریں جو بھی آپ کو مشکل ہو یا کوئی شک ہو، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اس کے سامنے اپنی حاجت رکھیں تا کہ وہ تمہاری حاجت کو سنے اور تمہاری مدد کریں ہر روز صبح اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ان باتوں کو رکھو صبح کا مطلب ہے نماز کے لیے آج یہاں تو آٹھ بجے اٹھتے ہیں سب سے پہلے داڑھی کو مونڈھتے ہیں پر دعا کرتے ہیں پہلے نماز پڑھو نماز کے لیے جلدی اٹھو تا کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جب اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا ہوتا ہے تو یہ ساری پریشانیوں کی جڑ ہے جو آج ہم کر رہے ہیں ہم فجر کی نماز کے لیے آج نہیں اٹھتے ہیں۔

اگر کوئی دوست ہمیں کہہ کر اتوار والے دن آپ سے ملاقات کرنی ہے تو صبح ہم کیسے اٹھ جاتے ہیں آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم دوست کے لیے تو اٹھتے ہیں مگر نہیں اٹھتے تو وہ صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لیے ہم نہیں اٹھتے، ہم آٹھ بجے اس لیے اٹھتے ہیں کہ دفتر میں جانا ہے، اگر دفتر میں صبح پانچ بجے جانا ہوتا تو یہ شخص صبح پانچ بجے بھی اٹھ جاتا مگر وہاں تو اٹھنا ہے اس لیے کہ پیسے آتے ہیں، آج ہمارا عقیدہ پیسوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں ہے ملازم ہمارا اگر تاخیر سے آئے تو ہم اس کو فارغ کر دیتے ہیں وہ بے چارہ اپنا عذر بھی بتاتا ہے۔ اس کے باوجود ہم اس کو نکال دیتے ہیں، اس لیے کہ وقت پر دفتر نہیں آتا ہے یہ نماز کے اوقات بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رکھے ہیں ان کو بھی وقت پر ادا کریں کل اللہ تعالیٰ بھی ہم سے پوچھیں گے کہ وقت پر نہ آنے سے ملازم کو فارغ کرتے تھے اور وقت پر نماز نہیں پڑھتے تھے یہ

فرض نظر نہیں آیا، اپنے کام پورے ہوں اور خدا کے کام میں اس قدر سستی۔

کامیاب زندگی گزارنے کیلئے چاروں نسخوں کو اپنالیں:

میرے دوستو یہ چار اعمال ایسے ہیں کہ اگر انسان ان پر زندگی گزارنے والا بن جائے تو اس کی ایک کامیاب زندگی بن جائے گی، اس لیے ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ نسخہ مجھے میرے پیر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دیا ہے کہ ان پر اگر عمل کرو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ انسان کی زندگی کے تین حصّے ہوتے ہیں ماضی، حال، مستقبل، ایک گزشتہ زندگی اس میں اگر انسان سے کوئی گناہ ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہے اس پر روئے تو اب اس کی پچھلی زندگی پاک ہوگئی موجودہ زندگی جو گزار رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں آرہی ہیں، ان کو استعمال کر رہا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے، اگر کوئی تھوڑی بہت تکلیف آتی ہے تو اس پر صبر کر رہا ہے تو بھی اجر کما رہا ہے۔ مستقبل کی زندگی میں اگر کوئی خطرات ہیں تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ رہا ہے۔ **یا حی یا قیوم برحمتك استغیث** پڑھ رہا ہے۔ سورۃ الاخلاص سورۃ الفلق سورۃ الناس پڑھ رہا ہے، اس کا ماضی بھی محفوظ، اس کا حال بھی محفوظ، اس کا مستقبل بھی محفوظ ہے۔ اس سے زیادہ کامیابی کیا ہوسکتی ہے۔ اس سے بڑا کامیاب ترین انسان کون ہوسکتا ہے۔ جن کی تینوں زندگیاں محفوظ ہوں، اور یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے دین میں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم میں ملے گی یہ اھل اللہ کی مجالس سے ملے گی، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس آجانے سے ملے گی، اگر ہم اسی طرح اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دور رہے تو پھر ہمارے پاس یہ پریشانیاں آتی رہیں گی ہمارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے پکا ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

حقوق النکاح

حقوق النکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○

محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے میں نے سورۃ النساء کی پہلی آیت تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے اے انسانوں ڈرو اپنے رب کی نافرمانی سے جس رب نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک جان سے اور پھر انہی سے ان کا جوڑا پیدا کیا ہے اور پھر ان دونوں سے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ سے

ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

نسل انسانی کا پھیلاؤ:

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے زمین میں پھیلنے کا ذریعہ بتایا ہے کہ بنی نوع انسان جو زمین میں پھیلے ہیں یہ ایک حضرت آدم اور حضرت حوا کی اولاد ہیں ان دونوں سے یہ سلسلہ چلا ہے، اور پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو دوسرا مسئلہ بیان کیا ہے وہ رشتہ داریوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رشتہ داریوں کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان رشتہ داریوں کے بارے میں ڈرو یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کیا کرو یہ آیت آپ نے کئی بار خطبہ نکاح میں سنی ہوگی خطبہ نکاح میں جو آیتیں پڑھی جاتی ہیں وہ تین مختلف جگہ ہیں ایک سورت نساء کی پہلی آیت ہے اور دوسری سورۃ آل عمران کی آیت ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت پر اور تیسری آیت سورۃ احزاب سے پڑھی جاتی ہے یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۝ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بات درست کیا کرو، یہ جو آیات مختلف جگہوں سے پڑھی جاتی ہیں اسکی وجہ کیا ہے۔

وجہ نمبر ۱: ان آیات کا انتخاب آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے یہ کسی مفتی صاحب یا مولوی صاحب کا انتخاب نہیں ہے کہ انہوں نے ان کا انتخاب کر لیا ہو اور ان آیات کو مولوی صاحب نکاح میں پڑھ دیتے ہیں، بلکہ آپ ﷺ نے خود ان آیات کا انتخاب کیا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نکاح ایک عبادت ہے۔ نکاح اصل دنیا کا نکالا ہوا کوئی رسم و رواج نہیں ہے کہ برادری کے ملک کے علاقے کے کوئی طریقے

ہوتے ہیں لہٰذا یہ بھی مسلمانوں کا ایک رسم ورواج ہے ایک طریقہ ہے۔ نہیں بلکہ یہ اسلام کا ایک فریضہ ہے اور مسلمانوں کی عبادت ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً البتہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں بھی دی تھیں اور ان کو اولاد بھی دی تھی

انبیاء علیہم السلام کی چار سنتیں:

حدیث میں آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں تمام انبیاء کرام کی سنت ہیں (۱) حیاء کرنا تمام انبیاء کرام صفت حیاء کے ساتھ متصف تھے اور بے حیائی سے اپنے آپ کو بچانے والے تھے (۲) تمام انبیاء کرام خوشبو استعمال کرتے تھے (۳) تمام انبیاء کرام مسواک استعمال کرتے تھے (۴) تمام انبیاء کرام نکاح کیا کرتے تھے سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان دو انبیاء کرام کے سوا باقی جتنے بھی انبیاء کرام آئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سب بیویوں والے تھے اور پھر آپ خطبہ نکاح میں یہ بھی سنتے ہیں، النکاح من سنتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے۔ یعنی نکاح میرا طریقہ ہے جو طریقہ پیغمبر کا ہو اور پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم پیغمبر کا جو طریقہ ہوگا تو وہ صرف عبادت نہیں ہے بلکہ عین عبادت ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح میرا طریقہ ہے اور پھر آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ ایک موقعہ پر کچھ صحابہ کرام آپس میں جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو ہم کہاں پہنچ سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ گیارہ شادیاں کی ہوئی ہیں، مگر آپ کی عبادت میں توجہ اخلاص جس درجہ کا پایا جاتا ہے وہ ہم نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ایک نے کہا کہ میں شادی نہیں کرونگا تاکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں، دوسرے نے کہا کہ میں

ساری رات عبادت کرونگا اور نیند نہیں کرونگا تیسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا افطار نہیں کرونگا اور پھر اپنی یہ بات نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کی، آپ ﷺ نے ان کو اس عمل سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور میں نے شادیاں بھی کی ہیں لہٰذا وہ شخص جو نکاح نہیں کرتا اس شخص کے مقابلے میں جو نکاح کرتا ہے وہ شریعت میں زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک آدمی نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا ایمان مکمل ہو جاتا ہے، اور آدھے ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یعنی گویا نکاح تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت ہے اور نکاح جناب نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے لہٰذا نکاح عبادت ہے اور جب نکاح کا عبادت ہونا ثابت ہو گیا تو یاد رکھئے کہ عبادت اس وقت قبول ہوتی ہے، جب عبادت کو شریعت کے طریقہ کے مطابق ادا کیا جائے، مثلاً جمعہ المبارک کی دو رکعت فرض ہیں اور ہم اعلان کر دیں کہ آج ہم بہت خوش ہیں لہٰذا آج ہم چار رکعت جمعہ کی پڑھیں گے تو ہم نے کوئی گناہ تو نہیں کیا ہے، بلکہ ہم نے عبادت کے شرعی مقدار میں اضافہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دو پڑھنے کا ہم نے کہا ہم چار پڑھ لیتے ہیں، اب بتایئے کیا ہماری نماز ہو جائے گی؟ نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ مسئلہ دو کا یا چار کا نہیں ہے اصل مسئلہ ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا اور آپ ﷺ کے طریقے کا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں یہ ہے منشاء خداوندی چنانچہ نماز ایک عبادت ہے لیکن دن میں تین اوقات ایسے رکھے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ ان میں نماز نہیں پڑھنی ہے، روزہ رکھنا عبادت ہے مگر سال میں پانچ دن اللہ تعالیٰ نے ایسے بنائے ہیں جن میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔ تو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اس کو کس طرح کرنا ہے لہٰذا نکاح یہ مسلمانوں کی

عبادات کا ایک حصّہ ہے، مسلمانوں کے دین کا ایک حصّہ ہے یہ ایک دینی معاملہ ہے تو جب یہ دینی معاملہ ہے اور ہماری عبادت کا حصّہ ہے تمام انبیاء کرام کا طریقہ ہے تو اس عبادت کو شرعی تقاضوں کے مطابق ادا کرنا چاہئے جو قیل وقال رسم ورواج سے پاک ہو تکلفات سے عاری ہو بوجھ سمجھ کر نہ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح مساجد میں منعقد کیا کرو اور آج ہم منعقد کرتے ہیں بڑے بڑے ہوٹلوں میں تا کہ کسی کو پتہ چلے کہ ہم کتنے بڑے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کے گھر سے بڑی کوئی جگہ نہیں ہے اور پھر نکاح کے موقعہ پر سرکشی کی تمام حدود بھی پار کر جاتے ہیں، کھلم کھلا اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتے ہیں اور بڑی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور مزاج ایسا بنا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ میں ایک نکاح میں گیا ایک چھوٹا سا بچہ تھا میں نے اس کو کہا کہ دیکھو بیٹا لوگ نکاح میں ڈھول بجاتے ہیں تم ایسا نہ کرنا اس نے کہا کیوں مولوی صاحب ایسا نہیں ہوسکتا ہے میں تو تین ڈھول بجاؤنگا یعنی اس کے دل ودماغ میں ابھی سے یہ بٹھادی گئی ہے۔ اور وہ ابھی سے اپنی برادری کو اپنے رشتہ داروں کو دیکھ رہا ہے کہ نکاح کا مقصد کیا ہے اس میں ڈھول ہونگے اس میں باجے ہونگے اس میں رنگ برنگے سپرہٹ گانے بجیں گے، اس میں ناچا جائے گا اس میں مرد اور عورت کا اختلاط ہوگا اس میں مہندیاں بنیں گی یہ ہے نکاح، یہ ہے انبیاء علیہم السلام کی سنت کی پیروی، یہ ہے شادی انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ جب کسی کو بیٹا دیتے ہیں تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے اور اس کو کتنی مبارک بادیں ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ کے بیٹے کو اس جوانی تک پہنچادیا کہ آپ اس کا نکاح کریں اور بیٹوں کا سامنے ہونا یہ اور بڑی نعمت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَبَنِیْنَ شُھُوْدًا اور بیٹے حاضر

ہیں، جب انسان ان کو دیکھتا ہے تو انسان کو بڑی خوشی ہوتی ہے یہ خوشی والد کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ سب سے پہلے آپ کو بیٹا دیا اور پھر وہ آپ کے سامنے بڑا ہوا آپ اس کو دیکھتے ہیں ہر روز اس کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے رہتے ہیں اور پھر ایک موقعہ آیا کہ آج آپ اس کا نکاح کررہے ہیں آپ اس کی شادی کی خوشی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو یہ ایک اور خوشی دے رہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اتنی نعمتیں دی ہیں تو اس کا جواب نافرمانیوں کے ساتھ دینا ہے؟ پہلے ہم خود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جواب سرکشی سے دیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ بیٹا بات نہیں مانتا، کوئی کہتا ہے بہو بات نہیں مانتی، کوئی کہتا ہے میری بیٹی بہت پریشان ہے،

بیٹی والوں کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی دی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے، حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو بیٹیاں ہوں وہ ان کے اچھے نام رکھے اور ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کا اچھی جگہ نکاح کرے، فرمایا کہ یہ میرے ساتھ جنت میں ایسا قریب ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں قریب ہیں، یعنی شہادت والی اور دوسری اس کے ساتھ والی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹی دی آپ نے اس کی تربیت کی نام اچھا رکھا مگر اس انعام کا جواب گناہوں سے نافرمانی سے بغاوت سے دیتے ہیں پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں سے آئے گی، آپ کھانا کھلاؤ اپنے رشتہ داروں کو دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیثیت دی ہے دس کھانے نہیں بیس کھلاؤ مگر شریعت کے دائرے میں رہ کر۔

ہم ایک کافر ملک میں گئے ایک دوست کے بیٹے کی شادی تھی اور وہاں پر ان خرافات کا تصور تک نہیں تھا جو ہم اپنے اس اسلامی ملک میں دیکھتے ہیں، یہ ایک

لادین کافرملک کی بات کررہا ہوں۔ وہاں ایک صاحب نے مجھے کہا کہ مولوی صاحب میری ڈیوٹی آج یہ لگائی ہوئی ہے کہ میں مہمانوں کی رہبری کروں کہ مردوں کا حصّہ کونسا ہے اور عورتوں کا کونسا ہے۔ یادرکھئے! اگر خوف خدا دل میں ہو تو دارالکفر میں بھی خدائی قانون کا لحاظ رکھنا آسان ہوتا ہے۔

نکاح کو خرافات سے پاک رکھیں:

آج مسلم ملکوں کی حالت زار پر افسوس ہوتا ہے جدی پشتی مسلمان چلے آرہے ہیں لیکن طور طریقے اور رسم ورواج کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی قریب میں مسلمان ہوئے ہیں اپنی سابقہ تہذیب کے آثار بھلا نہ پائے اس لئے مرد اور عورتوں کا اختلاط کیا ہوا ہے، اور جب ان کو سمجھائیں تو کہتے ہیں مولوی صاحب آپ ان کو نہ دیکھیں آپ کو کیا کرنا ہے وہ جانے اور ان کا کام جانے تو میرے دوستو اسی سے پھر برے نتائج نکلتے ہیں، پریشانیاں آتی ہیں، جب ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں تو پھر ہم اور ہماری اولادیں کیسے خوش رہیں گی لہٰذا ان خوشیوں کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو نہ بھولا جائے، اس خوشی کے موقعے پر جب کوئی رشتہ دار ناراض ہے تو اس کو بھی راضی کرتے ہیں تاکہ وہ بھی ہماری اس خوشی میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائے تو معلوم ہوا کہ خوشی کے موقعہ پر دوستوں اور رشتہ داروں کو منایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ جو آپ کے ایک آنسو پر آپ سے راضی ہو جاتا ہے اس کی پروانہیں ہے رشتہ داروں کو برادری کو دوستوں کو خوش کرتے ہیں مگر اے انسان اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا کیا تجھ پر لازم نہیں ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، زندگی کے ہر لمحہ میں اس کو سوچو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، اگر آج ہم اس بات کو سوچیں گے تو بات کبھی بھی گناہ کی طرف نہیں جائے گی، صرف ہمت کی ضرورت ہے، بات کرنے والا ہونا چاہیے، ہر شخص بات سننے

کے لئے تیار ہوتا ہے، مگر ہمارے بات کرنے میں کمی ہوتی ہے۔ اگر حکمت و مصلحت کے ساتھ سنت نبوی کے مطابق اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے اصولی طریقے کو اپنایا جائے تو بات ضرور اثر کرے گی۔

میرے دوستو!! نکاح پہلے ہمارا دین ہے ہماری عبادت ہے تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ذکر فرمایا ہے جیسے کہ نسل انسانی کو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام سے آگے کس طرح چلا ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تمہارے لیے تمہارے نفوس میں سے جوڑا تا کہ تم اس کی طرف سکون حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی کو پیدا کیا ہے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو اس میں غور وفکر کریں

بہترین عورت (ہمسفر) کے اوصاف:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك (مشکوٰۃ: ج۲ص ۲۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت سے نکاح کیا جاتا ہے چار باتوں کی بنا پر

(۱) مال کی وجہ سے (۲) اس کے خاندانی وجاہت کی وجہ سے (۳) اور اس کے ذاتی حسن کی وجہ سے (۴) اور اس کے دین کی وجہ سے

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ترجیح دین کو دیا کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں اسی طرح ایک اور روایت ہے عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور اس دنیا میں سب سے زیادہ نفع کی چیز انسان کے لیے وہ نیک اور صالح بیوی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ جب سے دنیا آباد ہے نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا سلسلہ جاری فرمایا ہے نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا النکاح من سنتی ، فمن رغب عن سنتی فلیس منی کہ جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے البتہ اس کے لیے شریعت نے احکام بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً عورت کو حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی تعظیم کرے اس کا ادب اور احترام کرے اس کو اپنا ملازم نہ سمجھے اسی وجہ سے حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو اس بات کا حکم دیتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو میں بیویوں کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ لیکن آپ ﷺ کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہیں ہے سرِف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکایا جائے گا، مگر آپ ﷺ نے مردوں کے اس مقام اور عظمت کو بتانے کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ شوہر کا اتنا حق ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مردوں کا درجہ عورتوں سے اوپر ہے دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

مرد عورتوں سے دو وجہوں سے برتری رکھتے ہیں:

دو وجوہات ذکر فرمائی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد میں ایسی خداداد صلاحیت رکھی ہے ایسی قابلیت رکھی ہے کہ وہ صلاحیت وہ قابلیت وہ حوصلہ وہ طاقت عورت میں نہیں ہوتی ہے اس لئے اعصاب شکن مشکل کام سارے مرد کے ذمے ہوتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شوہر اپنا مال خرچ کرتا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خرچ کرنا یہ شوہر کی ذمہ داری ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ عورت کا کیا حق ہے اپنے شوہر پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اپنی عورت کو کھلائے جب وہ خود کھائے اور اس کو پہنائے جب وہ خود پہنے، یہ شوہر کی ذمہ داری ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ شریعت یہ بات بتاتی ہے کہ نکاح کے ذریعے جو عورت مرد کو عطا کی جاتی ہے یہ اس کی بیوی کہلاتی ہے یہ اس کی لونڈی نہیں کہلاتی ہے یہ اس کی ملازمہ نہیں کہلاتی ہے کہ یہ اس کو ملازمہ اور لونڈی کی نظر سے دیکھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں سے متعلق مردوں کو حکم فرمایا ہے۔ **وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** کہ ان کے ساتھ بہترین رہن سہن اختیار کرو ایسا نہ کرو کہ گھر میں آؤ تو آنکھیں نکالی ہوئی ہوں اور جنگلی درندوں کی طرح غرا رہے ہوں یا کوئی بہت ہی بڑا افسر ہو اور آپ اس بات پر بہت خوش ہوتے ہیں کہ میرے سامنے گھر والے بول بھی نہیں سکتے ہیں میرا تو اس قدر بھرم ہے، اس لیے ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اس حکم کو رد کرے تو وہ بہت ہی بڑا بدبخت انسان ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ جو دوستوں کے ساتھ اچھا ہو اور ان کے ساتھ گپ شپ خوب لگاتا

ہو، بلکہ گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے کو بہترین فرمایا، اور آپ حیران ہونگے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اٹھے اور بہت ہی آہستہ سے اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے دروازہ کھولا ور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی آہستہ سے دروازے سے باہر نکلے ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کیا ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتانا تھا کہ بیوی کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے ایسا نہیں ہے کہ آپ رات کو اٹھے اور دروازے کو ادھر ادھر مار رہے ہیں برتن کو زور زور سے ہلا رہے ہیں کہ جی میں تہجد پڑھ رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو کسی طریقہ سے اٹھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو عجیب واقعات سن کر آپ حیران ہونگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت:

پہلا واقعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ثقل اور اس کی گھبراہٹ طاری تھی اور آپ کو سردی لگ رہی اس پہلی وحی اور اس گھبراہٹ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ مجھے کمبل اوڑھاؤ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی دوست کے یا اپنے کسی رشتہ دار کے پاس نہیں گئے بلکہ اس عظیم موقعہ پر اپنی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ہیں اور وہ بھی ام المؤمنین تھیں اور بڑی بہترین صفات والی تھیں ایسی تسلی آپ کو دی کہ سیرت کی کتابوں میں آج ام المؤمنین کے الفاظ موجود ہیں فرمایا کہ اللہ کی قسم میرے محبوب اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کریں گے آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں بے کسوں کا خیال رکھتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکلیف اٹھاتے ہیں آپ حق کے لئے مشقتیں اٹھاتے ہیں آپ گھبرائیں مت۔

دوسرا عظیم واقعہ:

آپ ﷺ کی زندگی کا جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جارہے تھے اللہ تعالٰی سے ملاقات کے لئے اس وقت نبی اکرم ﷺ کا سر مبارک کہاں تھا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا یہ امت کو بتانا تھا کہ یہ بیوی کا حق ہے، بیوی مرد کے مال میں حقدار ہوتی ہے شوہر کے گھر میں حقدار ہوتی ہے شوہر کے گھر میں بیوی جو کھاتی ہے وہ اپنا حق کھاتی ہے خیرات نہیں کھاتی ہے آپ نے اگر کوئی چیز دے دی تو اس کو سب کے سامنے گنوانا شروع کردیتے ہیں کہ جی میں نے اسکو کپڑے دیئے ہیں میں نے اس کو جوتے دیئے ہیں۔ یہ فلاں چیز میں نے اس کو دی ہے یہ آپ کا حق ہے آپ کو شریعت کہتی ہے آپ کوئی احسان نہیں کررہے ہیں اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ جس طرح تمہارا حق ہے اے مردو اسی طرح ان کا بھی حق ہے اے مرد اگر تو عزت کا طلبگار ہے تو عورت بھی بے عزتی کے لیے نہیں پیدا کی گئی ہے اگر تجھے راحت میں خوشی ہوتی ہے تو عورت بھی تھک جاتی ہے اگر تو جاہ کا طالب ہے تو وہ بھی جاہ کی طالب ہے۔

زوجین کے درمیان الفت:

اللہ تعالٰی نے اس عورت کو تمہارے نفوس سے پیدا کیا ہے اور فرمایا کہ اس سے سکون حاصل کرو اور اللہ تعالٰی نے زوجین میں محبت اور مہربانی کو رکھا ہے مفسرین لکھتے ہیں اگر میاں بیوی جوان ہیں تو یہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ابن ماجہ کی روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کرنے والوں کی آپس کی محبت جیسی محبت کہیں بھی نہیں دیکھی گئی ہے یہ نکاح کی برکت ہوتی ہے جوانی میں محبت ہے اور

جب بڑھاپا آجاتا ہے تو اس وقت رحمت ہے پھر بوڑھی والدہ بیٹوں سے کہتی ہے ابا کا خیال رکھو ابا اب بوڑھے ہو گئے ہیں، اور جب عورت بوڑھی ہو جائے تو شوہر بچوں سے کہتا ہے اپنی اماں کا خیال رکھنا اب اماں تمہاری بوڑھی ہو گئی ہے لہٰذا جہاں عورت کو اتنی عظمت اور مرتبہ دیا جائے گا وہاں کیا عورت کا دماغ خراب ہے کہ وہ لڑائی کرے گی اس گھر کو اجاڑے گی جب شوہر اس کے حقوق کو ادا کرے گا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو پھر وہ اس گھر سے کبھی بھی نہیں جائے گی آج مرد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو مرتبہ دیا ہے عورتوں پر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کوئی بہت بڑے افسر بن گئے ہیں یہ سارے آپ کے ملازم ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے آپ خود سے اپنا انتظام کر کے کھاتے تھے، اب آپ کو کھلانا پڑے گا، اس سے پہلے آپ تنہا رہتے تھے اب آپ کا کسی کو خیال رکھنا پڑیگا، ایک زندگی چلے گی ایک نظام چلے گا اس نظام کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مرد تمہارا امیر ہوگا جیسے آپ کبھی تبلیغی جماعت میں گئے ہوں تو اس میں ایک امیر صاحب ہوتے ہیں۔ جو ساری جماعت کو جوڑ کر چلاتے ہیں اب امیر صاحب کا کام یہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ ڈنڈا اٹھائے اور مارنا شروع کر دے بلکہ نظام کو اور گھر کو ایک ترتیب سے چلانا ہے یہ کام امیر صاحب کا ہے اب اس امیر اور شوہر پر ہے کہ وہ کس انداز سے اس نظام کو چلاتا ہے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا اخلاق رکھنے والا ہو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

باعمل زندگی گزارنے کیلئے عمدہ اعمال

باعمل زندگی گزارنے کیلئے عمدہ اعمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ○ (الاية)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ العنکبوت کی آخری آیت تلاوت کی اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے وہ لوگ جو ہمارے راستہ میں کوشش کریں گے تو ہم ان پر ھدایت کے راستے کھولتے جاتے ہیں اور بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہیں، ایک ہے کسی چیز کو چاہنا اور دوسرا ہے اس چاہت کے لیے کچھ کرنا مثلاً میں چاہتا ہوں کہ میں عمرے کے لیے چلا جاؤں مگر اسباب کے درجہ میں کچھ بھی نہیں کرتا نہ میں پاسپورٹ بناتا ہوں اور نہ ہی میں پیسے جمع کرتا ہوں نہ عمرہ دفتر والوں سے رابطہ کرتا ہوں بس صرف

ایک چاہت ہے، دنیا کے دھندوں میں لگا رہوں شاید کے کسی وقت بٹن دبا کر عمرے کے لیے چلا جاؤں، اور دوسرا میں اس کے لیے کوشش کر رہا ہوں پیسے جمع کرتا ہوں پاسپورٹ بناتا ہوں ہر قسم کا وہ کام کرتا ہوں جس کی اس سفر میں ضرورت ہے اسی طرح مجھے ایک اچھی نوکری کی ضرورت ہے مگر گھر میں بیٹھا ہوا ہوں شاید کہ کوئی کمپنی کا مالک آجائے کہ جی آپ ہماری کمپنی میں آجائیں آپ کے لئے جگہ خالی ہے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا اس چاہت کے ساتھ کچھ کرنا پڑتا ہے اسباب کے درجے میں اپنے دائرہ کار میں اس کو اختیار کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ قدم اٹھاؤ گے تو کچھ ملے گا کوشش کرو گے تو منزل کو پاؤ گے، ورنہ کیا ضرورت تھی حضرات انبیاء کرام کو اتنا جہد مسلسل اور اتنی قربانیاں دینے کی اتنے مجاہدے اور اتنی کوششیں کرنے کی۔ بھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دینی ہے وہ دے دے گا میری کوشش کرنے کا کیا فائدہ ہے اور عام طور پر آج یہی کہا جاتا ہے مگر کمال یہ ہے کہ لوگوں کا یہ اصول صرف اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ہے اپنی دنیا کے لئے اپنے کاروبار کے لئے اپنی سیاست اور وزارت کے لئے اپنی نوکری کے لئے نہیں ہے۔ خالص دنیا دار گھر گھر جاتا ہے دنیا حاصل کرنے کے لئے اور ایک دیندار شخص گھر گھر جارہا ہے نبی علیہ السلام کی محنت کو زندہ کرنے کے لیے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور وہ جو کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوشش کے بعد ہماری مدد آئے گی جب تم قدم اٹھاؤ گے اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین کر کے تو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے رحمت کے دروازے کھولتا ہے، جب ہمارا یقین پختہ ہو اور عمل درست ہو تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے چار چیزیں ہم نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں کہ جو بھی انسان ان چار چیزوں پر عمل کرے گا تو وہ باعمل انسان کہلائے گا یعنی یہ اس روٹ پر آجائے گا جس پر چل کر انسان باعمل بنتا ہے

باکردار بنتا ہے عمل اور کردار کے بغیر انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے جب اس کی کوئی کارکردگی نہ ہوتو وہ ترقی نہیں کرسکتا ترقی تب ہی ہوتی ہے جب انسان اپنے مالک کو یا اپنے ادارے کو کوئی کارکردگی دیکھاتا ہے، اگر انسان بہت ہی خوبصورہو بڑا ہی جوان ہو تو کام کاج نہ ہوتو ادارے اور دفتر والے کہتے ہیں کہ اگر کام کانہیں ہے تو اس کی جوانی اور اس کی خوبصورتی کس کام آئے گی اور کوئی فائدہ بھی نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اور عمل کی کارکردگی چاہیے۔

باعمل بننے کے چار اہم نسخے:

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں کو اور تمہارے مالوں کونہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے تمہاری نیت کیسی ہے اور تمہارے بدن سے نکلنے والے اعمال کیسے ہیں تو بات میں کرر ہا تھا کہ بزرگوں نے ایک نصاب بنایا ہے کہ چار کام ایسے ہیں کہ اگر بندہ ان کو اپنا۔ لے تو وہ باعمل بننے کی طرف چل پڑے گا (۱) پہلا کام یہ ہے کہ کسی کو سلام کرنا یعنی سلام پھیلانا (۲) ہر اچھے کام سے پہلے بسم اللہ کو پڑھنا (۳) سیدھے ہاتھ سے ہر اچھا کام کرنا (۴) باوضو رہنا۔ یہ ایک نسخہ ہے۔

پہلا نسخہ کثرت سلام:

پہلا کام آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں نہیں جا سکتے ہو جب تک تم مومن نہ بن جاؤ اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک تم آپس میں پیار نہ کرو اور آپس میں پیار کو پیدا کرنے کا نسخہ کیا ہے وہ ہے آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ محبّت کا نسخہ اکسیر ہے ہم مسجد سے یا باہر کسی بھی جگہ سے واپس گھر جائیں تو سلام کرتے ہیں بیگم صاحبہ ہو یا والدین ہوں دیکھو وہ کیسے خوش ہوتے ہیں اور جو بھی آپ کے سامنے آئے اس کو سلام کرو اس سے محبّت بڑھے گی

انسان لالچی ہے کہتا ہے محبّت تو بڑھے گی لیکن میرے اکاؤنٹ میں کیا آئے گا تو فرمایا کہ السلام علیکم سے دس نیکیاں ملیں گی اور اگر کہا جاتا کہ دس روپے ملیں گے تو پھر سارے صبح سے شام تک سلام ہی سلام کرتے رہتے شام تک کم از کم ایک ہزار روپے تو آہی جائیں گے اسی طرح اگر ورحمة الله کہا تو بیس نیکیاں ملیں گی اور وبرکاته کہا تو اس پر تیس نیکیاں ملیں گی ایک ساتھی کو میں نے بتایا کہ السلام علیکم و رحمة الله وبركاته پر تیس نیکیاں ملتی ہیں تو وہ کہنے لگا کہ میں شادی پر گیا ایک رشتہ دار کی شادی تھی میں استقبالیہ میں کھڑا ہو گیا جو بھی آتا ہے اس کو کہتا تھا السلام علیکم ورحمة اللہ اس نے کہا کہ پندرہ بیس آدمیوں کو سلام کرکے میں جا کر اندھیرے میں بیٹھ گیا کہ چلو میں نے دو چار سو نیکیاں کما لی ہیں عمل اسی کا نام ہے سنتے ہی عمل شروع ہو جائے ،اصل بات ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ اس پر میرا اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہوگا کہ یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کر رہا ہے یہ عادت مجھے باعمل بنائے گی یعنی ہر وقت میرے ذہن اور دل میں یہ بات ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنا ہے میں نے مخلوق خدا کے ساتھ محبّت کا ماحول بنانا ہے گھر میں بھی دفتر میں بھی جاننے والوں میں بھی اور اجنبی لوگوں میں بھی پڑوس میں بھی غرض ہر جگہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنا ہے۔

دوسرا نسخہ عمل میں اللہ کا نام لینا:

یہ ہے کہ ہر اچھے کام کے آغاز میں اللہ کے مبارک نام سے شروع کرتا ہوں یہ بسم اللہ کتنا طاقت وار جملہ ہے کتنا بابرکت جملہ ہے اللہ تعالیٰ کو کتنا پسند ہے اس کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں سوائے سورۃ التوبہ کے باقی تمام سورتوں کی ابتداء میں بسم اللہ موجود ہے تو گویا کل ایک سو چودہ بسم اللہ ہیں اس وجہ

سے کہ سورۃ النمل میں دو دفعہ آیا ہے، یہ گزشتہ انبیاء کرام کو اور گزشتہ قوموں کو بھی دیا گیا اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام جب اپنے کشتی میں بیٹھ رہے تھے تو اس وقت کیا پڑھا ہے وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللهِ مَجْرِهَا وَمُرْسٰهَا میرے اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا ہے اور رکنا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ صباء کو جب خط لکھا تو اس میں حضرت نے لکھا وَ اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ بسم اللہ ایک ایسا جملہ ہے جو بندے کو اپنے رب سے جوڑ دیتا ہے ایسا پیارا جملہ ہے کہ ہر مومن اپنے کام کی ابتداء میں کہتا ہے بسم اللہ تو اس کے دماغ اور دل کی کیفیت پر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات سے جوڑ جاتی ہے، غرض پانی پیتا ہے کپڑے پہنتا ہے مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ بسم اللہ پڑھتا ہے ہر کام کا آغاز کتنا پیارا ہو جائے گا ہر کام کتنا مبارک ہو جائے گا۔ اور ہر کام کتنا نتیجہ خیز ہو جائے گا۔ اب میں صبح سے شام کتنے کام کرتا ہوں تو اگر میں ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے جوڑ دوں تو پھر اللہ تعالیٰ کو کتنا پیار آئے گا۔

یہ ہے پیار کی بات ہمیں جس سے محبت ہوتی ہے تو اگر اس کی کوئی بات کرتا ہے تو ہمیں کتنا لطف آتا ہے ہم بھی اس کو شروع کر دیتے ہیں اس وجہ سے کہ ہمیں اس سے پیار ہے بار بار اس کا نام لیتے ہیں ایسے ہی جب میں اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا پیارا نام لونگا بسم اللہ تو پھر میرا اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا؟ اور جب اللہ تعالیٰ خوش ہونگے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مجھ پر بارش کی طرح برسیں گی، اس لئے فرمایا آپ ﷺ نے ہر اچھے کام کو اگر تم بغیر بسم اللہ کے شروع کرو گے تو وہ نامکمل ہوگا ناتمام ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بسم اللہ سے کھانا شروع کرتا ہے بسم اللہ سے گھر کا دروازہ بند کرتا ہے بسم اللہ سے پانی پیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ چلو یہاں ہمارے لئے نہ کھانا ہے نہ پینا ہے نہ ہی اس گھر میں ہمارے لئے جگہ ہے یہ تو کھانے میں پینے میں گھر میں

سارے بسم اللہ پڑھتے ہیں تو اب ہم پر شیطان کے حملوں کے سارے بند ہو گئے ہیں تو ہمارے قرب و جوار کے تمام راستے بند پا کر شیطان بھاگ جاتا ہے جب شیطان نکلے گا یا اس جیسی منحوس چیز بھاگے گی تو فرشتوں جیسی پاکیزہ مخلوق ہمارے گھروں میں آئے گی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آئیں گی یہ اس پاکیزہ کلام کی وجہ سے آئی ہیں اور اگر اس سے پیارہ جملہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کا آغاز اس سے کرتے اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کی پہلی وحی جو آئی ہے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑھو اپنے رب کے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا وقفہ تھا ان چھ سو سالوں کے بعد وحی آئی تو اس کا پہلا قطرہ یہی تھا کہ پڑھو اپنے رب کے نام سے تو انسان کے باعمل بننے کے لیے کہ انسان باعمل ہو، انسان کی زندگی اعمال سے آراستہ ہو انسانی زندگی محنت سے آراستہ ہو جہد سے آراستہ ہو اس کا پہلا نسخہ سلام کو پھیلاؤ، اس کا دوسرا نسخہ ہر اچھے کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھو۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی پینا ہماری ضرورت ہے مگر ایک منٹ سے بھی کم وقت لگے گا، رک جائیں اور بسم اللہ پڑھ لیں آپ ﷺ کی سنت کے مطابق پئیں آپ کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ثواب بھی مل گیا اسی طرح کھانا کھانا ہے تو ذرا دیر رک جائیں دیکھیں کہ آپ ﷺ کیسے کھانا کھاتے تھے آپ کی ضرورت بھی پوری ہوگئی اور ثواب بھی مل گیا اور آپ ﷺ کی سنت بھی زندہ ہوگئی اسی طرح ہر کام میں جب ہم یہ بسم اللہ پڑھیں گے تو اس کے فائدے بھی ملیں گے اور آپ ﷺ کی سنت بھی زندہ ہوتی رہے گی۔

تیسرا نسخہ: ہر کام داہنے ہاتھ سے شروع کیا جائے:

ہر اچھے اور جائز کام کو دائیں ہاتھ سے شروع کرو دائیں جانب اور دائیں رخ

کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنّت والوں کو اصحب الیمین کہا یعنی دائیں جانب والے اور ہر اچھے کام کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اپنے کام کو دائیں جانب شروع کرنا بڑا پسند تھا یہاں تک کہ آپ جوتا پہنتے ہوئے بھی دائیں پاؤں کے جوتے کو پہلے پہنتے تھے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی فرماتے تھے تو وہ بھی رائیں جانب سے شروع کرتے تھے اور اگر آپ پاکی اختیار کرتے تھے تو پہلے سیدھا ہاتھ دھوتے تھے پہلے سیدھا پاؤں دھوتے تھے تو معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ پسند فرمایا ہے اسی طرح پہلی صف کو دوسری صف کے پر بہت فضیلت حاصل ہے مگر پہلی صف کے دائیں جانب کی فضیلت زیاہ ہے اسی طرح دوسری صف میں بھی دائیں جانب کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مجلس میں دائیں جانب کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نوش فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمرؓ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک نوجوان تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان سے پوچھا کہ اجازت ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں اس نے کہا کہ آج میری قسمت جاگی ہے، اور میں اس میں بھی اجازت دے دوں ایسے مواقع کو میں کیسے ضائع کر دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ کا پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کا اتنا خیال رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جنّت والوں کو بھی دائیں جانب والے اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ ○ فرمایا ہے۔ وَاَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ○ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ○ فرمایا کہ اگر آپ دائیں جانب والوں میں سے ہو پس تجھے اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کہ آپ دائیں جانب والوں میں سے ہو یعنی اگر آپ ان

اعمال کو اور ان اچھائیوں کو اختیار کر رہے ہو جو جنتی لوگوں کے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو سلام ہے تو معلوم ہوا کہ تیسرا وہ عمل جو انسان کو چارج رکھے اپنے روزانہ کے معمولات میں اس بات کا اہتمام کرنا ہے میں نے ہر اچھے اور ہر جائز کام کو اپنی دائیں جانب سے کرنا ہے یہ میرے نبی ﷺ کی سنت ہے تو میرے ہر عمل میں برکت بڑھ جائے گی، یعنی ہر کام کے شروع کرتے وقت میرا دل اور دماغ اس بات کا خیال رکھیں کہ میں نے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق کام کرنا ہے مسجد جانا ہے تو پہلے سیدھا پاؤں اندر رکھنا ہے باہر نکلنا ہے تو پہلے بائیں پاؤں نکالنا ہے اسی طرح باتھ روم جانا ہے تو پہلے بائیں پاؤں اندر رکھنا کپڑے پہنتے وقت پہلے دائیاں بازو اندر ڈالنا ہے غرض سارے کام اگر میں سنت کے مطابق اور دائیں طرف سے شروع کرونگا تو میرا کام بھی ہو جائے گا اور سنت رسول پر عمل بھی ہو جائے گا اسی کو کہتے ہیں شریعت کو طبیعت بنانا۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الحج میں فرماتے ہیں:

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ
کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا

جب تم حج سے فارغ ہو جاتے ہیں یعنی عرفات مزدلفہ کا وقوف بھی ہو گیا اور دس ذوالحجہ کو رمی بھی کردی قربانی بھی کردی طواف زیارت بھی کر دیا جب سارے کاموں سے فارغ ہو گئے تو آکر آپ منا میں رہیں گے اس لئے کہ اب آپ نے رمی کے وقت رمی کرنی ہے باقی آپ نے اپنی نمازیں پڑھنی ہیں۔اب زمانہ اسلام سے قبل عرب جب حج سے فارغ ہوتے تھے تو وہ اپنے باپ دادا کے مفاخر بیان کرتے تھے کہ دیکھو بھائی ہمارا قبیلہ ایسا ہے ہمارا دادا ایسا تھا یعنی ان کے دنیا کے تذکرے کرتے تھے اور اس کے لیے بڑی بڑی محفلیں لگتی تھیں اب جب اسلام آیا تو اسلام نے کہا کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو اب تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کے تذکرے

کرو اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو تم اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرو اور کہا کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَ کُمْ ایسے یاد کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے اس کا کیا مطلب؟ کہاں اللہ تعالیٰ، اور کہاں میرے باپ دادا، کہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات، اور کہاں میرا خاندان اس میں تو جوڑ ہی نہیں ہے تو وہاں آپ کو تفسیروں میں ملے گا اللہ تعالیٰ جو یہاں بات بتانا چاہتے ہیں دراصل وہ یہ ہے کہ جیسے انسان اپنی قوم اپنے بزرگوں کی بڑائی سے اس کی طبیعت میں فرحت آتی ہے اس کو خوشی ہو جاتی ہے ہر کوئی چاہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد کے مفاخر ذکر کیے جائیں یہ انسانی طبیعت ہے جیسے ایک باپ کے سامنے اس کے بیٹے کا ذکر ہو اس کی تعریف ہو تو وہ باپ خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے ذکر سے خوشی ہوتی ہے اسی طرح تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی سے تمہیں خوشی ہونی چاہیے اور شریعت تمہاری طبیعت بن جائے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور تمہارا دل خوش ہو جائے تو جب مومن ہر روز پنے روزمرہ کے کاموں کو دائیں اور بائیں کا خیال رکھ کر کریے گا تو اس کے کاموں میں پھر اللہ تعالیٰ برکت ڈالیں گے۔

چوتھا نسخہ: پاکی کا اہتمام:

وہ ہے پاکی کا اہتمام کرنا کہ انسان اپنے آپ کو پاک رکھنے کی کوشش کرے یہ جو پاکی ہے مسلمان اور اسلام کا امتیاز ہے۔ صفائی کے ساتھ پاکی کا بھی اہتمام کریں اور یہ جو پاکی ہے یہ ایک رنگ ہے صبغۃ اللہ اللہ تعالیٰ کا رنگ یعنی اس رنگ کو جب آپ اپنے اوپر ڈالتے ہیں تو اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے اور اس کی مثال میں آپ کو دوں آپ سب جانتے ہیں جب ہم صبح اٹھے اور ہم ایسے ہی برش کر کے چہرہ دھو کر چلے گئے دفتر میں یا کام کرنے کے لیے اور ایک یہ کہ ہم صبح اٹھے ہم نے اچھی طرح استنجاء کیا اپنے آپ کو خوب اچھی طرح صاف کیا اور پھر وضو کیا غسل کیا مسواک کی پاک کپڑے

پہنے اپنی نماز ادا کی اور اپنے معاملات میں نکل گئے اور ایک یہ کہ آپ ان تمام پاکیوں کو چھوڑ دو صرف کاٹن کا اچھا سا کلف کیا ہوا جوڑا پہن لو اور نہ وضو کیا نہ مسواک کی نہ ہی غسل کیا تو اس دن واپس آکر اپنا نتیجہ دیکھو کہ وہ دن آپ کا کیسا تھا اسی طرح آپ صحیح طریقہ سے وضو کرو غسل کرو مسواک کرو نماز پڑھو واپس آکر اپنا نتیجہ دیکھو کہ وہ کیسا ہوگا اسلام کی تعلیم تو پاکی میں اس درجہ کی ہے جو دنیا میں کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔

لیکن افسوس میری بدعملی نے اور میرے غلط طریقوں نے اسلام کی صورت دنیا کے سامنے کچھ اور پیش کردی ہے ورنہ اسلام تو اتنا پاکی کا حکم دیتا ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اتنا حکم نہیں دیتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن آیا کرے وہ غسل کرکے آیا کرے ہر نماز کے وقت میں اسلام نے ہمیں وضو کا پابند کیا استنجاء کا پابند کیا آپ ﷺ مسواک کا کتنا اہتمام کرتے تھے کہ نیند سے اٹھتے ہی ہمارے نبی ﷺ کا سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا تھا رات کو سوتے تو آخری کام مسواک کرتے تھے اور دنیا سے جاتے وقت آخری عمل جو کیا تھا وہ مسواک کرنا تھا ہمارے نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی آپ ﷺ استنجاء فرماتے تھے تو فوراً وضو فرماتے تھے اور اپنے آپ کو پاک رکھتے تھے جب بھی غسل کی حاجت ہوتی تھی فوراً غسل کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں فرمایا فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اس میں کچھ لوگ ہیں جو بڑے پاک رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں یہ جو قباء میں رہتے ہیں اور پاکی کو زیادہ پسند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی پاکی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اب جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ مسجد نبوی سے اٹھے اور قبا بستی کی طرف تشریف لے گئے کہ میں ان سے پوچھو کہ کیسی پاکی اختیار کرتے ہو کہ تمہاری تعریف اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انہوں

نے جواب دیا کہ ہم جب بھی باتھ روم جاتے ہیں تو پہلے ڈھیلوں کو استعمال کرتے ہیں اپنے پیشاب کو خوب سکھاتے ہیں اس کے بعد پانی سے دھوتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بس یہ جو تمہارا عمل ہے یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے یعنی وہ اپنے آپ کو اس گندگی سے کتنا بچاتے تھے اور آج کتنے ہی مسلمان ہیں جو استنجاء ہی نہیں کرتے جنازہ ہو رہا ہوگا آپ کہو کہ آؤ بھائی نماز جنازہ پڑھ لو کہتے ہیں کہ کپڑے ناپاک ہیں کیا مطلب اس سے معلوم ہوا کہ وہ استنجاء ہی نہیں کرتے ہیں اور یاد رکھیں انسان کے بدن سے جتنی بھی گندگیاں نکلتی ہیں ان سب سے گندی چیز وہ پیشاب ہے۔

آپ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان میں جا رہے تھے وہاں دو قبریں تھیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، ایک کو چغلی کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کے قطروں سے نہ بچنے کی وجہ سے یعنی جو آدمی اپنے آپ کو ان چیزوں سے نہیں بچاتا تو اس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں آپ نے پیشاب کیا اور اس کو خشک نہیں کیا اتنی گندگی طبیعت ہے آپ کی ادھر تو اتنی صفائی کا خیال ہے کہ چمچ سے اور کانٹے سے کھا رہے ہو اور کہتے ہو کہ جراثیم آجاتے ہیں، اور ادھر اتنے بڑے جراثیم پیشاب کو تم پال رہے ہو۔

تو چوتھی چیز اپنے آپ کو پاک رکھو اس سے انسان کے دل دماغ میں پاکی آتی ہے اس سے انسان کی طبیعت عبادات کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور انسان کے رزق میں وسعت آتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فتوحات کے راستے کھولتے ہیں اس کے کام آسان ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کی پابندی مومن کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ہے آپ اس کا تجربہ کر لیں آپ گھر سے وضو کر کے نکلیں پھر دیکھیں آپ کے کام کیسے آسان ہو جاتے ہیں تو پاکی کے اندر سب سے پہلی چیز ہے آپ کا استنجاء ٹھیک اور صاف ہونا چاہیے اور پاکی کی دوسری چیز ہے وضو کرنا اور پاکی کی تیسری

چیز ہے غسل کرنا اور پاکی کی چوتھی چیز ہے مسواک کرنا، اگر میرا استنجاء ٹھیک میرا وضو ٹھیک میرا غسل ٹھیک، میری مسواک پوری تو میں نے اپنے آپ کو ان تمام پاکیوں سے پاک کرلیا اور اللہ کے رنگ میں رنگ دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے صبغۃ اللہ کہا ہے۔ اس لیے کہ وضو کا حکم قرآن کریم میں ہے سورۃ مائدہ رکوع نمبر دو کی پہلی آیت یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ اس آیت کو مفسرین آیت الوضو کہتے ہیں، تو میرے دوستو جوان چار باتوں پر عمل کرے گا اس کیلئے دین کی شاہراہ پر چلنا آسان ہو جائے گا۔

عبادت میں آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) سلام کو پھیلاؤ (۲) ہر جائز کام کی ابتداء میں بسم اللہ کو پڑھو (۳) ہر اچھے کام کو دائیں جانب سے کرو (۴) اور ہر وقت پاک صاف رہنے کی کوشش کرو۔

یہ چار چیزیں آداب ہیں بزرگوں سے سنا ہے کہ اپنے عمل کو نمک بناؤ اور ادب کو آٹا بناؤ عمل تھوڑا مگر ادب زیادہ ہونا چاہئے اہتمام زیادہ ہونا چاہیے آپ نے دو رکعت نفل پڑھے مگر اتنے اہتمام سے اور محبّت سے پڑھے کہ وہ مزا آ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو خوش کر دیا اور وہ آپ سے خوش ہو گیا اس کے برخلاف اگر میں نے دو نفل نہیں بلکہ دو سو پڑھے۔ مگر صرف اور صرف اللہ اکبر اللہ اکبر ہی کہتا رہا نہ رکوع کا پتہ نہ سجدہ کا پتہ ہے کیا فائدہ ہے اسی نفلی نماز کا اس سے وہ دو نفل ہزار ہا درجہ بہتر ہیں ان چار اعمال کو یاد کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کو خوب پھیلاؤ، جب یہ چار اعمال ہم کرلیں گے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اپنے دین کے راستوں کو آسان کر دیں گے اور ہمارا دین پر چلنا اور زیادہ آسان ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں صحیح معنوں میں، دین کی سمجھ دے اور اس پر اچھے طریقے سے چلنے والا بنا دے۔

وما علینا الا البلاغ

ضروری یادداشت برائے خطباء حضرات

نمبر شمار	تاریخ اسلامی	بیان / تقریر کا موضوع	مقام

Designed by: Banoria Graphics.
Printed by: Shafaq Press Karachi.
+92 21 32217897 - 321 2037721 - 321 2250577